

UNIVERSAL
LIBRARY

OU-234256

UNIVERSAL
LIBRARY

بعض ارشادات

جنکو

جناب سر ولیم میور صاحب بہادر کے سی ایس آئی نے
بہرہ حکومت مالک مغربی و شمالی کے بیان فرمایا



بحکم گورنمنٹ

۱۸۷۶ء

مطبع منشی نول کشور مقام کانپور میں چھپے

واضح ہو

کہ اس رسالے میں اون ارشادات کا انتخاب ہے جنکو سرولیم میو صاحب بہادر کے سی ایس آئی نے بعد حکومت ممالک مغربی و شمالی کے جلسہ عام میں بیان فرمایا تھا اب دوبارہ چھاپا گیا نشا و سکا یہ ہے کہ سبب امتداد قیام ممالک مذکور کے جو ہندو مسلمان صاحب مدوح کے پیارے دوست ہیں اونکے لیے ایک یادگار ہو۔

اور شاید نتیجہ اوسکا یہ بھی ہو سکتا ہے کہ جو مرکوزات مدوح الیہ کے چھ برس کو زمان حکمرانی میں نقش کا بجز تھے اور وہ مطالب بھی جنکے ذریعے سے مدوح الصدر نے انجام اون مرکوزات کا چاہا تھا وہ سب اون دوستوں کو یاد رہیں۔

نمبر ۱

اڈیس عہد بتاریخ ۱۳- ماہ اپریل ۱۹۰۱ء بروز وقت تقسیم انعام
امتحان کے جناب نواب لفظنٹ گورنر بہادر نوز زبان انگریزی
حاضرین وقت اور طلباء مدرسہ بنارس کی طرف منمایا

یہ موقع ہمارے واسطے معمول سے زیادہ خوشی کا ہے کیونکہ جب سے کہ ہم ان ممالک مغربی و شمالی میں
آئے ہیں یہی پہلا مرتبہ ہے کہ ہم ایسی تقریب میں جیسی کہ یہ ہے صدر نشین مجلس ہوئے اور اس ایوان وسیع
میں کہ صاحبان انگریز اور روساے ہندوستانی اور طلباء مدرسہ سے بھرا ہوا ہے نظر کرنے سے ہکو
ایک تقریب اسی طرح کی یاد آتی ہے جس کو پندرہ برس گزرے کہ ایک عالی منس جنکا نام تم سب لوگوں میں معزز
اور معظم ہے یعنی طامسن صاحب نے اس عمارت میں مدرسہ پہلے مرتبہ کھولا تھا بعض اشخاص جو اس وقت
حاضر تھے اس وقت بھی ہمارے گرد و پیش موجود ہیں چنانچہ اونہیں سے ہمارا راجہ بنارس ہیں اور
سر دیو نرائن سنگھ بھی جو اس وقت بہ جلد و محضرت نمایان یعنی شہر میں ایک فساد کو فرو کرنے کے لیے
گورنمنٹ کی عنایت خاص سے مورد اعزاز و امتیاز ہوئے تھے اونہیں سے ہیں اسحق کہ ہمارے ذاتی تعلقات
جو اس مدرسے کے ساتھ ہیں ہکو اس سے بھی پہلے زما کی یاد دلاتے ہیں یعنی چوبیس برس ہوئے کہ اس وقت
ہمارے بھائی جان میو صاحب اول پرنسپل اس مدرسے کے تھے۔

جو کچھ کہ آج درپیش ہوا باعث خوشنودی کا ہے اور گرفتہ صاحب نے جو کیفیت سنائی اوس سے واضح ہوتا ہے کہ سررشتہ انگریزی میں تحصیل طلبہ کی بالاجمال اچھی ہوئی اور ہم خیال کرتے ہیں کہ نتائج لائق تعریف اور حسب دخواہ ہیں۔

لیکن ہم جو اس عمارت میں کھڑے ہیں اور نظر اور حالات گذشتہ اس مدرسے کے کرتے ہیں تو ہم آپ سے یہ کہتے ہیں کہ کامیابی اس مدرسے کی تعلیم انگریزی کی ترقی پر نہ قیاس کرنی چاہیے بلکہ اندازہ کامیابی مدرسہ بنارس کا کہ یہ مدرسہ نوع خاص کا ہے اوسکے اون طلبہ کی تعلیم کے نتائج سے کرنا چاہیے جو علوم انگریزی اور سنسکرت دونوں پڑھتے ہیں اور اوسکی ترقی اور منزل کا مدار اسی امر پر ہے۔

اب بالاجمال اس مدرسے کی تاریخ زمانہ گذشتہ پر نظر کرنی چاہیے سنسکرت کا مدرسہ جیسا کہ طامسن صاحب نے اس عمارت کے پہلے مرتبہ کہلنے کے وقت اپنی تقریر میں بیان کیا کہ ۱۸۵۷ء میں مقرر ہوا تھا اور ۱۸۵۸ء میں مدرسہ انگریزی ایک علیحدہ مکان میں قائم کیا گیا تھا ۱۸۶۷ء میں دونوں مدرسے بعد جان میور صاحب کے یکجا کیے گئے اور بتاریخ ۱۰ جنوری ۱۸۶۷ء طامسن صاحب نے اس عمارت عظیم الشان کو تقریب افتتاح سے زینت بخشی یہ ہمارے ہاتھ میں وہ کیفیت زبان ہندی ہے جو اوس وقت پڑھی گئی تھی اور انتخاب مندرجہ ذیل سے عیان ہو گا کہ مدرسہ بنارس سے کونسا امر عظیم مقصود تھا۔ انتخاب۔ خیال کرو کہ گوزبانین مختلف ہوں مگر امر حق اور علم کسی نہج سے اختلاف نہیں کھ سکتے ہیں اسلیے مناسب ہے کہ اس مدرسہ سرکاری میں جتنے اشخاص طالب دریافت امر حق کے ہیں گواونکی زبان مختلف ہو مگر لازم ہے کہ ایک جگہ جمع ہو کر امر حق کی دریافت کے لیے اپنے اپنے طریقہ کا دوسرے کے طریقہ کے ساتھ مقابلہ کریں اور اس نہج پر باہم دستفید ہوں مثلاً سنسکرت کو مدرسوں میں طلبہ نیارے شاستر کو مطابقت حصول کو تم رشی کو پڑھتے ہیں اور انگریزی مدرسوں میں وہی علم حسب مرقومہ بیکین تحصیل کرتے ہیں پس صریح یہ بات شایان ہے کہ جس امر میں درمیان اقوال کو تم رشی اور بیکین کے اتفاق کلی ہوا وہ میں یہ طالب علم کسی طرح کے اختلاف کا

خیال دل میں نہ لائیں بخلاف اسکے جس باب میں کہ حقیقت اختلاف ہو بمقابلہ اور مباحثہ امر حق کی تحقیق کیجائے اور جو بات قرار پاؤ وہ قبول کر لیجاوے اسے اس طرح دیگر شعبہ ہائے علوم میں بھی تجویز کرنی مناسب ہے کہ کون امر حق ہے اور کون باطل پس جو حق ہو اسکو قبول کر لینا چاہیے۔

جو تقریر کہ طامن صاحب ذہن نے مذکورہ بالا بیان کی اوس میں یہ مقصود ظاہر کیا تھا کہ اس عمارت میں تعلیم علم تہذیب اخلاق کی بطریقہ حقیقی ہو کرے اور امر حق کو اوسکی اصلی عظمت کے ساتھ ترجیح اور فوقیت دیجائے فقط بعد ازین نظر پیش بینی اور قوت انقلابی کو جو اس نوج کی تعلیم سے امر حق میں اوپر قلوب مردم کے ہوتی ہے اور نظر ترقی اور بہبودی اعلیٰ ملک ہند کے جو آئندہ ہونے والی ہے صاحب مرحوم نے یہ فرمایا تھا کہ اس جگہ سے متوقع ہوں کہ یہ طریقہ دریافت حق کا چارون طرف پھیلے اور پھر بھی خارج از احاطہ امید نہیں ہے کہ یہ عمارت بھی حسین ہم اس وقت مجتمع ہوں اوس انقلاب عظیم کا ایک واسطہ ہو۔

اور صاحب مرحوم اب ایک انتخاب جان میور صاحب کی اوس چٹھی پڑھتے ہیں جو مدرسہ بنارس کا اہتمام چھوڑتے وقت انھوں نے طلبہ مدرسہ کے نام لکھی تھی

انتخاب۔ ہماری تمنا ہے کہ تم تحصیل علم میں مصروف رہو مگر نہ واسطے اسکی فوائد ظاہری کے بلکہ واسطے شوق دریافت اوس حق کے جسکی طرف علم کو رہنا ہونا چاہیے اور نیز اس واسطے کہ تم تعلیم کے نہایت عمدہ نتائج کی کماحقہ قدر پہچانو یعنی واسطے حصول دانش اور توسیع فہم اور ترقی عقل و تیز اور دیگر قوائے ذہنی اور بغرض واقفیت صناعات ناوہ خالق کائنات کو اور اوان اصول کے جنہر حضرت جل شانہ نے عالم کے انتظام کا مدار رکھا ہے اور سب سے زیادہ یہ تم اوسی تعلیم معقول کو موجب تہذیب اخلاق کا جانو۔

بعد ازین صاحب ممدوح نے علم سنسکرت کو کتب قدیمہ سے اسمائے کثیرہ اشخاص نامور کی طرف اشارہ کیا

جنکے ذکر سے چاہیے کہ مکھوجوان کی اولاد میں ہو یہ شوق و حوصلہ بڑھے کہ اپنے بزرگوں کی ناموری کو لائق کوئی کارنسیا یا ن کرو اور نسبت ایک اور امر کے یعنی درباب فوائد قائم کرنے بناے علم ویسی زبان کے جس مضمون پر شبہ گذشتہ کی شام کو ہم نے بمقام بنارس انسٹیٹیوٹ بہت گہری اور ذہانت کی تفسیر پرسی تھی جناب جان میور صاحب نے مدرسہ بنارس کی نسبت اپنی امیدوں کو اس نہج پر ظاہر کیا تھا۔

اگرچہ ہم مکھوتا کید کرتے ہیں کہ زبان انگریزی کی تحصیل بہ شوق روز افزون کرو کیونکہ عہدہ ترین وسیلہ حصول علم اور بہترین طریقہ دریافت حقائق مستحکمہ اور مفید کا ہے معہذا ہم یہ بھی تمہارے ذہن نشین کرتے ہیں کہ مکھو اپنی زبان ہندی کی واقفیت صحیح حاصل کرنی پر ضرور ہوتا کہ جس باب میں تم سعی و کوشش کرو اور سمین کامیاب ہو۔

زبان انگریزی کبھی زبان ملک ہند کی نہیں ہو سکتی قریب تمام کاروبار ملک جس سے تمہارے ہموطنوں کی بہبود متعلق ہے ویسی زبان میں اجرا پاتا ہے نوروش کا اس ملک میں جس کے حصول کے لیے ہکھو امید ہے کہ تم سب کسی نہ کسی راہ پر امداد کرنے کی کوشش کر رہے ہو بوسیلے اوسی زبان کے انتشار پائیگا اس واسطے تم سب کو اس بات کا شوق دلی ہونا چاہیے کہ رفتہ رفتہ ویسی زبان میں ایسے کتب علوم کے مہیا و موجود ہو جاویں جن میں مطالب معقول اور عمدہ ہوں اور جنکی عبارت بھی فصیح ہو۔

اب اے طالب علم تم سے سوال کرتے ہیں کہ یہ عمدہ امیدیں کسی نہج پر پوری ہوئیں یا نہیں سال بسال گروہ گروہ طلبہ انگریزی مع سنسکرت کی جماعتوں کے امتحان دیکر اطراف ملک کو چلے چلے گئے ہیں مگر سوال یہ ہے کہ یادگاری اون بزرگ اشخاص کی جو ہندوستان کے علوم قدیمہ سے عیان ہے تمہارے دلون پر اس نہج پر کارگر ہوئی یا نہیں جس سے ایسے بزرگان نامور کی اولاد کے شان کے لائق کسی شے کو پیدا کرنا حوصلہ پایا جاے جیسی کہ توقع تھی یا بالعکس اسکا ایسا خیال مطلق تمہارے دلون میں نہیں اور ایک یہ سوال

کہ درباب ترقی علوم ویسی زبان کے کچھ بھی تم سے ظہور میں آیا ہے یا نہیں۔ ظاہر ہے کہ تمہارے ذہن میں ذخیرہ علوم درسیہ ممالک یورپ کا جمع ہے اور تم پر واجب ہے کہ جو نعمت تمہیں حاصل کی ہو اس سے اپنے ہموطنوں کو بھی بہرہ پہنچاؤ مگر تمہاری محنتوں کے نتیجہ سے کوئی شے بھی اس قسم کی ہے جس کا ہم اس وقت نشان دے سکیں سچ تو یہ ہے کہ علوم کی کتابیں ویسی زبان میں مطلقاً نہیں ہیں اور طلباء جماعت ہائے انگریزی مع سنسکرت سے اس پھل کے پیدا ہونے کا جسکی امید تھی نام و نشان بھی نہیں ہے تاکہ وہ بڑی ضرورت رفع ہوا اب آگے سنو کہ ہندوستان اور یورپ دونوں کے علوم فلسفہ کے ماہرین سے یہ امید تھی کہ تحقیقات مطالب حکمیہ کے دونوں طریق کو وہ باہم مقابل کر سکیں گے اور رفتہ رفتہ اصول صحیحہ کو اسطرح پر رواج دینگے جو ہندوستان کے عوام کے فہم و ادراک کے لائق ہو بلکہ خود حق کا بیان جسطرح کہ کسی زبان ممالک یورپ میں ہو اس سے ترجیح پا کر زیادہ وضاحت و صراحت کے ساتھ ایسے طور پر بننا سبب تبہ فہم و ادراک اس ملک کی لوگوں کے کیا جاسے کہ زیادہ سہولت اور فریاد غمت کے ساتھ کجا ذہن قبول کرے اور تبراہ اس امید کے طامسن صاحب مرحوم جو دل سے اس ملک کی بہبود چاہتے تھے اوپر گرمی اور بلند نظری یہ توقع رکھتے تھے کہ ایک دن بہتری کا آنے لگا جیسا کہ ہم نے بھی کھو چھڑکنا یا یعنی وہ دن جب یہ مدرسہ اس ملک کے عروج پر مدد دینگا اور اسکو از سر نو درست ہونے میں منجملہ وسائل امداد و اعانت کے گنا جائے گا واضح ہو کہ اور جگہ اس ملک کی لوگوں کے ذہن کو متحرک کرنے میں کوششوں کا کسی قدر عمل ظہور میں آ رہا ہے پس تم کیوں پیچھے رہے جاتے ہو شاید تم یہ کہو گے کہ بنگالہ میں مدرسہ یونیورسٹی ہے جسکے فوائد سے تم یہاں محروم ہو اور تم شاید یہ شکایت بھی کرو گے کہ سنسکرت کے علم ادب اور علوم فلاسفہ کی تحصیل کے واسطے خطا فضیلت نہیں عطا ہوتے ہیں مگر ای طالب علم ہم اس امر میں تمہارے ساتھ بدل اتفاق کرتے ہیں اور ہم اپنی بات کو دیکھ کر خوش ہونگے کہ یونیورسٹی کی طرف سے واسطے تحصیل سنسکرت اور دیگر علوم ہندوستان کے غریب اور عطاءے خطاب عمل میں آئے لیکن باہر ہم خیال کرو کہ یہ غدر تمہارا واجب ہے یا نہیں بیان کرو کہ خطا فضیلت

علم ادب یا فضیلت زبان سنسکرت کا اگر ٹکڑا عطا بھی ہو تو کونسا حقیقی فائدہ حاصل ہو جائیگا اور کیا قوت زائد پیدا ہوگی
اصل قوت علم اور نیکی ہے اور ٹکڑا یاد ہوگا کہ شاعر نے کیا کہا ہے چنانچہ ترجمہ اوس کا یہ ہے —

خطاب انسان کا ہے جو سکے زر پر نہ ہو سکے تو انسان پھر بھی ہے زر

پس یہی حال تحصیل زبان انگریزی مع سنسکرت کا ہے اگر اوس میں قوت و نیکی ہو تو جیسی کہ طامس جس کا
کو توقع تھی محض بوجہ نہ ملنے امتیاز و خطاب متعلقہ مدارس کے قصور واقع نہونا چاہیے۔

پس اسے طالب علمو معلوم ہوتا ہے کہ تحصیل انگریزی مع سنسکرت اب معرض امتحان میں ہی اور اس امتحان کے
نتائج عمدہ اور پسندیدہ کا پیدا ہونا تم ہی پر منحصر ہے آیا علم سنسکرت ہمیشہ اسی عمارت کی کوٹھر یونین بند رہیگا
یا لوگ اوسکو صرف ایسا جانتے رہیں گے کہ وہ رہنمائے جہالت اور مطالب حقیر جسمانی کا ہے یا اس
علم سنسکرت کو ممالک یورپ کے علوم سے ملکر اون عمدہ مطالب ترقی ملک کے پیدا کرنے میں مدد ہونا چاہیے
جنکے ظور کی آرزو کمال شوق صاحبان بانی اس قاعدہ آمینشس تعلیم سنسکرت اور انگریزی کو رکھتے تھے
مگر ہم پوچھتے ہیں کہ اوس نتیجے کے ظور کا کوئی وعدہ تمہاری طرف سے ہے یا کوئی نشان ظاہری ایسا ہے
جو علامت حصول اوس مطلب نحوہ کا ہو جسکی مدت دراز ہو امید تھی۔

اوپلہبائے زبان انگریزی اور سنسکرت کے ہم ان سوالات کو تمہارے پاس چھوڑتے ہیں اور تمہارا کھتے ہیں
کہ یہ سوالات تمہارے دل میں وہ شوق اور غم و ہمت پیدا کریں گے جس سے اون صاحبان عالی مشق اور نیک طبع
کی عمدہ آرزو میں جنکے مرکوزات خاطر ہمنے ابھی ٹکڑا ہلکا سناٹے تمہارے وسیلہ سے پوری ہوں۔

اب ہم پھر نہایت خوشی ظاہر کرتے ہیں جو ہمکو اس قدیم شہر کے رؤسائین سے ایک مجمع کثیر اور رسا کار
اؤدی اختیار اشخاص سے اس وقت ملاقات ہونیکے باعث حاصل ہوئی اور جو شوق روز افزون کے اس
اور نیز بنارس انسٹیٹیوٹ میں درباب ترقی نور علم و تعلیم و تربیت کی پایا جاتا ہو نظر اوسکی امید ہے کہ عمدہ ترین نتیجہ پیدا ہو

نمبر ۲ اسپیچ

جو حضور لفظت گورنر بہادر ڈی ناہ نومبر ۱۹۶۷ء میں وقت کھولنے
مدرسہ نو تعمیر مراد آباد کی زبان اردو میں ارشاد فرمائی

ای لیڈی صاحبو و صاحبو دروسا مراد آباد

میں آج اس وسیع اور عمدہ مکان کے کھولنے کی تقریب میں آپ صاحبوں کی ملاقات سے نہایت خوش ہوا
جو تعلیم کے واسطے طیار کیا گیا ہے آپ صاحبوں کی اس مدرسے کی تعمیر کا اصل منشا اور اسکی آئینہ ترقی کا حال
مسٹر آر مینڈرسن صاحب کے بیان سے معلوم ہوا ہوگا پس جو کچھ صاحب مدوح فرما آپ صاحبوں نے بیان کیا ہے
اوس میں ایک بات میرے نزدیک نہایت توجہ اور لحاظ کے قابل ہے یعنی حقیقت میں اس مدرسے کی
تعمیر کا باعث ایک مسلمان سلیم ہوئی جس نے اپنا کل مال و متاع وصیت سے گورنمنٹ انگریز کے سپرد کیا اور
مسٹر اسٹرنجی صاحب کی رپورٹ سے معلوم ہوتا ہے کہ اوسنے اپنا مال سپرد کرتے وقت بھلاہون مقاصد کے
جنہیں اوسکو اپنے روپیہ کا صرف ہونا منظور تھا ایک بھی اپنی خوشی ظاہر کی تھی کہ اوسکے مال اسباب میں سے
ایک مدرسہ قائم کیا جاوے لے روساے مراد آباد تم لوگوں کے لئے یہ ایک نظیر و نمونہ ہے کہ تمہاری قوم کی
ایک ہندوستانی عورت تعلیم و ترتیب کو فائدوں کی قدر دانی میں از بس فائق ہو گئی پس کیا اب تم لوگ اوسکی
پیروی میں کچھ کوتاہی کرو گے یا تم اون مستورات کے علم و اخلاق کی ترقی میں سعی نہ کرو گے جنہیں ایک عورت اوسکی
قدر شناسی کا ایک ایسا عمدہ اور اعلیٰ نمونہ پایہ ثبوت کو پہنچا گئی۔

جناب کالون صاحب لفظت گورنر سابق نے جسکو تعلیم و تربیت کی خوبی خوب معلوم تھی سلیم مذکور کی دعا

بے تامل منظور کیا اور انکے بعد اس تدبیر کا انصرام ایسے افسر نے اپنے ذمہ لیا جسکا تمام شہراون بہت سی
 ترقیوں کے سبب سے ممنون اور مشکور ہے جنکے سبب سے تمام شہرین آسائش و آرام کے سامان مہیا ہو گئے
 اور جسکی بدولت عمدہ عمدہ عمارتوں کی طیاری سے تمام شہرین رونق و زینت ہو گئی وہ افسر آنریبل
 جان اسٹیرچی صاحب بہادر ہیں جنکی سعی سے چند عری کی ایک فہرست مرتب ہوئی اور کم سے کم تین لاکھ روپے
 چندے کے ذریعے سے جمع ہو گیا اون چندہ دینے والوں میں اون رئیسوں کا بھی ذکر کرتا ہوں جن میں سے
 ہر ایک نو ہزار روپے چندہ سے زیادہ کی امداد کی چنانچہ منجملہ اونکے نواب صاحب بہادر والی رامپور ہیں
 اور میرے دوست آنریبل راجہ شیوراج سنگھ رئیس کاشی پور ہیں جنکو بیان اس مجلس شریف میں دیکھ کر
 میں نہایت خوش ہوا اور گورنمنٹ کے بڑے رفیق دیانت دار راجہ گورسہا می ہن جنھوں نے وہ عمدہ قطعہ
 زمین کا عطا کیا ہے جس میں یہ مدرسہ تعمیر ہوا ہے اور چوبے گردھاری لال اور ساہو جی ناتھ اور خود مسٹر اسٹیرچی
 صاحب ہیں اور حسب معمول میں اپنی دوست سید احمد خان کا نام باب تعلیم میں سب سے آگے بڑھا ہوا دیکھتا ہوں
 وہ اس عرصے میں یہاں کے صدر الصدور تھے یہ ایسا شخص ہے کہ جہاں کہیں جاتا ہے وہاں اس شوق
 و ذوق کو اپنا یادگار چھوڑ جاتا ہے جو اسکی کوششوں کی بدولت اسکی موطن کو باب تعلیم میں پیدا ہوتا ہے
 اب میں اخیر پر یہ بات بیان کرتا ہوں کہ سب سے زیادہ گورنمنٹ کو شکر یہ کہ مسٹر آنریبل راجہ صاحب
 کلکٹر اور مجسٹریٹ ہیں جنھوں نے تجویز مذکورہ بالا کو سرانجام کا بار بالکل اپنے ذمے لے لیا اور جنھیں کی کوششوں
 تمام وقتیں آسان ہو گئیں اور اس عمدہ اور خوبصورت عمارت کو کھلنے کا وقت آگیا ایسے آباد اور مالدار شہر
 جیسا کہ مراد آباد ہے بلاشبہ تعلیم کے واسطے ایسی ہی عمارت کی ضرورت تھی۔

اور مسٹر منڈرسن صاحب کی اون کوششوں کی میں مکرر تعریف کرتا ہوں جو صاحب موصوف نے
 اس مدرسے کی تعمیر میں لیکن صاحب موصوف نے اس باب میں امام الدین تحصیلدار کی نہایت تعریف
 و توصیف کی ہے چنانچہ تحصیلدار مذکور کی کارگزاری کی نسبت میں اپنی رضامندی اور خوشی ظاہر کرتا ہوں اور

اور امید ہے کہ جس غرض سے یہ مدرسہ بنایا گیا ہے خدا کی برکت سے وہ پوری ہوگی اور طلباء تحصیل علم میں کوشش کریں گے اور کامیاب ہوں گے۔

یہ بات درست ہے کہ یہاں پہلے سے امریکا کے پادریوں کی بلند نظری کی بدولت ایک مدرسہ ہے اور این ریٹون کے ساتھ جو آج یہاں موجود ہیں کل میں اوس مدرسہ کو دیکھ کر خوش ہوا تھا اور جو سرگرمی اور کارگزاری اوس مدرسہ کے اہتمام میں برتی جاتی ہے اوسکا میں دل سے شاہد ہوں جب صاحبان ولایت اپنے پاس سے خلقت کی تعلیم کے لیے کچھ خرچ کریں تو وہ ایسے ہی مدرسہ کو پسند کریں گے اس واسطے کہ اونکے نزدیک وہی تعلیم سب سے اعلیٰ اور پسندیدہ ہے جس میں علم کے ساتھ ہی ساتھ اخلاق حسنہ اور مذہب کے باب میں بھی تربیت ہوتی ہو لیکن چونکہ ہندوستان میں مذاہب مختلفہ رائج ہیں اس واسطے سرکار انگریز کا مدار انتظام اوسی قاعدہ میں ہے کہ معاملات مذہبی میں کسی کی طرف داری یا کسی طرح کی مداخلت جائز نہ ہو لہذا ضرور پڑا کہ جو مدرسہ سرکار کی طرف سے مقرر ہوں اونہیں دینی باتوں کی تعلیم نہ ہو مگر تاہم سرکار مشن اسکولوں کی ترقی سے غافل نہیں ہے بلکہ اس عام قاعدہ کے بموجب کہ جس مکتب میں علم کی پیروی بدرستی ہوتی ہو اوسکی سالیانہ امداد تجویز کیا وے سرکار انکی بھی امداد کرتی ہے چنانچہ سرکار مدرسہ مذکور میں بھی دو سو پچاس روپیہ ماہوار دیتی ہے گورنمنٹ کی یہ بھی خواہش ہو کہ جہاں تک سرشتہ تعلیم کو قواعد کے رو سے ممکن ہو وہاں تک وہ سب مدرسوں میں بھی طلباء کے واسطے اسی قسم کے وظیفے و مدد وغیرہ مقرر کی جاویں جیسی کہ سرکاری مدارس میں طلباء کو ملتے ہیں اور سرکاری مدارس کے مقابلہ میں یہ مدرسے اپنے اپنے مطلوبوں کی تکمیل میں سعی کریں تاکہ اس صورت میں سب یکساں ہوں اور سب کو ساتھ انصاف برتا جاوی اور کسی کی رعایت اور مروت عمل میں نہ آوے اور ہر مدرسہ مناسب طریقہ سے امداد حاصل کر سکے بلکہ جہاں تک انکی تربیت و انتظام کے لحاظ سے جائز ہو گورنمنٹ کی عنایت اور فیروسیع ہو۔

اس شہر میں جس میں پچاس ساٹھ ہزار آدمی بستے ہیں دو مدرسوں کی بلکہ دو سے زیادہ کی اور گنجائش

معلوم ہوتی ہے اور اس کے سبب سے ایک بہت بڑا نفع یہ حاصل ہوگا کہ دونوں مدرسوں کی درمیان غلطی اور ہمہ تنی کا لحاظ قائم ہو جاوے گا جس کا عمدہ ثمرہ سرخروئی اور اعلیٰ نتیجہ ترقی تعلیم ہوگی پس بین نظر کہ اون دونوں کی باہم کسی طرح کی رنجش یا رشک و حسد نہ ہو وے بلکہ ہر ایک مدرسے کو اس باب میں سعی کرنی چاہیے کہ دوسرے سے سبقت اور فوقیت حاصل کر نیکی واسطے ہر ایک طالب علم مضامین درس میں پوری پوری لیاقت حاصل کرے اور طلبا کو تاہم غیبت نہ کرنا چاہیے کہ میں اپنی کوششوں اور محنتوں کے سبب سے اپنی زسیت میں عزت اور کامیابی حاصل کروں تاکہ اس مدرسے کی رونق اور نیکنامی بڑھے جہاں اس نے تعلیم پائی ہو۔

مجھ کو یقین ہے کہ اس مدرسے کے بہت سے طالب علم بڑے بڑے مدرسوں مثل بریلی یا اگر ہاروڑ کی کالج میں داخل ہونے کی عرض سے جایا کر نیکی اور وہاں جا کر شہرت اور عزت حاصل کر نیکی آج کل طلبا کا دستور ہے کہ اگر اونکو کسی چھوٹی سی نوکری کے ملنے کی بھی توقع ہو تو وہ فوراً پڑھنا لکھنا چھوڑ کر چل دیتے ہیں پس میں اون طلبا اور اون کے ماباب سے جو بیان موجود ہوں اس بات کی ضرورت ظاہر کرتا ہوں اور یقین دلاتا ہوں کہ جس طالب علم کو اپنی تحصیل کی بدولت فخر اور عزت حاصل کرنی منظور ہو وہ اپنی تحصیل کو اچھی طرح پر کامل کرے اور حصول تکمیل اور سکو برابر جاری رکھے اور مجھ کو امید ہے کہ طالب علم تحصیل علوم میں ایسی کوشش کر نیکی اور ایسی فیصلت کے مرتبہ کو پہنچیں گے کہ وہ خاص اپنی زبان میں نہایت دلچسپ اور عمدہ مضامین کی کتابیں خود بھی تصنیف کر سکیں اور ایسا نام پیدا کریں جیسا کہ اونکے بھائی جواہل یو پ ہین پیدا کرتے ہیں میں اس بات نہایت خوش ہوا کہ جن لڑکوں نے اس وقت امتحان دیا اور نہیں سے سات لڑکے یونیورسٹی کے امتحان کی واسطے تحصیل کرتے ہیں اور میں امید کرتا ہوں کہ یہ سب ضرور امتحان میں کامیاب ہونگے اور سب لڑکے اونکی پیروی کر نیکی اور غالب ہو کہ آئندہ یونیورسٹی کے امتحان کو قواعد خطاب کو عطا کر نیکی باب میں ان ممالک کے زیادہ مناسب قرار دی جاوے گی اور پھر یہ بات ممکن ہوگی کہ بعض علوم کا امتحان انگریزی اور دیسی دونوں زبان میں ہو سکے گا ابھی یہ معاملہ گورنمنٹ کی زیر تجویز ہے اور اسپر گورنمنٹ غور کر رہی ہے مگر اس امر کے واسطے یہ بات

ضروری ہے کہ ویسی زبان میں ایسی کتابیں تالیف کی جائیں جو درس کے لیے اور علوم فلسفہ ریاضی وغیرہ کی تعلیم کے لیے مفید ہوں جب میں علمی جلسے سے ملنے گیا تو خود اونکی جانب سے جو التماس میرے روبرو پیش ہوا اوسمیں ایک بات کے دیکھنے سے میری طبیعت بہت خوش ہوئی یعنی اسی مقصود کی تکمیل کی نسبت ایسوسی ایشن نے اپنا پکا عندیہ بیان کیا حقیقت میں ایک قوم کے واسطے یہ بڑی نلت اور خفت کی بات ہے کہ خاص اوسکے دیس کی زبان میں عمدہ کتابوں کے طالب علم کو ایسی قلت ہو بلکہ ایسی تصنیفات مطلقاً میسر نہ آویں مجھکو بڑی توقع ہے کہ تمہاری ایسوسی ایشن اور اون طلباء کی کوششوں سے جو اس مدرسے میں یا اسی قسم کے کسلی اور مدرسے میں تعلیم پاتے ہیں اس بڑی قباحت کو رفع کرنے میں بڑی کامیابی حاصل ہوگی

علاوہ اسکے مجھکو امید ہے کہ تم سب صاحب حتی الامکان عوام الناس کی تہذیب و تربیت میں دل سے کوشش کرو گے چنانچہ جس قدر تم لوگوں میں سے زمیندار ہیں وہ حلقہ بندی یعنی دیہات کے مدارس کے قائم کرنے میں اس طرح پر سرکاری مدد کر سکتے ہیں کہ اون مدرسوں کو طلباء کی تعداد زیادہ کرنے اور اون مدرسوں کی ترقی اور بہتری میں سعی و کوشش کرتے رہیں اور تم سب صاحبوں میں ایسا کوئی نہیں جسکو تھوڑا بہت رعب و دبدبہ حاصل نہ ہو جبکہ بڑا و مناسب طور سے اس طرح پر ہو سکتا ہے کہ تم طالب علموں کی حاضری کی تعداد میں ترقی کی نسبت کوشش کرو اور مدرسوں کو خود جا کر اپنی آنکھ سے دیکھو اور جہاں تک ممکن ہو اون میں مدد و وسپاس صورت میں تم اس لحاظ سے گونہٹ کر مددگار ہو سکتے ہو کہ جو لوگ تم سے کم رتبہ ہیں تم اون میں فوائد تعلیم شائع کرتے رہو۔

اور مجھکو یہ بھی توقع ہے کہ تمہاری ایسوسی ایشن اور اس مدرسے سے جسکو ایک ہندوستانی بیگم نے قائم کیا ہے عورتوں کی تعلیم کے رواج میں بھی کوئی بات پیدا ہوگی میں تمکو جلسہ انسٹیٹیوٹ میں آج ہی اسباب آگاہ کر چکا ہوں کہ عورتوں کی تعلیم نہایت موجب فخر و عزت ہو میں خوب جانتا ہوں کہ یہ بڑا نازک اور مشکل معاملہ ہے اور اوسکے اجرا میں بہت سی دشمنیاں پیش آویں گی چنانچہ علاوہ اوشکلوں کے ایک شکل یہ ہے کہ ویسی زبان میں ایسی کتابیں موجود نہیں ہیں جن سے عورتوں کو کچھ نفع حاصل ہو یا اونکی عقل کو ترقی ہو مگر امید ہے کہ آئندہ

یہ اور کلین تبدیلیج رفع ہو جاوے گی بلاشبہ اس باب میں خواہ مخواہ مجوز ہونا اور یک سخت اوسکے درپے ہونا متفقنا
 دانشمندی کے خلاف ہی اور فی نفسہ ناجائز ہے گو نرسٹ ایسے مقصد اور تدبیروں کو کبھی نہیں پسند کریگی بلکہ اس کی
 تحریک خود تمھاری ہی طرف سے ہو سکتی ہے اس وقت میں تمکو صرف ایک ندامت کی بات یاد دلانا ہوں بہر حال تم
 جہان علم و اخلاق کا چرچا ہو عورتیں گھر کا نور اور مسکن کی زیب و زینت ہوتی ہیں پس کیسی شرم کی بات ہو
 اوس ملک کو لیے جہان وہی عورتیں ظلمت و جہالت کو بخبرہ میں محروم و مایوس مقید رہیں۔

اے میرے دوستو جیسے خشک اور نیچر خط زدہ اضلاع میں آج کل میرا گذر ہوا ہے جہاں تک سوکھی ساکھی کھیتوں پر
 میسری نظر پڑی ہے اونسکے دیکھنے سے مجھکو یہ تشبیہ یاد آتی ہے کہ جو ملک بے تہذیب اور نئے علم ہو
 وہ ایک ایسا ہی خشک اور زنی ثمر نیچر خط ہے پس جب ایسے خطے میں کوئی ایسا دریا لایا جاوے جو موجب سرسبزی
 و شادابی ہو اور جسکے لانے کی اسی ملک میں اب امید ہے کیا وہ کچھ اثر نہ بخشنے گا بلاشبہ حسب طرح اوس نہر کی عمدتاً
 اوس خطے کی حیات اور کثرت پیداوار کا باعث ہوگا اسی طرح ہلکو بھی امید کرنی چاہیے کہ یہ جلسہ اور اسی قسم کے
 اور جلسے علم و شایستگی کے دریا کو بہت جلد طغیانی بخشینگے اور اوسکی بدولت تمھارے تمام گروہوں کی حالت
 بدل جاوے گی اور جنوبی سرسبزی و شگفتگی پھیل جاوے گی۔

مسٹر رابرٹ مینڈرسن صاحب اور کمیٹی کی درخواست کو بموجب اب میں یہ بات اکتا ہوں کہ آج یہ عمارت
 تعلیم کے واسطے کھولی گئی۔

۴ اوس وقت ضلع بھونر نایت خشک سال میں مبتلا تھا اور تعمیر ننگ مشرقی اوسن تیر تیر تھی کہ جسکا اشارہ اس موقع پر کیا گیا۔

نمبر ۳

در بارہٴ تمام بریلی

۴- دسمبر ۱۹۶۸ء

۴۔ دسمبر ۱۹۶۸ء کو حضور نواب لفٹنٹ گورنر بہادر مالک مغربی و شمالی نے مقام بریلی میں ایک بار منعقد فرمایا جب سب لوگ نذر دکھا چکے تب صاحب سکرٹری بہادر کے ارشاد سے شیخ خیر الدین احمد خان بہادر اور لاکھپھین زاین اور بابو گنگا پرشاد پیش ہوئے اور جناب نواب لفٹنٹ گورنر بہادر نے زبان اردو میں یہ تقریر فرمائی

اسپیچ

لے راجگان و رئیسان و تعلقداران روہیلکھنڈ

میرا منشا یہ ہے کہ اس وقت ان تینوں شخصوں کی اونکے ہموطنوں کے سامنے غت کروں اور اس لیے میں نے تجویز کی کہ اس دربار عام میں اونکو خلعت امتیاز عطا ہو جو محنت اور کارگزاری انہوں نے لڑکیوں کی تعلیم کی نسبت ملی میں کی ہے اوسکی رپورٹ گورنمنٹ میں پہنچی اور جناب ڈومینڈ صاحب لفٹنٹ گورنر سابق ممالک مغربی و شمالی نے جنگی جگہ اب میں ہوں اونکے حسن کارگزاری کے جلد وہی میں اپنے جانے سے کچھ پیشتر یہ حکم دیا کہ اونکو خلعت عنایت ہو۔

چونکہ سبب رواج اس ملک کے مجھے یہ موقع ملا کہ لڑکیوں کے مدرسوں کا امتحان لون اور کارگزاری اور محنت مذکور کی حقیقت حال دریافت کروں یا اوس مطلب کو واسطے کسی عمدہ دار سرکاری کو اس کام کے لیے بھیجوں میری درخواست پر لیڈی صاحبہ مع اوسیم صاحبوں کے جو لشکر اور بریلی میں موجود تھیں دو شریف برس کی سینڈ اور ایک مسلمان کے گھر میں گئیں جہاں سب لڑکیاں جمع ہوئیں تھیں اور نیز مستورات کا ایک گروہ جو اوس امر کا

شوق رکھتی ہیں وہاں تھا لیڈی صاحبہ کے بیان سے معلوم ہوتا ہے کہ درباب تعلیم کے حقیقت میں کچھ گارگرازی ہوئی ہے اور یہ کہ مستورات خود اپنی لڑکیوں کی تعلیم چاہتی ہیں اور اس سبب آئندہ اونکی تحصیل تعلیم کی ترقی کی امید ہے اور فی الواقع سیکڑوں لڑکیاں جنہیں عزت دار اور اشراف بھی ہیں اچھی تعلیم کی تحصیل میں مصروف اور سرگرم ہیں پس اس تعلیم کے اجراء سے میں مطمئن ہوا اور کچھ نامل اسمین باقی نہ رہا کہ جن شخصوں کی محنت اور امداد سے اسکی ترقی ہوئی اعلان کے ساتھ اونکی عزت کیجاوے اسے رُوساے روہیلکھنڈ میں چاہتا ہوں کہ عورتوں کی تعلیم کے فوائد کے باب میں کچھ مختصر بیان کروں جو عقل اور فہم خدا نے مردوں کو دیا ہے اسی قسم کا عقل اور فہم اوس نے عورتوں کو بھی دیا ہے پھر ہر ملک میں یہ بات تسلیم کی گئی ہے کہ صرف تعلیم اور تربیت سے اوس عقل اور فہم کی تکمیل اور رونق ہوتی ہے پس جب تم مستورات سے تعلیم کے فوائد باز رکھتے ہو تو تم اونکے علم اور روحانی کے خارج ہو اور فہم اور ادراک کی ترقی کو روکتے ہو پھر یہ بھی ہر کہین مسلم ٹھہرا ہے کہ عقل اور علم کے جو لڈائز ہیں وہ لڈائز نفسانی سے بہت برتر اور عمدہ اور انسانیت کو کمال سے زیادہ موافق ہیں پس کیا مناسب اور لائق ہے کہ جو تکوین سے غریزہ ہیں اونکو اس لڈائز کے احاطہ سے باہر رکھو رُوساے روہیلکھنڈ تمام ہندوستان میں اپنی فیاضی اور بہادری سے مشہور ہیں کیا اس بہادری اور فیاضی کے لائق یہ ہے کہ اونکو تاریکی جہالت میں نور اور روشنی سے محروم رکھو عقلی قوت جسکی تم اپنی مستورات میں غفلت رکھتے ہو وہی شے ہے جس سے حیوان اور انسان میں امتیاز ہوتا ہے اور یہ کام نالائق اور ظلم کا ہے کہ اونکو اوس تعلیم سے باز رکھتے ہو کہ جس سے اونکی عقل تکمیل کو پہنچ سکے۔

سچ ہے کہ گورنمنٹ لڑکیوں کی تعلیم کی ضرورت کو تسلیم کرتی ہے تاہم گورنمنٹ کو خوب معلوم ہے کہ اس امر میں نہایت مشکلات ہیں لیکن یہ مشکلات باقی نہیں گی اگر تم خود لڑکیوں کی تعلیم کے قائل ہو کر اس امر میں کوشش کرو گے اور ظاہر ہے کہ صرف اپنی تنہی اور کوشش سے اسمین کچھ کامیابی ہو سکتی ہے حضرت ملکہ مظفر انگلستان اس بات کی نہایت مشتاق ہیں کہ ہندوستان کی مستورات کو تعلیم کے فوائد حاصل ہوں باوجود اسکے اونکا

یہ منشاء مطلقاً نہیں ہے کہ اسمین کسی ایسے امر میں اقدام کیا جائے جو تمہاری خواہش کے خلاف ہو یا تمہاری عدم رغبت ہو کوئی بات مخالف نکلے بعض حکام انگریزی نو ایں نتیجہ عمدہ میں پیروی کی ہو خصوصاً منسٹر جان گلکس صاحب ہارڈی جو سابق مجسٹریٹ اور کٹر تھی اور جب کی توفیق میں تم خود ایک اسکول کی تعمیر کا ارادہ کرتے ہو جسکی بنیاد ڈالنے کو میں کل آؤنگا اور امید ہے کہ اس جگہ تم سبھوں سے ملاقات ہوگی مگر جو کچھ انداز حکام سے ہو اسمین شبہ نہیں کہ شروع اور صلہیت اس معاملہ کی تم ہی لوگوں سے ہو سکتی ہے اور اگرچہ سرکار اسمین نجات کر سکتی ہے پر انجام اس امر کا خود تم ہی لوگوں کا کام ہے پس یہی سبب ہے کہ میں نے چاہا کہ ان تینوں شخصوں یعنی شیخ خیر الدین احمد خان بہادر اور لالہ پھین اٹن اور بابو گنگا پرشاد کی اس وقت عزت کروں جنھوں نے اس امر میں تقدیم کی اور اونکو اس دربار عام میں خلعت دون اور انشاء اللہ جب پھر میں بریلی میں آؤں تو اس وقت بہتوں کو ایسا پاؤں جو لائق خوشنودی سرکار ہوں اور اس امر میں شوق اور کارگزاری کرنے سے اور اس کوشش اور محنت کے سبب سے تعلیم اور روشنی نصیری مستورات کی جو اس روہیکھنڈ میں ہے نتیجہ دکھیوں۔

نمبر ۴

انگلکس صاحب بہادر کے مدرسہ کی بنیاد ڈالنی

ماہ دسمبر ۱۹۰۶ء

حسب درخواست رؤسائے شہر بریلی جناب نواب لفظنت گورنر بہادر ۵۔ دسمبر ۱۹۰۶ء کو صبح کے وقت انگلکس اسکول کی تعمیر کی بنیاد ڈالنے کو اسکے موقع پر تشریف لگئے جہاں شہر کی خاص خاص میونسپلٹی نے حضور مدوح کا استقبال کیا اور لاکھچھین نرائین رئیس ساہوکار بریلی نے ایڈریس پڑھی بعد اسکے حضور نواب لفظنت گورنر بہادر نے مدرسے کی بنیاد ڈالی اور جب سب لوگ پھر اپنی اپنی جگہ پر بیٹھ گئے تو حضور مدوح نے زبان اردو میں حسب تفصیل ذیل خطاب فرمایا

اس صبح

اے رؤسائے شہر بریلی تم نے کہا کہ میرا آنا اس کام کے لیے تمہارے افتخار اور اغزاز کا باعث ہو مگر میرے نزدیک حقیقت حال یہ ہے کہ میرا اغزاز اور افتخار اس بنیاد کے پتھر رکھنے سے اس موقع پر ہوا۔ اے رؤسائے بریلی جو تم نے تجویز کی ہے کہ یہ عمارت جسکی بنیاد کا پتھر میں نے ابھی رکھا جان انگلکس صاحب بہادر کے نام سے مشہور ہو سوا چہی تجویز کی ہے کس واسطے کہ صاحب موصوف نے اس شہر پر انواع انواع اور بڑے بڑے احسانات سابق میں کی ہیں جب وہ غدر کر کے بریلی میں آئے ہیں اگر اس وقت غدر کا کچھ اشارہ کرتا ہوں تو موقع وقت اور مقصد صرف یہی ہے کہ اون اشخاص کا ذکر یاد کروں جنہوں نے سرکار کے حق میں نمک حلالی اور بہادری کا عمدہ و اعلیٰ نمونہ دکھایا چنانچہ بعض بیان ایسے غت دار موجود ہیں جن انگلکس صاحب بہادر محطیر ٹی کے عمدہ پر تہیان آئے اور فساد کے بعد

انھوں نے اپنی اعتدال اور انصاف سے سرکار اور رعایا دونوں کو حقوق کی رعایت کی اور فتح کو ساتھ رحم کو فراموش کیا۔
 صاحب موصوف نے اس شہر کی رونق اور آراستگی کے واسطے بہت کوشش کی جو عمارت عمدہ و اعلیٰ خلقت کے
 فائدے کے واسطے بنائی گئی ہیں اور جنکے سبب سے یہ شہر تمام ہندوستان میں ممتاز اور مشہور ہے وہ
 جان انگلس صاحب بہادر اور ایڈورڈس صاحب بہادر کی تجویز اور محنت سے تعمیر ہوئی اور جیسی یہ ظاہری رونق
 شہر کی ہے ویسی ہی اوسکی عقلی بہتری کے واسطے بھی پیروی کی میں نے کل دربار کے وقت جو انھوں نے
 لڑکیوں کی تعلیم کے باب میں کوشش کی اوسکا ذکر کیا اور جو امر متعلق آسایش خلقت اور ترقی تہذیب اخلاق
 باب میں ہو سکتا ہے جان انگلس صاحب نے ہر طرح سے اوسمیں امداد کی پس جب صاحب ایسے
 فائدہ رسان ہو تو اس مدرسے کو صاحب کو نام سے نامزد کرنے میں تم لوگوں نے مناسب کام کیا اس مدرسے
 غرض یہ ہے کہ بڑے مدرسے یعنی کالج کا شعبہ ہو اور وہ ہے کہ کالج کے جو نیچے درجات تعلیم کی ہیں وہ اس سے
 جدا ہو جاویں اس واسطے کہ اوسمیں سوائے درجات اعلیٰ کے اور ونکی گنجائش نہیں اس مطلب کو لئے
 ضرور ہے کہ دو ایک اچھی شاخیں تعلیم کے واسطے شہر کی بعض جگہوں میں ہوں اور ان شعبوں سے یہ پھیلا سکتا
 جو تم لوگوں کے شوق اور فیاضی سے اب تعمیر ہوا چاہتا ہے میں نیک ذکر کیا کہ مستورات کی تعلیم ایک مشکل ہے
 اور اوسمیں ترقی تدریج ہو سکتی ہے جو کوئی عمارت عالی کے اوپر چڑھے تو زمین کے ذریعے سے درجہ بدرجہ
 محنت کر کے چڑھ سکتا ہے سو یہ حال لڑکیوں کی تعلیم کا ہے بخلاف اسکے لڑکوں کی تعلیم میں کوئی ایسا
 مشکل نہیں مدرسوں میں وہ نہایت اشتیاق سے جوق جوق آتے ہیں اور اس بڑے شہر میں جسمیں تقریباً
 لاکھ باشندے کے ہیں گنجائش ہے کہ مدرسے کے کئی ایک شعبے ہوں اور امید ہے کہ رفتہ رفتہ تم لوگوں کی
 فیاضی اور سخاوت سے بنجاوینگے البتہ یہ ایک امر نیک ہے جسمیں اپنے مال سے امداد کرنی سب سے بہتر ہے
 ابھی لوگ اسکو ایک امر ثواب کا تسلیم کرتے ہیں اور مال اور روپیہ ایسی لٹی ہو گیا عطا ہوا کہ ایسے ایسے امور نیک
 اور ثواب میں خرچ ہو جتنے اشراف لوگوں نے اس مدرسے کی تعمیر کے واسطے چندہ دیا ہے اور کانام ہمیشہ باقی رہے گا

کہ وہ ایسے لوگ ہیں جنہوں نے اپنے شہر کے فائدے میں خرچ کیا ہو چنانچہ بعضوں کو نام کا جنھوں نے پانچ سو روپے یا زیادہ دیا ہو اس وقت عزت کے لیے ذکر کرتا ہوں نواب رامپور نے پانچ ہزار روپے اور راجہ شیوراج سنگھ راجہ کاشی پور اور راجہ کالکا پرشاد اور بابو گنگا پرشاد نے ہزار ہزار روپے اور مادھو راؤ اور قطرب الدین احمد اور لالہ کچھمیں نرائین اور محمد عثمان خان اور محمد علی صغرخان نے پانچ پانچ سو روپے دیا اور اکثر روساؤں نے زکوٰۃ بڑے فخر کا مقام ہے کہ اس طرح سے زائد از پندرہ ہزار روپے اس میں سو کیو اسطی جمع ہوا مجھے یقین ہے کہ اینہ مال کو اس طریقے سے خرچ کرنے میں حقیقی خوشی بوجہ بنائے تمہاری دل کو ہوگی بہ نسبت اس کے کہ شادی اور واپس تماشوں میں وہ روپی خرچ ہوتی ہیں قرآن میں ایک آیت ہے جس کا مطلب بہت مفید ہے وہ یہ ہے **وَلَا تُبْكَرُوا بَيْنَ يَدَيْ سَيِّدِكُمْ** ان کے بڑے مال کو فضول خرچ کرتی ہیں وہ بھائی ہیں شیطانوں کو اور ان الفاظ سے البتہ ایک بھاری نتیجہ نکلتا ہے اور سید کہ تم لوگ سپر لگا کر یاد رکھو خدا کی جو مال اور دولت بخشی سوا اس کے خرچ کرنا زمین تم جو ابے ہو اور امید ہے کہ جیسا تم لوگوں نے اس نیک کام میں اپنا مال خرچ کیا آئندہ ایسی ایسی فیاضی اور نیک کاموں کی امثال بہت ہوں گی۔

اور یاد رکھنا کہ نہ صرف اپنے مال سے مدد ہو سکتی ہے بلکہ اپنے اپنے رعب و اختیار سے امداد کر سکتے ہو خصوصاً تم لوگوں میں جو تعلق دار ہیں اپنی اپنی رعایا کے حق میں بہت اعانت کا اختیار ہے یہ تمام خلقت مہیات میں بے علمی اور جہالت میں پڑی ہے جنکی تعلیم میں کوشش چاہیے اور اس موقع پر مجھ پر یاد آتا ہے کہ جو تمہارا شہر اپنی عمارات وغیرہ سے معروف ہے سو میرے نزدیک کوئی زیادہ رونق بخش نشان آسمین چھبیس طامسن صاحب در کی قبر سے زیادہ نہیں ہے جو یہاں موجود ہے جنھوں نے ان دیہاتی مدرسوں کی بنیاد ڈالی اور جب کا نام نہ صرف اس نواح میں مشہور ہے بلکہ تمام ہندوستان میں اور انکی تعظیم و تکریم ہوتی ہے جس طرح اہل اسلام اپنے پیروں کی قبروں کی زیارت کرتے ہیں اسی طرح وہ لوگ جو انکے دوست ہیں اور انکے نام سے محبت رکھتے ہیں اور جنکو اس ملک کے ہادی اور فیض رسانوں کی یادگار کی شوق ہے ان کی قبر کی زیارت کر کے

اسید ہے کہ اونکے نقش قدم پر چل کر تم لوگ جہانتک اختیار رکھتے ہو دیہات کی رعایا کی تسلیم اور
 روشنفرمی کے لیے کوشش کرو گے اس ضلع میں حلقہ بندی کے مدرسے قلیل اور منتشر ہیں بندوبست چال میں
 جو ملکتوں کے لیے انتظام ہوا ہے اسکی سبب سے انکی افراط ہوگی مگر تمہیں لوگوں سے سرکار کی امداد اور اعانت
 ہو سکتی ہے کہ جسے سبب رعایا بخوبی اور رغبت سے اونیں تعلیم پاویگی اب تقریر کو ختم کرتا ہوں اور پھر میں
 آپ لوگوں کی ملاقات سے اور اس عزت سے جو تم نے مجھے دی کہ تمہارے بلاؤں سے میں اس اچھے کام کے
 آغاز میں قدم رکھا اپنی خوشی ظاہر کرتا ہوں پھر اگر خدا چاہے کہ تم لوگوں میں آنے کا اتفاق ہو تو اس جگہ
 جہان میں بنیاد کا پتھر رکھا اسید ہے کہ ایک عمارت وسیع اور خوبصورت دیکھو ان اور اسکو محنتی طالب علموں
 بھرا ہوا پاؤں۔

نمبر ۵

شاہجہان پور کا انسٹیٹیوٹ

ماہ دسمبر ۱۹۶۸ء

۱۹- دسمبر ۱۹۶۸ء کو حضور نقیٹ گورنر بہادر مالک مغربی و شمالی نے ضلع شاہجہان پور کے مشہور ریسیون کی درخواست پر شہر کے مدرسوں کے مکان میں دن سو ملاقات فرمائی اور اس مقام پر کئی سرشتہ تعلیم اور مجلس علمی کے ممبروں کی جانب سے ایڈریس پڑھی گئی۔
بعد ازاں صاحب موصوف نے بزبان اردو یہ تقریر کی۔

لے رُوساے شہر اور تعلقہ داران ضلع شاہجہان پور جو بیان بطریق انجمن اور کمیٹی تعلیم کے جمع ہو
میں تمھاری درخواست سے بیان آیا ہوں اور اس وقت جو دو عریضے تم دونوں کی طرف سے پڑھے گئے
اور اس سے انجمن اور کمیٹی کے مقاصد اور جو تمھاری پیروی سے ترقی ہوئی مجھ پر واضح ہوئی ایسے موقع پر
تم لوگوں سے ملاقات ہوئی میری عین خوشی اور عزت کی بات ہو اور میرا ارادہ ہے کہ اس وقت بی تکلف تقریر
کروں اور بعض امور جن میں میری نزدیک اصلاح مناسب ہو اور سکا کھلا کھلا ذکر کروں اور مجھے یہ کہنا ہے
کہ اس انجمن کے قیام سے مجھے خاطر جمع اور باعث میری خوشنودی کا ہے میں تسلیم کرتا ہوں جو تم نے عریضے میں لکھا
کہ ایسے ایسے امور جو تہذیب اخلاق اور فوائدِ خلقت سے تعلق رکھتے ہیں ان کو باب میں بحث کرنی بہت مفید ہے
اس واسطے مجھے اس انجمن سے توقع اور امید ہو کہ روساے شہر کے ولوں میں اس کی تاثیر سے تعلیم کے باب میں
محنت اور سرگرمی اور خلقت کی بہتری کے لیے جو جو اور ہو سکتا ہو اس کی سعی اور کوشش کی ترقی ہو۔

میرے دوستو البتہ تمھاری کوشش اور سعی مطلوب ہی باوجودیکہ اس شہر شاہجہانپور کے لیے ایام گزشتہ حکام کی طرف سے تعلیم وغیرہ کے باب میں نہایت اہتمام اور کوشش ہوئی تو بھی آپ لوگوں میں کچھ سستی اور کمی ترقی کی پاتا ہوں کتنے حکام نے قابلیت اور ہمت سے اس ضلع کی بہتری کے لیے نہایت سعی کی سب لوگوں کے دلون میں جناب جمس بارنس صاحب بہادر مرحوم کا نام یاد آتا ہوگا کیونکہ انھیں کی پیروی ہی یہ درس و تبحر اور خوبصورت تعمیر ہوا اور جو جو بڑے احسانات کیا شہر اور کیا مفصل پراونھوں نے کیے سب بظاہر اور بہتر اور اوسن بھی بیشتر تیس برس کا عرصہ ہوا کہ اول مرتبہ مجھے اس ضلع میں آنے کا اتفاق ہوا تھا جب میں بھائی جمس ولیم میور صاحب اور مرحوم ضلع کے بندوبست میں مصروف تھے جو کہ اب منقضی ہو چکے اور اوس بندوبست کی خوبی اور نرمی کے سبب سے ان کا نام ضلع میں باقی ہے ایسی ایسی یادگار یوں کہ سب سے اس ضلع کی بہتری کے لیے نہایت میرا دل لگا ہے اور جو حکام خدا کی عنایت سے اب زندہ اور موجود ہیں یعنی پروین صاحب بہادر اور میری دوست فنڈل ماسن صاحب بہادر جو تمھاری انجمن کے معزز ممبر ہیں اور نیز آئریبل آرڈر منڈ صاحب بہادر جو اب تمھاری کوشش میں وہ جب جمی کے عہدے پر بیان تھے ہر امر مفید میں انھوں نے کوشش کی پس ایسے ایسے حکام نے ایسی کوشش اور پیروی کی کہ اور کوئی اوس سے زیادہ نہیں کر سکتا۔

تو بھی جب میں یہ سوال کرتا ہوں کہ ایسی ایسی سعی اور کوشش کے باعث فائدہ جیسا کہ چاہیے شاہجہانپور کو ہوا تو مجھے خواہ مخواہ اسکا یہی جواب دینا پڑتا ہے کہ نہیں ہوا مثلاً تعلیم کے باب میں مجھے افسوس ہے کہ کوئی ایک بھی لڑکا اس ضلع کا تعلیم یافتہ ایسا نہیں ہے جس نے یونیورسٹی کا امتحان دیا یا اسکے دینے پر مستعد ہے اور ہر کہیں میں دیکھتا ہوں کہ خلقت تعلیم کے لیے مستعد اور خواہان ہے اور کچھ ترقی بھی ہو رہی ہے اور اوسکی راہ میں انھوں نے قدم مارا ہے لیکن بیان بجز اسکے کہ میرے آس پاس تم لوگ انجمن اور کمیٹی کے شوق کی امید کے نشان موجود ہو اور کچھ ترقی اور سرگرمی کا اثر نہیں۔

بیان ایسی ناکامیابی کا ایک سبب وہ ہو جسکو میں نے کل تاکیداً خود طلبہ سے کہا کہ تعلیم کو جلدی چھوڑ دینے

اور دل نہیں لگاتے جب کوئی چھوٹا عمدہ یا کوئی کسیدر کا کام اونکے لیے موجود ہو تو مدرسے کو چھوڑتے ہیں
 اور تحصیل علم سے غافل ہو جاتے ہیں قبل اسکے کہ اونکی تعلیم قریب تکمیل کے پہنچے اور اس سبب سے خواہ مخواہ
 کچھ فائدہ اور کامیابی حاصل نہیں ہوتی مگر اصل حال یہ ہے کہ اس عیب کا اصلی الزام تمہیں لوگوں کے ذمے ہے
 جو اونکے ماباپ ہونے تمہارے لڑکوں کے ذمے تم مدرسے اور کالج میں اپنے لڑکوں کے خرچ سے دریغ کرتے ہو
 جب کوئی صورت کسی لڑکے کی نظر آوے تو نہایت خوشی سے اونکو خرچ سے سبکدوش ہونی کی طرف جاتاؤ
 حالانکہ تمہارے لڑکوں کے حق میں اور صورت کو طریقے چاہیں اور اگر تم اونکی سچی بہتری چاہتے ہو تو چاہیے کہ جب
 تحصیل علم بخوبی نکر چکین انکو ملکت سے جانے نڈو اور بعد اسکے جو لوگ تم میں صاحب استطاعت ہیں وہ اپنے
 لڑکوں کو اسکی ترغیب دین کہ وہ بریلی کالج یا روڑکی کالج میں جا کر اپنی تحصیل کو کامل کریں اور یونیورسٹی میں
 امتحان دین سب سے اچھی وصیت جو تم اپنے لڑکوں کے لیے کر سکتے ہو یہ ہے کہ انہیں تربیت اور تعلیم حتی الوسع
 سے اچھی ملے اور اگر حقیقت میں اونسے کچھ محبت حقیقی رکھتے ہو اور اونکی ترقی چاہتی ہو تو بالضرور یہ طریقہ پسند
 سوا اسکے مجھے ایسا احتمال ہے کہ اور شہرون اور اضلاع کی نسبت یہاں ایک طرح کی تنگدلی کی بوہے
 اور شہرون میں مقاصد تعلیم وغیرہ کے لیے اشرافوں نے اپنی خوشی اور رغبت سے روپیہ جمع کیا ہے لیکن اسباب میں شاہجہانپور
 شہر میں کسی قدر اب تک کوتاہی ہوئی ہے اس شہر میں جو کچھ عمل میں آیا ہے وہ حکام ہی کی طرف سے اور اونکی سعی سے ہے
 نہ اس شہر کے لوگوں کی طرف سے بلکہ یہاں کے باشندے ایک صورت کی غفلت سے یہ دیکھتے ہیں اور ہاتھ نہیں لگاتے
 یہ موقع نہیں ہے کہ اس جگہ میں اپنی نارضا مندی کا اظہار کروں اس لئے کہ یہی پرکھنا کرتا ہوں کہ خدا چاہے تو پھر
 شاہجہانپور میں اُون اور سخاوت اور فیاضی کی نشان بہت لوگوں میں ایسے دیکھوں کہ لائق تحسین اور صلہ کے ہوں
 ظاہر ہے کہ جو حال اب دیکھتا ہوں باعتبار اوکے شاہجہان پور سہری کی دوز میں اور ضلع سے بھیچے رہتا
 اندون میں بجز اسکے کہ اولاد کو تعلیم میں ترقی اور فضیلت ہو کچھ عمدہ اعلیٰ اور عزت کی امید نہیں اور ضلع میں
 تعلیم کی ایسی نعمتیں اور فوائد بہ کثرت ملتے ہیں مگر اس ضلع سے جیسا میں ذرا پہلے کہا ہے ایک طالب علم یونیورسٹی کو امتحان

قاصر ہا چاروں طرف اگر دیکھیے تو کون کون ایسے ہیں جو عمدہ اور خدمات کو حاصل کر نیکی بہت کرتے ہوں جیسے کہ بنگال کے بابوؤں کی اولاد وہ جوق جوق سے عمدے پاتے ہیں جسکی پانے کی تمھاری اولاد تو حق ہیں اور یہی حال ہیگا جو جنوبی اسی اور محنت نکر دے تو آخر کار جو عزت اور ترقی کی نعمتیں تمام دنیا میں ہیں ان سے تھوڑی ہی عرصے میں تمھاری لڑکے بالکل محروم رہینگے۔

میرے دوستو خدا نے ہمیں مال اور دولت اس واسطے نہیں دی ہے کہ صرف اپنے عیش و عشرت میں صرف کرین بلکہ اس واسطے دی ہے کہ خلقت کو اس سے فائدہ پہونچے اور اس لیے کہ ہمارے بعد کوئی حقیقی نیکی باقی رہے چاہیے کہ تمھارا قصد یہ ہو کہ اپنا اسباب اور مال اس طرح خرچ کرین کہ جب ہم اس دنیا سے فانی سے رحلت کریں تو اور لوگوں کو اس کے سبب سے بہتری ہو اور ہماری اولاد بہ نسبت ہم لوگوں کے ترقی پاوی تاکہ ہماری نسل اس سبب سے ہماری یاد شکر گذاری سے کرین نہ افسوس سے آگے کو سب امور میں مقدم رہے نہ یہ کہ سبھوٹے سے چھپے۔

میں اس سبب سے اس انجمن کی تقریر سے خوشنو وہوں اور امید ہے کہ اس سبب سے تعلیم کو کارخانہ کی بہبودی ہو اور سی غفلت کا الزام جواب بیان پر عائد ہو وہ دور ہو جاویں گونٹ ذہان تک ہو سکا اس امر میں اپنا کام کیا اس میں کسی کو کچھ نہ ہر پورہ سالانہ خرچ کیا جاتا ہو اس سے فائدہ حاصل کرنا اور یہ کہ تمھاری اولاد کو تحصیل علم میں رغبت پیدا ہو تمھارا کام ہے۔

مجھے مسرت ہے کہ اس انجمن کے ذریعے سے تعلیم نسوان کو باب میں اب کسی قدر لوگوں میں رغبت اور شوق پیدا ہوتا ہے اور امید ہے کہ تم اس باب میں سعی کرو کہ لڑکیوں کی تعلیم عوام الناس میں رائج ہو اور یہ اختصاص تمھارا ہی کام ہے اور تمھارے گھرانوں کو لیے بہت مفید و ضروری ہے جب والدہ نے خود تعلیم پائی تب وہ اپنی اولاد کو نہایت عمدہ تعلیم کر سکتی ہے اور ہم لوگوں کو نیز یہی قاعدہ ہے کہ جو تعلیم والدہ اپنی لڑکوں کو دیتی ہے اس سے اور کوئی تعلیم عمدہ نہیں ہوتی بلکہ وہ سب تربیت کی بنیاد بنتی ہے لیکن جب تک تم اپنی مستوات کو تعلیم نہیں کرتے اپنے لڑکوں سے یہ بڑا فائدہ بالکل نسبت نہا بود کرتے ہو۔

پھر ایک بار میں کہتا ہوں کہ اس مجلس میں تم لوگوں سے ملاقات کرنا مجھے نہایت دلی خوشی ہوتی تو یہ ہے کہ جو یہ دل لگا کے اسکو سوچو اور تمھیں اسکا خیال اور فکر چاہیے کہ جب اور صنائع رو شغلی اور تہذیب اخلاق میں تھوڑے تھوڑے توشا ہما پورا زہیرے میں نہ رہی۔

نمبر ۶ تقریر علیگڑہ انسٹیٹیوٹ کے باب میں بتاریخ ۹ مئی ۱۹۰۷ء

راجہ ٹیکم سنگھ و راجہ جی کشن داس و دیگر صاحبان

اے میرے دوستو پریوٹ سکرٹری کی معرفت ہنئے راجہ صاحب کو یہ اطلاع دی تھی کہ ہم خانگی طور پر انسٹیٹیوٹ کا ملاحظہ کرنے کے ہلکے ہلکے اپنی فرصت پر یہ بھر دسہ نہیں تھا کہ ہم اس قسم کا جلسہ دیکھ سکیں گے جیسا کہ اس وقت ہماری سامنے ہوا مگر آج صبح کے وقت راجہ صاحب نے ذکر کیا کہ ممبر لوگ دور دوری آگئے ہیں راجہ صاحب کی اس تقریر کے بعد نئے نئے قبول کیا مگر ہلکے ہلکے نہیں تھی کہ ایسی ایڈریس پیش ہوگی جیسی ہمیں پیش ہوئی ہم عدیم الفرستی کے سبب سے کچھ خطاب کرنا نہیں چاہتے مگر پھر بھی بے تکلفانہ اور محض خانگی طور پر ہم کچھ گفتگو کرنا چاہتے ہیں۔

ہم اس وقت اس خوبصورت مکان کو دیکھنے سے نہایت خوش ہیں جس کا لطف بیان سے باہر ہو عمارت نہایت عمدہ ہے حکمت و کالات بقدر ضرورت موجود ہیں کتب خانہ آراستہ ہے انگریزی عربی فارسی اردو کتابیں موجود ہیں سامان آرائش زیب و زینت کو لائق موجود ہے چار برس ہوئے جب ہمارا اتفاق دوری میں بیان آئیکہ ہوا تھا اس وقت اس مکان کی بنیاد بھی نہیں تھی مگر اب ہم اس کو سب طرح سے آراستہ دیکھتے ہیں سب سب اسباب مہیا اور میسر ہے اس وقت ہم راجہ صاحب اور اس ضلع کو رئیسوں کی ملاقات سے بہت خوش ہیں انھیں لوگوں کی عالی ہمتی سے یہ سب سامان مہیا ہوا اور یہ لوگ نیک نامی کا نشان ہے اس مکان میں آنے اور باہر گفتگو اور بحث کرنے سے بڑی بڑی فائدہ حاصل ہوتی ہیں اس سے شونہنہ می اور کشادہ دلی پیدا ہوتی ہے راجہ صاحب نے جو یہ بیان کیا کہ سویٹوں کے مقاصد اور مطالب خصوصاً ملکی مقاصد ہیں ہم اس بات کو نہایت خوشی سے تسلیم کرتے ہیں بلاشبہ ایک جگہ جمع ہونے سے اور کمیٹی کرنے سے اور ملکی مقاصد پر بحث کرنے سے

گوہرمنت کو نہایت فائدہ ہے اور محکوم امید ہے کہ ایسے طریقے سے یوگا فیو ما سرکاری انتظام میں ترقی اور بہتری ہوگی سرشتہ مال اور دیوانی کو اور خصوصاً سرشتہ تعلیم کو جسکا کچھ ذکر ہم آئندہ کرنیکے بہت فائدہ ہوگا خصوصاً جس حالت میں کہ نئے نئے قوانین و پیش ہون تو آپ لوگوں کی معرفت اہالیان ہندوستان کی راہی اور صلح دریافت ہو سکتی ہے اور عوام الناس کے دل سے شہہ اور وسوسہ دور ہو سکتا ہے اور اہلینان پیدا ہو جاتا ہے کہ سرکار انگریز کو بجز رعایا کی بہتری اور آسائش اور ترقی کے کوئی دوسرا مطلب نہیں سوا اس طور ہی آپ لوگوں سے گوہرمنت کو بڑی معاونت اور امداد ہو سکتی ہو اور فی الواقع ہوتی بھی ہے۔ پھر راجہ صاحب نے جو بیان کیا کہ سوہیٹی کا یہ مقصد نہیں ہے کہ علوم مغربی یعنی انگریزی کی تعلیم کو تہ وبالا کرے میں اس بات کو بھی تسلیم کرتا ہوں بیشک اس میں کچھ شبہ نہیں کہ سوہیٹی کا یہ مقصد نہیں ہے اور جیسا کہ راجہ صاحب نے فرمایا وہی علوم مغربی کا ترجمہ سے بہت فائدہ ہوگا سوہیٹی نے جو انگریزی کتابوں کا ترجمہ اختیار کیا ہے بلاشبہ وہ بہت نافع ہے مگر انگریزی میں ایسی کتابیں بہت کم ہیں جنکا ترجمہ لفظی کارآمد ہو تھیں ہم بیان کرتے ہیں کہ علم فلسفہ کا ترجمہ لفظاً لفظاً کارآمد ہوگا علم مغربی کی جن کتابوں میں اوس ملک کو لئے یعنی یورپ کو جن اصطلاحات اور متعارف اشارہ کیا گیا ہے وہ اس ملک کو لئے مفید نہ ہونگے ہم مثلاً بیان کرتے ہیں اور اصول کی بات ہو کہ ہر ملک کے لئے رسم و رواج جدا مقرر ہے یورپ کے طرز خیالات اور طریقہ اور ہین اور ایشیا یعنی یہاں کے طرز خیالات اور طریقہ اور ہین مثلاً اس ملک کو ایک لڑکے کی تعلیم میں یورپ کو خیالات اور اصطلاحات کی توضیح اور تشریح کریں تو اوسکی سمجھ میں نہیں آئیگا اسی طرح سے یورپ کو لڑکے کو یہاں کے قاعدی اور اصطلاحات کے بموجب سمجھا دیں اور بتلاویں تو وہ نہیں سمجھنیکہ اس لئے جیسا کہ آج تخیلے کی ملاقات میں راجہ صاحب نے اور دو تین صاحبوں نے فرمایا ہے کہ ایسی علوم کی کتابوں میں بجای لفظی ترجموں کے ایسے ترجموں کی طیاری میں کوشش کرنی چاہیے جنہیں اصل کی پابندی نہ کی جاوے بلکہ اس ملک کو خیالات اور طبیعت کو مطابق اور با محاورہ ہوں یا ایسی نئی کتابیں تالیف اور تصنیف کی جاویں جنکے مطالب کتب انگریزی سے اخذ کئے جاویں اور طرز عبارت ہندوستانی

لوگوں کی طبیعت کے مناسب ہو اور مؤلفوں اور مصنفوں کو انعام دینے میں گورنمنٹ سی ضرور مدد ہوگی اور مجھے جہانتک ممکن ہے مدد دینا اور آپ لوگوں سے یہی کہتا ہوں کہ جیسا کہ آپ ہمیشہ اور کاموں میں کوشش کرتے ہیں اس قومی کام میں بھی جہانتک ممکن ہو مدد دیجئے ہمیں دو فائدہ میں طالب علموں کے مطالعہ اور محنت کے لیے ایک عمدہ ذخیرہ پیدا ہوگا جس سے انکی روشنی اور کشادہ دلی متصوہ ہے اور اس میں سے مؤلفوں اور مصنفوں کو انعام دیا جائے امید ہے کہ بہت سی لائق آدمی مل سکیں اور تصنیف کی طرف متوجہ ہوں ان کتابوں میں فصاحت اور بلاغت اور عبارت و کھپاپ اور مضمون درست ہونا چاہیے جس سے لوگوں کو فائدہ پہونچے یہ کتابیں مثلاً اخلاق کی ہوں یا حکمت کی ہوں ایسی کتابوں کے مصنف جنکو انعام دیا جاوے گا اگر عربی فارسی انگریزی سنسکرت زبان جانتے ہوں تو یقین ہے کہ بلاغت اور فصاحت میں قابل اور کامل ہونگے اور ایسے مصنف کی کتاب نہایت قدر کے لائق ہوگی اس واسطے میں اب دوبارہ نہایت خوشی سے چاہتا ہوں کہ اس معاملے میں آپ صاحب بھی متوجہ ہوں یہ کام جیسا کہ راجہ صاحب نے کہا البتہ مشکل ہے اور آہستہ آہستہ بتدریج ہوگا حکومت سے نہیں چلے گا راجہ صاحب نے خوب مثال دی یعنی یہ کہا کہ شیخ خود رو آپ سے جیگا اور بڑھکا اور پھل لائیگا ہاں اتنا ہے کہ جو ہم اسکو پالیں گے اور اچھی کالی مٹی ڈالیں اور ملاوین اور پانی کو سونو کر سینگین تو جلد بڑھیکا اور پھلے گا سو ہمارا اور آپ لوگوں کا کام یہی ہے

پہلے میں کہہ چکا کہ ہمارا مطلب نہیں تھا کہ ہم اس وقت بطور خطاب کو کچھ کہیں مگر دوچار لفظ سر شرتہ تعلیم کی نسبت جس پر آپ سب صاحبوں نے خاص کر بہت سی کوشش کی ہے اور بیان کرنا چاہتے ہیں آپ صاحبوں نے جس آزادی سے کمیٹیاں کیں اور سر شرتہ تعلیم کے باب میں گورنمنٹ کو چٹھی لکھی اور سکا یہ نیک نتیجہ ہوا کہ تمام ملک میں تعلیم کی کمیٹیاں مقرر ہو گئیں اور میں دل سے تسلیم کرتا ہوں کہ یہ بڑے فائدہ کی بات ہے اس چٹھی میں جو طریقے تعلیم کے باب میں بھی لکھی گئی اکثر مطالب نہایت عمدہ اور قابل تعریف تھے اور جو بعض باتیں اس میں اختلاف رہی اور گفتگو کے قابل بھی ہیں تو یہ بات ضرور ہے کہ ایک شخص کی رائے ایک ہو

اور دوسرے کی دوسری ہو پس اس واسطے آپس میں کمیٹی کرنا اور ایسے امور پر بحث کرنا اور ہر فرقے اور گروہ کی خیالات کو نہایت نہایت اور امانت سے بیان کرنا چاہیے۔

آپ لوگ اور خصوصاً وہ صاحبان جو تعلقہ دار اور زمیندار ہیں اسکو لون میں جاوین اور تعلیم کے معاملے میں لوگوں کو ترغیب دین اور جو کچھ نقص اوس میں ہو اوس سے اوس کے افسروں کو اطلاع کریں اور ایسی کوشش کریں کہ مکتبون اور طالب علموں کی تعداد زیادہ ہو اور تعلیم اچھی ہو اسلیے میں دوبارہ پھر کہتا ہوں کہ آپ لوگ اس معاملے میں دل سے توجہ کریں اور مدرسوں کو دیکھیں اور اوسکی ترقی میں سعی و مدد کریں۔

آخر میں بہت خوشی سے بیان کرتا ہوں کہ اہم وقت میں اس مکان کو دیکھ کر اور اس ٹیڑیس اور قصیدہ کو سن کر اور راجہ صاحب سے اور آپ سب صاحبوں سے ملاقات کر کر بہت خوش ہوں اور امید کرتا ہوں کہ یہ انسٹیٹیوٹ روز بروز ترقی پائے گا اور اس سے لوگوں کو زیادہ فیض پہنچے گا اور اسی طرح سے آپ صاحب ایسے معاملات میں کوشش کرتے رہینگے۔

نمبر ۷

در بار مقام اگرہ جو واسطے عطای انعام

متعلقہ ششہ تعلیم وغیرہ کے منعقد ہوا

جنوری ۶۹ء

۲۶۔ جنوری ۶۹ء کو جناب نواب لفتنٹ گورنر بہادر کے لشکر میں مجلس کے خیمہ کے اندر دربار عام واسطے عطای انعام متعلقہ ششہ تعلیم وغیرہ کے منعقد ہوا بڑے بڑے عمدہ دارملکی اور فوجی اور اور صاحبان انگریز شہر اگرہ موجود تھے اور عمائد روسای ہندوستانی تفصیل ذیل حاضر تھے۔

۱ نواب کلب علی خان بہادر والی رامپور مع ذوالفقار علی خان بہادر خلف اور حیدر علی خان بہادر بھائی اور علی اصغر خان بہادر چچا اور شیخ وجیہ الزمان وکیل اور محمد عثمان خان کارکن۔

۲ مزارجم الدین بخت شاہنہادہ دہلی مقیم بنارس

۳ مزار محمد حسن بخت ایضاً

۴ مہاراجہ مزا وزیریا نگرام بھیتی راج منی سلطان بہادر رئیس دلاو طبقہ اعلیٰ ستارہ ہند راجہ وزیریا نگرام

مع کنور مہاراجہ آنند بھیتی راج بہادر خلف اور تین مصاحب

۵ مہاراجہ ہندرہیندر سنگہ بہادر راجہ بھداور مع کنوراو ہارسنگہ قرابت دار اور دو مصاحب

۶ مہاراجہ ہیشتر بھنسن سنگہ بہادر راجہ دمراون

۷ مہاراجہ دیو نرائن سنگہ بہادر رئیس دلاو طبقہ اعلیٰ ستارہ ہند راجہ سید پور بھتی ضلع غازی پور مع کنور بھنسن نرائن سنگہ خلف

- ۸ سر راجہ ذکرا اور رئیس دلاور طبقہ اعلاے ستارہ ہند
- ۹ راجہ پرتاب سنگہ راجہ مین پوری
- ۱۰ راجہ شیو راج سنگہ مصاحب دلاور طبقہ اعلاے ستارہ ہند راجہ کاشی پور ضلع مراد آباد
- ۱۱ راجہ بلدان سنگہ کاشی والدہ مع کنور چکرورتی سنگہ خلف
- ۱۲ راجہ مہپال سنگہ مصاحب دلاور طبقہ اعلاے ستارہ ہند راجہ بانسی ضلع گورکھ پور
- ۱۳ سردار صورت سنگہ بہادر مجیہ مصاحب دلاور طبقہ اعلاے ستارہ ہند
- ۱۴ راجہ ٹیکم سنگہ بہادر مصاحب دلاور طبقہ اعلاے ستارہ ہند راجہ مڈسان ضلع علیگڑھ
- ۱۵ راجہ کیشو راؤ بہادر راجہ گورسراے ضلع جالون مع تین بیٹے آمارام بابا اور ستی رام ننا او بالکشن بھو
- ۱۶ نواب سید علیخان عرف نظام الدولہ کانپور
- ۱۷ نواب سید علی حسین عرف نواب دولہ ایضاً
- ۱۸ راجہ کھمبھین نرائن دوٹے راجہ جوینپور
- ۱۹ راجہ منس پت سنگہ راجہ بارہ ضلع الہ آباد
- ۲۰ راجہ بھجھی پرشاہ سنگہ راجہ اسوتھر ضلع فتحپور
- ۲۱ راجہ جی کشن داس بہادر ڈوٹی کلکٹر علیگڑھ
- ۲۲ راجہ پرتھی سنگہ راجہ آوا ضلع متھرا
- ۲۳ راجہ جگناتھ سنگہ راجہ پوایان ضلع شاہجہانپور
- ۲۴ راجہ ہر دیو بخش مصاحب دلاور طبقہ اعلاے ستارہ ہند راجہ کھٹاری ضلع فرخ آباد
- انکے سوا مختلف اضلاع ممالک مغربی اور شمالی کے لوگوں کا انبوه کثیر تھا
- نواب رامپور کو آؤ وجانی کو وقت تیرہ تیرہ شلک توپ کی سہوئی اور فوج نے بھی اونکی سلامی کی۔

نواب رامپور اور وہلی کے شاہزادے اور بڑے بڑے رئیس جو دربار خاص کے مستحق تھے وہ قبل دربار عام کے دربار خاص میں باریاب ہوئے۔

دربار عام میں جب سب ہندوستانی رئیس اور شریف ایک ایک کر کے جناب نواب لکھنٹ گورنر بہادر کے حضور میں پیش ہو چکے تب نواب محترم اہم نے اردو زبان میں یہ تقریر فرمائی۔

ای نواب صاحب اور ہمارا جگان اور ارجگان رتعلقہ داران اور رئیسان ممالک مغربی و شمالی آپ لوگ ممالک مغربی اور شمالی کے ہر اطراف سے شاہزادہ ڈیوک آف ایڈنبرا بہادر کی تعظیم و تکریم کے لیے بیان حاضر ہوئے اور آپ لوگوں میں سے عمدہ عمدہ رئیسوں کو شاہزادہ صاحب کو حضور میں باریابی ہوئی اور تمام رعایا جو شہر میں جمع ہوئی تھی سب حضرت ملکہ معظمہ کے فرزند ارحمبند کی زیارت حاصل کی۔ آپ لوگوں کو سوچنا چاہیے کہ حضرت ملکہ معظمہ نے اس ملک پر کس قدر توجہ اور شفقت فرمائی کہ اپنے فرزند کو ہندوستان کے دیکھنے کی واسطے بھیجا مجھے یقین ہے کہ اوں کی اس عنایت و رعایا میں ہندوستان کی وفاداری تھی یا اور حضرت ملکہ معظمہ کی ذات مبارک کی نسبت اوں کی عقیدت اور ارادت کی بنا مضبوط ہو جائے۔

چونکہ آپ لوگ اس سب سے شہر گره میں مجتمع ہوئے میںے چاہا کہ اس دربار کے لیے آج تک مقیم رہیں تاکہ انعام و جزا زیادہ اعزاز کے ساتھ بخشا جائے۔

لیکن قبل اسکے کہ زیادہ کلام کروں مجھ پر اون رئیسوں کا شکر ادا کرنا لازم ہے جو الہ آباد کی یونیورسٹی اور کالج کی نسبت جسکے واسطے میںے چندے کا اشتہار جاری کیا تھا تا مترسخت و کساتھ میںے آئے سب سے بیشتر یہ نیک و عزیز جو میرے دست راست کو بیٹھے ہیں یعنی نواب صاحب بہادر رامپور جنھوں نے سبھوں سے پہلے اور دو بڑی فیاضی کا نمونہ دیا اور ہمارا راجہ بنارس کا بھی ذکر کرنا ضرور ہے ہمارا راجہ مذکور بیان کی حاضری سزا کے معذور رہی کہ اونھوں نے اپنے شکار گاہ چکلیہ میں شاہزادہ کی مہمانی کی اور ہمارا راجہ ریوان اور بعض اور جنھوں نے عطیہ عظمیٰ دیا اور سب سے زیادہ میرے دوست جو بیان موجود ہیں ہمارا راجہ وزیر یا نگر جمھوں نے کالج کی واسطے

ایک لاکھ روپیہ عطا کر کے علم کی قدر دانی اور سخاوت شاہانہ ظاہر کی۔

یونیورسٹی اور کالج کے مقرر کرنے سے البتہ پنہنت ترقی تعلیم رعایا کے فوائد عظیم کی امید ہے معزز لوگوں میں صرف قدر قلیل اس کالج میں تعلیم پائینگے اور اکثروں کو اوسمیں داخل ہونے کا موقع حاصل نہوگا ان ممالک میں کروڑوں رعایا ہیں جو جہالت میں پڑے ہیں اور بسکہ انسان اور حیوان میں عقل کے جوہر سے تیز ہوتی ہے جبکہ انکی عقل کو ترقی نہوئی تو اونکے اور حیوانات کے درمیان میں کیا کچھ بہت فرق رہا پس سرکار کا کام یہ ہے کہ تعلیم پورے ان لاکھوں آدمیوں میں جاری کرے لیکن اس امر ہم میں بہت سی اشکال ہیں اور سرکار کیلی بغیر آپ لوگوں کی مدد بہت تھوڑا انجام کر سکتی ہے اس واسطے میں آپ لوگوں سے جو بڑے بڑے تعلقدار اور شرفان ممالک کی ہیں اور جنہیں اسکی اعانت کی استعداد کے وسیلے موجود ہیں منت کرتا ہوں کہ آپ لوگ مکتبوں کے قائم کرنے میں اور رعایا کی فائدہ اپنے لڑکوں کو بھیجنے میں اعانت کریں۔

مگر ایک اور بڑی مشکل کی بات یہ ہے کہ اردو اور ہندی زبان میں کتابیں بہت کم ہیں اور بغیر اسکے ممکن نہیں کہ رعایا میں تعلیم اور تہذیب اخلاق کا رواج ہو سکے خصوصاً بہ نسبت تعلیم مستورات کی زیادہ تر اوسکی احتیاج ہے ہندوستان کی ترقی اور تہذیب کی جھجے کچھ امید نہیں جب تک کہ اس ملک کی نسوان کو تعلیم نہو اور اس ملک کی نسوان کی تعلیم میں خاص وقتیں ہیں علی الخصوص صبح مستورات کی پردہ داری سے متعلق ہیں اسکو ایک بڑی وقت یہ بھی ہے کہ ہندوستان کی زبان میں کتابیں مستورات کو لیے بہت کم ہیں بلکہ اگر میں یہ کہوں کہ اچھی اچھی کتابیں اس زبان میں جو اس ملک کی عورتوں کے پڑھنے کے لائق ہوں مطلق نہیں ہیں تو کہہ سکتا ہوں۔

اس سبب سے جو کتابیں اس ضرورت کو لیے تصنیف کی جاتی ہیں میں اونکی زیادہ قدر کرتا ہوں اور اسکی واسطے میں آپ لوگوں کو یہاں شاہزادہ کے تشریف لاجانے کے بعد ٹھہرا رکھا کہ جو بعض تصنیفات قابل انعام کے تجویز ہوئیں اوسکی اس مجلس بزرگ اور عمدہ میں عطا ہونے سے زیادہ غرت ہو۔

پرزور ہو کہ اس امر ہم میں اوس بادشاہ عظیم جو علم کا شہسپہ اور انانی کا بخشندہ والا ہے اعانت چاہی جو اسکو نزدیک

دشوار آسان اور مجال ممکن ہے اس کے حکم سے جو دیار تاریکی میں ہیں وہ روشن ہو جائیں اور جو قومیں جاہلت میں پھنسی ہیں علم اور دانائی کے نور کو حاصل کریں جب وہ مدد کرے تو کچھ اندیشہ نہیں ہے۔

اس تقریر کے ختم ہونے کے بعد سر شہتہ تعلیم کے صاحب ڈاکٹر نے محمد نذیر احمد ڈپٹی کلکٹر بندوبست جالوگ پیش کیا اور جناب نواب لغٹٹ گورنر بہادر نے یوں خطاب فرمایا۔

اس شخص کے لیے ایک ہزار روپیے کا انعام تجویز ہوا کہ اس نے ایک کتاب بنام مرآة العروس تصنیف کی جس میں ہندوستان کے مسلمانوں کی راہ رسم خانہ داری کا ایک بہت خوب قصہ ہے اس کا لطف یہ ہے کہ دیکھتے اور سمجھتے اور اس میں کوئی لفظ ایسا نہیں جو بستوات صاحب عصمت اور باجیا کے پڑھنے کے لائق نہ ہو اور ہر صفحہ سے عقل و دانش کی اصلاح اور تہذیب اخلاق اور حسن معاشرت کی نصیحت نکلتی ہے۔

محمد نذیر احمد مجھے نہایت خوشی ہو کہ یہ انعام ہزار روپیے کا تمہیں دوں اور اس واسطے کہ تمہاری قدر زیادہ کروں میں اپنے بچ سے ایک گھڑی دیتا ہوں جس پر وہ عبارت کندہ ہے جس سے ظاہر ہوتا ہے کہ میری رائے تمہاری تصنیف کی نسبت کیسی ہے۔

بعد اس کے سر شہتہ تعلیم کے صاحب ڈاکٹر نے پنڈت کاشی ناتھ رئیس اگرہ کو پیش کیا جس کے واسطے پانسو روپیہ انعام کتاب اخلاق کاشی کی تصنیف کے جائز میں تجویز ہوا یہ کتاب فارسی اخلاق کی کتابوں سے تالیف ہوئی مگر ہندوستان کی رعایا کیا ہندو کیا مسلمان سب کو لیے مفید عام اور مرغوب طبائع ہوا انعام مذکور کے عوض ایک قلعہ اور باغیچہ کی سند جو اسکے گاونہین واقع اور اسی قیمت کا ہو پنڈت کو حوالہ ہوئی۔

پھر نواب نبی بخش خان رئیس دہلی حاضر کیا گیا وہ سرکار انگریزی کا خیر خواہ ہوا اور غدر کی خیر خواہی کے صلے میں اس نے خلعت پایاں و نون وہ ایک دوسری طرح سے سرکار کی خدمت بجالایا کہ ایک کتاب سہمی بعد اہل فرنگ تصنیف کی جس میں ان فوائد کی توضیح ہے جو ہندوستان کو سرکار انگریزی کی حکمرانی سے ہوتی ہیں مصنف نے مالک مغربی اور شمالی کی گورنمنٹ کو دو سو پچاس جلدیں دیں اور اسکی جلدوں میں جناب نواب لغٹٹ گورنر بہادر

ایک گھڑی جس پر عبارت خوشنودی کندہ ہے عنایت کی۔

پھر مولوی حمید علی تحصیلدار فرزا پور کو ایک گھڑی اوسکی اوس صحت خدمت کو انعام میں جو اوسنے قحط زدوں کے انتظام میں کی تھی عطا ہوئی اور اسی ہی خدمت کو بدلے منشی شیون رائے سکرٹری میونسپلٹی شہر گڑھ کو ایک گھڑی عنایت کی گئی اور سپٹرج فرزا احمد علی بیگ تحصیلدار بودھا ضلع ہیر پور کو بھی لڑکیوں کے مکتبوں کو قائم کرنے میں ساعی ہونے کی وجہ سے ایک گھڑی مرحمت ہوئی۔

سب سے اخیر میں بھگوانداس بریلی کالج کا طالب العلم پیش کیا گیا اور پھر جناب نواب لغنت گورنر بہار نے مضمون میں ارشاد فرمایا جب سر اسٹیفن ڈونار تھم کوٹ صاحب بہار وزیر ہند مقرر تھے تو انہوں نے ہندوستان کو ہر ملک کی نسبت اوس طالب العلم کو ایسے جو ۶۹ء کی یونیورسٹی کے امتحان الوتھن میں سب سے اول نکلے انعام کا وعدہ کیا تھا مالک مغربی اور شمالی میں اوس انعام کو بھگوانداس نے پایا اور اس سبب سے طالب العلم نے بریلی کالج کی عزت بڑھائی یہ بھی کہنے کے لائق ہے کہ جو اس امتحان میں تین طالب العلم اور اوسکے بعد نکلے وہ بھی اوس کالج کے تھے۔

ایک اور بات قابل ذکر ہے کہ بھگوانداس کالج کو پور ڈنگ ہوس میں مقیم ہے اور بریلی کالج کو جو سولہ طالب العلم یونیورسٹی کا امتحان دیا اور نین سی نو آدمی بوڑنگ ہوس میں بیٹے تھے میں اس بات کا ذکر اس واسطے کرتا ہوں کہ بوڑنگ ہوس یعنی سرے متعلق کالجوں کا فائدہ ظاہر ہو جائے اور یہ کہ آپ لوگ جو ملک کو رئیس ہیں اوس پر توجہ کریں اور خود اپنی اولاد کو اوس میں بھیجیں جو طلبہ بوڑنگ ہوس میں رہتے ہیں وہ نہ صرف کالج کو اندر بلکہ اوسکی باہر اور راتوں کو چراغ کے آگے پڑھنے میں محنت کرتے ہیں اور میں جانتا ہوں کہ اسی سبب سے بھگوانداس کی کامیابی ہوئی اور تم سب کو کون کو جو اگرہ کالجوں سے بیان جمع ہوئے ہو نصیحت کرتا ہوں کہ اوسکے قدم بقدم رہو۔

اسکے بعد جناب نواب لغنت گورنر بہار نے بھگوانداس کو ہاتھ میں پانسور و سپہ کا انعام دیا۔ اور جب عطر و پان تقسیم ہو چکا ہے جناب نواب مغلیہم نے فرجاستہ مایا شک معمولی سے سوئی اور دربار ختم ہوا۔

+ اگر میں جو تین کالج ہیں ہر کالج سے پچاس پچاس لاکھ دربار میں بلا کے بٹھائے گئے تھے۔

نمبر

در بار مقام الہ آباد بتقریب سالگرہ حضرت ملکہ معظمہ

مئی ۱۹۶۹ء

۲۴- مئی کو بتقریب سالگرہ حضرت ملکہ معظمہ کے ایوان گورنری میں دربار منعقد ہوا اور اس میں عمدہ داران ملکی اور فوجی اور اور صاحبان انگریز اس مقام کو حاضر تھے اور عاید رؤسای ہندوستانی جو دربار میں حاضر تھے انکی تفصیل یہ ہے

مرزا فیاض الدین بخت
 مرزا محمد سعید بخت
 مرزا مظفر بخت
 مرزا نادر بخت
 مرزا سکندر بخت
 مرزا رحیم الدین بخت
 مرزا محمد محسن بخت

شاہنہ اوگان دہلی

مہاراجہ ایسری پرشاد نرائن سنگہ بہادر مہاراجہ بنارس +

راجہ بنس پت سنگہ بہادر رئیس بارہ ضلع الہ آباد +

راجہ تیج بل سنگہ بہادر رئیس ڈیا ضلع ایضاً +

راجہ جھپن پرشاد سنگہ رئیس اسو تھر ضلع فتحپور +

راجہ دلسکرہ راسے رئیس بلرام ضلع ایڑہ +

راجہ محمد چمن سنگھ رئیس کراولی ضلع مین پوری +

نواب سید احمد حسین خان رئیس ضلع فتحپور +

راؤ مادھو راؤ سپرنٹنڈنٹ راؤ +

راؤ بلونت راؤ رئیس کروی +

سید میر خان سردار بہادر جاگیر دار خانپور ضلع بلند شہر +

بالکشن بھاؤ پسر راجہ گورسراے ضلع جھانسی +

سید محمد حسن خان بہادر ذوالقدر ضلع الہ آباد +

راسے آسا پال سنگھ بہادر +

میر مد علی خان بہادر ضلع الہ آباد +

راسے مانک چند مہاجن بھول پور ضلع الہ آباد

انکے سوا اور جمع کثیر ممالک مغربی و شمالی کے کئی مقامات کو رئیسوں کا موجود تھا۔

جب دربار عام میں تمام ہندوستانی رؤسائے حاضر وقت کو صاحب سکرٹری گورنمنٹ اور صاحبان کسٹرنٹس اور الہ آباد جناب نواب لفتننٹ گورنر بہادر کے حضور میں پیش کر چکا اور وہ سب اپنی اپنی نذرین گزاراں چوتے سیریم میو صاحبان نے یہ تقریر فرمائی۔

ای ہمارا راجہ اور راجگان اور تعلقداران اور رؤسای ممالک مغربی و شمالی

میں چاہتا تھا کہ آپ لوگوں سے دربار میں ملاقات کروں خصوصاً ان رؤسائے جو اس سال قیمت زکوٰۃ دیکھنے

اور اگرہ اور الہ آباد کے اثنائے دورہ میں میرے روبرو پیش نہیں کیے گئے تھے اور اس غرض سے ممالک مغربی و شمالی کو

اس دارالحکومت میں ایک دربار منعقد کیا جائے۔

پس یروز سا لگرہ جناب حشمت مآب حضرت ملکہ معظمہ دام اقبالہا کا ایک وقت مبارک اور ساعت سعیدہ اور ہم سب رعایاے خیر خواہ اور وفادار جو اسی روز مبارک کی تقریب سے اس وقت جمع ہوئے ہیں جناب آلمی میں حضرت ملکہ معظمہ مدوحہ کی ترقی عمود دولت و اقبال کی دعا کرتے ہیں۔

بین ممالک مغربی و شمالی کے اکثر ضلع میں دورہ کر چکا ہوں اور اس اثنا میں مجھ کو یقین اس بات کا حاصل ہوا کہ گذشتہ تیس سال کے عرصے میں ہر قسم کی ترقیاں بہت جلد جلد نمودار ہوئی ہیں اور حاضرین وقت میں سے جن صاحبوں کو ایسا موقع ملا ہے جیسا کہ مجھے وہ میرے اس قول کی تائید کرینگے کہ اس درمیان میں رعایا کی رفاہ و آسائش میں بہت زیادہ ترقی ہوئی ہے چنانچہ ملک میں سڑکوں کو طیار ہو جانے سے راہ آمد و رفت کی کشادہ ہو گئی اور اس سرزمین کی پیداوار اور دستکاریوں کو بازار میں پہنچانے کے لیے گویا ہرنج کی آسانیاں حاصل ہیں اور جہاں افراط اور کثرت پشتینہ تھی وہاں اب نہروں کے ذریعے سے موجود ہے اور تار برقی کو وسیعے تمام بڑے بڑے شہران ممالک کو گویا باہم ملے ہوئے ہیں اور اس تمام فاصلے میں ریلوے جاری ہو اور رعایا کی دولت اور سرمایہ بہت افزایش پر ہے اور یہ سب فوائد آپ سرکار انگریزی کی توجہ اور کوشش سے حاصل ہوئے ہیں جو دل سے آپ کے بہترین فوائد کی خواہاں ہے۔

لیکن دو اور سرشتوں اس ہنج کے ہیں جنکی ترقی پشتینہ خود اپنی کوششوں پر ہمیشہ منحصر رہیگی۔

اول اونین سے انتظام صفائی کا ہے جسکے وسیلے سے شہروں اور قصبوں کی اصلاح و زیبائش اور درستی اور صفائی کا بندوبست کیا گیا ہے اور محتاجوں اور مریضوں کی خبر گیری کے لیے شفا خانے وغیرہ مقرر ہوئے ہیں اور اس باب میں جو بڑے بڑے فوائد سالہا گذشتہ میں حاصل ہوئے وہ زیادہ تر آپ کی توجہ اور تندہی کی سبب سے ہوئے گورنمنٹ کی طرف سے شکر یہ اون صاحبوں کا جنہوں نے بمنصب مینونسپل کمشنری کو اس عمدہ مقصد سے کوشش کی علی الخصوص مینونسپل کمیٹی سبارس اور الہ آباد اور مرزا پور اور کانپور کے شرکا کا کثرت اونین سے اس دربار میں موجود ہیں دل سے ادا کیا جاتا ہے اور ہر طرح سے مجھ کو یقین و افاق ہے کہ آپ کی

متواتر کوششوں سے ایسے بڑے بڑے نتیجے پیدا ہونگے جنسے سال بسال آپ کو سپرد کیے ہوئے علاقوں کے
حفاظت کے انبوه کثیر کی بہبود و آسائش کی افزونی متصور ہے

دوسرا صیغہ جسکو سرکار اچکی اعانت اور امداد پر منحصر سمجھتی ہے تعلیم اور تربیت ہی اس امر میں جو صاحب گذشتہ
تیس سال کے احوال پر نظر کرینگے اوکو بخوبی ذہن نشین ہوگا کہ بہ نسبت سڑکوں اور ریلوے وغیرہ کو اس صیغہ کے
لوگوں کو حال میں ایک تبدیل عظیم وقوع میں آئی ہے جس وقت کہ میں ابتدائے مالک میں آیا تھا اور اوکو بعد چند سال تک صاحب
آپ لوگو کو معلوم ہو لوگوں کی تعلیم و تربیت کو کچھ وسیلہ موجود نہ تھی یہاں تک کہ بڑی بڑی شہر و زمین سبھی صرف تھوڑی شہر میں
مکتب تھی اور فصل میں دور دور از فاصلوں پر کہیں کہیں دیہاتی مکتب کسی بڑے شخص کے دروازے پر نظر آتا تھا
اور اوسمیں محض ابتدائی تعلیم ہوتی تھی بخلاف اوسکے اب میں نے خود دیکھا ہے کہ اس تمام ملک میں تعلیم و تربیت
کے وسیلے پھیلے ہوئے ہیں اور حلقہ بندی اور تحصیل مکتبوں میں ہر پرگنہ کے اندر نہاروں طلباء تعلیم مقبول
اور مفید سے فیض یاب ہوتے ہیں لیکن اس امر کی ترقی کے لیے سرکار آپ سمجھوں کی مدد کی نہایت ضرورت
رکھتی ہے اور مجھ کو یقین ہے کہ آپ لوگ بلا درینغ اس بات میں شریک ہونگے اور آپ سب جو تعلقہ دار اور زمیندار ہیں
دیہاتی مکتبوں کے پھیلانے اور بڑھانے اور خود انکے ملاحظہ اور معائنہ کرنے سے سرکار کو عمدہ مدد دے سکتے ہیں
اور اچکی داب سے اچکی رعایا ان فوائد کو جو ان مکتبوں سے متصور ہیں بخوبی حاصل کر سکتی ہے

اس نظر سے بوجہ پایا جاتا ہے کہ ہم بہ نسبت اہالی بنگالہ کے زیادہ ترقی پر ہیں لیکن ایک اور بات میں ہم اون سے
بہت پیچھے پڑے ہوئے ہیں اور وہ یہ ہے کہ اعلیٰ درجہ کی تعلیم یہاں کمتر ہوتی ہے اور سب سے بہتر تجربہ اس بات کا یونیورسٹی
کے خطاب کو حاصل ہونے سے ہوتا ہے چنانچہ بنگالہ میں سیکڑوں طلباء وہاں کے یہ خطاب حاصل کرتے ہیں بخلاف ہمارے
کہ یہاں اس خطاب والوں کی تعداد کو ایکائیوں میں بھی شمار کرنے کی نوبت بشکل پہنچتی ہے اور یہی حال عمدہ او
بیش تر از خواہ کے عمدوں کا بھی ہے چنانچہ دیکھیے کہ بہت سے عمدوں پر بنگالی بابو بامور ہیں اور کسی طرف آپ نظر کریں
خواہ سررشتہ تعلیم خواہ یلو خواہ تار برقی خواہ صیغہ ڈاکٹری خواہ عمدہ ہاے قانونی خواہ سررشتہ عمارت

سب سرشتون میں جہاں زبان انگریزی اور علوم کے اعلیٰ درجے کی واقفیت مطلوب ہے یعنی تمام اچھی اچھی اور بڑی
 تنخواہ کے عہدوں پر آپ کو بھینگے کہ نسبت اس ملک کو لوگوں کے بنگالی ہی کامیاب ہوتی ہیں اور اس ملک میں
 اگر اس استحقاق پر کہ جو آپ کو گونکی میراث ہے قبضہ کرتے جاتے ہیں بلاشبک آپ کو اخبار و نمین ملاحظہ کیا ہوگا کہ تین
 نوجوان بنگالی ملازمان متعدد کا امتحان ولایت میں دیکر کامیاب ہوئے ہیں اور یہ لوگ اب آپ کو حاکم بھی ہو جائیں گے
 خیر اگر آپ اسی حال پر قانع ہیں تو رہیں لیکن مجھ کو آپ سے زیادہ تر امید ہے اور اس طور پر آپ کی بہت کو میں بڑھایا جا چاہتا
 تو اس سے یہ نہ خیال ہو کہ بنگالی بابوؤں کی مذمت و اہانت کرتا ہوں حاشا یہ ہرگز میرا مقصود نہیں ہے بلکہ میں
 اونکی بلند ہمتی اور جفاکشی پر تحسین اور آفرین کرتا ہوں اور عمدہ تر بات یہ ہے کہ جو بنگالی اس ملک میں آکر رہے ہیں
 میں اون سے اون امور میں کہ جنکا اور پر ذکر کیا گیا امداد و اعانت عظیم کی امید رکھتا ہوں لیکن اسے صاحبو چونکہ مجھ کو
 آپ کو ملک سے تعلق ہے اور بنگالہ سے علاقہ نہیں اس واسطے میں اپنی تہ دل سے آپ کو فائدہ اور اغاز و اکرام کا خواہ
 ہوں اور میں آپ کو متنبہ کرتا ہوں کہ اگر آپ خود اپنی اس خواب غفلت سے بیدار نہ ہوں گے تو آپ اور آپ کی اولاد تمام
 علم و دانش کو طریقوں میں سمجھے پڑے رہ جائیں گے اور وقت نکل جانے کے بعد آپ ناامیدی کی حالت میں اپنی غلطی
 سے آگاہ ہوں گے۔

بدین وجہ مجھ کو اس بات کو سننے سے نہایت خوشنودی حاصل ہوئی ہے کہ آپ میں سے چند صاحبوں نے
 اس مقام الہ آباد میں مدرسہ قائم ہونے کے لیے روپیہ ہم پونچانے کی تدبیر شروع کی ہے اور مجھ سے بیان
 کیا گیا ہے کہ اون میں سے نام گیارہ پشاو اور بابو پیاری موہن اور رامیشور چودہری کے بڑھکر ہیں
 پس اون صاحبوں کا اور آپ سب کا جو اس کام میں شریک ہیں میں سرکار کی طرف سے شکر یہ ادا کرتا ہوں اور
 کورٹ صاحب کیشنز اور کمپنیشن صاحب دائر لٹریچر شہ تعلیم اور رابرٹسن صاحب مجسٹریٹ ضلع الہ آباد اس
 تدبیر کے پیش جانے میں آپ سب صاحبوں کی مدد کے واسطے مستعد ہیں اور سرکار کی توجہ بھی بہ صورت اور
 اجراء میں ہر وقت رہیگی فی حقیقت یہ مقام الہ آباد کہ اب پھراں حکومت اس ملک کا ہوا لائق اسکے ہے کہ اس طرح کا

مدرسہ بیان قائم کیا جائے آپ کو یاد ہوگا کہ جس وقت ممالک مغربی و شمالی کے واسطے عمدہ گورنری کا مقرر ہو تھا یہی مقام الہ آباد دار الحکومت قرار دیا گیا تھا چنانچہ عدالت صدر اور نظامت اور محکمہ بورڈ یہ سب بیان تھو من بعد مقام اگر صدر قرار پایا اور اب زمانہ غدر سے بحسب انقلاب حالات مقام استقرار گورنمنٹ اور محکمہ بورڈ پھر الہ آباد پہلوا اور آخر کو عدالت ہائی کورٹ بھی بیان آگئی اب یہ شہر بعد کلکتہ اور بمبئی کے سب سے بڑا شہر اور نہایت عمدہ مقام مرکز ہند ہو جائیگا فی الواقع اب تک تعلیم بطور احسن اکیڈمیاں اور پادری و الٹھ صاحب اور پادری ڈیوس صاحب کے مدرسوں کے ذریعہ سے حاصل ہوتی رہی ہے اور بجا اور نئے عمدہ مواقع حصول علم کے جو ان سے آپ کو لڑکوں کی تعلیم و تربیت کے واسطے حاصل ہوئی یہ صاحب لائق تحسین و امن سرکار اور آپ کی احسان مندی اور ممنونی کے ہیں لیکن اس وجہ سے کہ یہ شہر اب جلد وسعت پکڑتا جاتا ہے اور رونق تازہ اسکوں روز حاصل ہوتی ہے ضرور ہوا کہ لائق دار الحکومت کے مدارس وغیرہ بھی اوس میں ہوں اس واسطے مجھ کو امید ہے کہ آپ سرکار کی اعانت میں کوشش اس طور پر کریں گے کہ عرصہ مناسب کے اندر الہ آباد میں مدرسہ قائم ہو جائیگا اور آخر کو بیان یونیورسٹی اور ڈاکٹری مدرسے وغیرہ امور افادہ عام جو شایان دار الحکومت ممالک شمالی ہند کی ہوں موجود ہو جائیں گے۔

میں منت اور سماجت کرتا ہوں کہ ان تمام امور میں آپ سے فیاضی قابل تحسین کے ظہور میں آئی جو اشخاص کہ بہت آمدنی رکھتے ہیں وہ کئی سو روپیہ لکھ کر اوس پر لکھا کرتے ہیں اور پھر اس بات پر فخر کرتے ہیں کہ ہمیں ایسی فیاضی کی گویا حاتم وقت ہو گئے لیکن اسے صاحب جو عالی ہمتی اور فیاضی کہ دوسرے ملک مثل بمبئی وغیرہ کے دولت مندوں نے اپنے ملک کو لوگوں کے فائدہ کے لیے اس قسم کے امور مفیدہ عام میں مدد کرنے سے کی ہے اوس پر نظر کرنے میں سنہ ہے کہ ہمارا جہ بلرام پور نے حال میں ایک لاکھ روپیہ لکھنے میں ایک دارالشفاکے واسطے دیا ہے کاش ایسے فیاض اور بلند ہمت لوگ ممالک مغربی و شمالی میں بھی پیدا ہوتے آسے صاحب جو یہ دولت اکیسویں صدی کے واسطے ہمیں بخشی گئی ہے بلکہ اس لیے ہے کہ جو آپ کو گرد و پیش ہیں وہ بھی اوس سے منتفع ہوں اور بعد اس

انگلو اوسکا حساب دینا ہو گا یہ ودیعت ایزدی ہے اسکو بہترین کاموں میں خرچ کرنا مناسب ہی ضرور اپنے اہل و عیال کے لیے حصہ مناسب چھوڑو لیکن یہ بھی یاد رکھو کہ اس امر سے بھی زیادہ ایک اور تمہاری اور فرسٹ یعنی اپنی اولاد اور ان اشخاص کی تربیت کے لیے جو تمہارے گرد و پیش ہیں وہ سامان مہیا کرنا کہ حسب مقتضایا وقت اونکو تعلیم حاصل ہو۔

اور جس حال میں کہ آپ دیہانی مکتبوں اور شہر کے مکتبوں اور مدرسوں کی ترقی پر مستعد ہوں یا کچھ نہیں یاد رکھنا چاہیے کہ بغیر مستورات کی تعلیم کے آپکی یہ کوششیں نامکمل رہیں گی اس وقت اس مضمون پر گفتگو کرنا ارادہ ہوا لیکن جو کہ علم اور دانش ہر قوم کی حقیقی زینت ہے پس اوس قوم کے حق میں کیا کہنا چاہیے جو عہد اپنے گروہ کے نصف اشخاص کو تعلیم کے فوائد سے محروم رکھو جو نا انصافی کہ اس محل میں فرقہ نشون کی نسبت کی جاتی ہے میں بالفعل ذکر اوسکا نہیں کرتا لیکن اس قدر کہتا ہوں کہ جب تک آپکی مستورات تعلیم یافتہ نہ ہوں گی آپ کی اولاد عقل و دانش کے حاصل کرنے میں ہمیشہ پس پڑے گی کیونکہ سب سے بہتر اور نہایت عمدہ تعلیم وہی ہے جو کہ لڑکا ابتداً اپنے گھر میں حاصل کرتا ہے۔

میں آپ سے یہ تمنا ظاہر کرتا ہوں کہ میرے عہد حکومت اس ملک کی رعایا کی تعلیم اور تربیت اور عقل و دانش کی اصل ترقی کا زمانہ گنا جائے البتہ یہ بات مستحسن ہے کہ آپکے شہر عمارت خوش اسلوب اور مفید سے فریب ہوں اور لوگوں کی آسائش و آرام کے لیے رسنے اور باغیچے اور ٹرکین بنا کی جائیں اور ایسے کاموں کو ترقی پر دیکھیں جو سے میں بہت خوش ہوں گا لیکن میری حکومت کڑھنے میں اگر صرف تعلیم و تربیت اور تہذیب اخلاق اور دانش کی بنیاد عمیق اور مستحکم ہو اور بڑھتی جائے تو میں اوسکو نہایت عمدہ صلہ اپنی کوششوں کا سمجھوں گا مجھکو اپنے تمام مقاصد و انتظامات میں اوس خدام و عوہل کی جناب سے استعانت کرنی چاہیے جسکی بغیر کوئی چیز مضبوط اور کوئی شے پاک نہیں ہوتی پس گروہ اعانت حاصل ہو تو ہم سب اپنی ان کوششوں میں کامیاب ہوں گے۔

بعد اوسکو صاحب سکرٹری ڈیوڈ علی ڈیوڈی کلکٹر اور ڈیوڈی جیٹرٹ کھیرا گڈہ کو پیش کیا۔

نواب علی القاب لفٹنٹ گورنر بہادر ذی حاضرین دربار سے فرمایا کہ جناب سر جان لارنس سابق گورنر جنرل بہادر ہند کا سب سے پچھلا کام یہ تھا کہ ممالک مغربی و شمالی کے دو شخص مستحق کو عطاے خطاب غرت و توقیر سے ممتاز فرمایا ایک کچھن سنگھ تعلقدار کراولی ضلع مین پوری کو جو اس دربار میں موجود ہیں ایام غدر کی خدمات پسندیدہ و تمام صیفہ انتظام ملکی خصوص سررشتہ تعلیم میں مدد دہنی کی جلد و مین خطاب راجگی کامرمت کیا چنانچہ نواب لفٹنٹ گورنر بہادر بمقام اگرہ جو حال میں دربار فرمایا کچھن سنگھ کو سند خطاب کور کی عطا کی۔

دوسرا خطاب خان بہادری کا میر مدد علی کو عنایت کیا اس عمدہ عمدہ دارنی نہایت پسندیدہ خدمات ایام بغاوت میں کین اور اس وقت سے تمامی اقسام امور انتظام ملکی میں اس طرح کی مدد نمایان کی کہ کٹس صاحب مجسٹریٹ سابق اور کورٹ صاحب کیشنر اور نیز صاحب مجسٹریٹ حال نے اس امتیاز خاص کے لائق ہونے کی کیفیت اوسکو حق میں گورنمنٹ میں بھیجی علاوہ اسکے جناب نواب لفٹنٹ گورنر بہادر نے یہ بھی فرمایا کہ میر مدد علی خان بہادر استحقاق اس سال اون کاموں کے اہتمام میں جو قحط زدگان کی پرورش کو لینے جانب جنوب دریا میں جاری ہوئی اوسکی جانفشانی اور کوششوں سے گورنمنٹ پر روز زیادہ ہوئی پس جناب نواب لفٹنٹ گورنر بہادر نے نہایت خوشی سے اسکا سند اوس امتیاز کی جو مشارالین نے اپنی لیاقت سے حاصل کی تھی عنایت کی اور خلعت مناسب وقت عطا فرمایا۔ پھر صاحب سکرٹری گورنمنٹ اور صاحب ڈائرکٹر شہ تعلیم ممالک مغربی و شمالی نے سپڈٹ باپو دیو شاستری پیش کیا اور اس وقت جناب سر ولیم میور صاحب بہادر نے دربار میں یہ تقریر فرمائی۔

آپ سب صاحبوں کو یاد ہوگا کہ سال گذشتہ میں بنظر ترغیب تالیف ہندوستان کی و سینیان کی کتابوں کے جنکی قلت کو سب رعایا کی تعلیم کے رواج میں نہایت حرج واقع ہے میں نے ایک اشتہار اس صدمے سے کیا تھا کہ زبان اردو یا ہندی میں جو کتابیں لائق پسند تالیف ہوں تو ایک ایک ہزار روپیہ انعام مرحمت کیا جائیگا واضح ہو کہ باپو دیو شاستری نے ایک کتاب ڈی نظیر بیچ گنت جبر و مقابلہ کی زبان ہندی میں تالیف کی ہے اور یہ پہلی تالیف ہے جسکے واسطے پورا انعام ہزار روپیہ کا تجویز کیا گیا اور انھوں نے محض انعام زر کی لالچ سے اس تالیف میں

ہمت صرف نہیں کی بلکہ یہ ایک ایسے پنڈت ہیں جنکو علم و دانش کا ذوق محض اوسی کے حصول کے واسطے ہر
چند سال گزرے کہ اونھوں نے ایک کتاب اسی مضمون کی تالیف کی تھی جو حقیقتاً اصل مادہ اس تصنیف کا
اور جسکے واسطے جناب طامسن صاحب مرحوم کو عہد میں دو ہزار روپے مرحمت کیے گئے تھے اوس وقت سے
یہ پنڈت صاحب برابر مطالعہ میں مصروف ہے اور اس قدر رتبہ حاصل کیا کہ اونکی شہرت نہ صرف انھیں کے ملک میں
ہوئی (کیونکہ اوزکا نام دکن میں سب سے پہلی تک معروف و مشہور ہے) بلکہ فضلاء و مالکِ یورپ میں بھی اونکی ناموری
اسی بابو دیوشاستری میں آپ کو روبرو آپ کی ہمیشہ اور ہوطنوں کے یہ کیسہ ایک ہزار روپے کا مع ضلعت بجلد و
فضیلت علم کے بطور انعام دیتا ہوں اور میں بدل امید رکھتا ہوں کہ اور لوگ بھی مثل آپ کی مستحق اس عنایت کے ہوں
اور یہ انعام اسی قسم کے اوں بہت انعاموں میں سے پہلا انعام ہو جو اس ملک کی دیسی زبان کی عمدہ تالیف کو لیے
دیے جائیں۔

اسکے بعد نواب لفٹنٹ گورنر بہادر نے ایک چاندی کی گھڑی مانا دیال اول مدرس مکتبہ تحصیل مقام اہرور
واقع ضلع فرزا پور کو بجلد وے اوسکی موثر اور پسندیدہ کوششوں کے جنکی تصدیق صاحب کمشنر اور صاحب ڈاکٹر
سرشتہ تعلیم اور کئی عمدہ داران سرکاری نے کی ہے عطا فرمائی۔
پس جناب نواب لفٹنٹ گورنر بہادر دربار سے تشریف لگے اور شلک معمولی سرہونی اور دربار برخواست ہوا۔

نمبر ۹

علیگڈہ کی ہائی اسکول کا جاری ہونا

ماہ فروری ۱۹۵۷ء

۷ فروری کو جناب معالی القاب نواب لفظنت گورنر بہادر نے علیگڈہ کے مدرسہ نو تعمیر کو ملاحظہ فرمایا اور اسکے واسطے اغراض تعلیم و تربیت کے جاری کیا

اول چیمپس صاحب مجسٹریٹ اور کلکٹر ضلع نے کیفیت مدرسہ کی اور بعد ازاں ایک تقریر راجہ جی کشن نے ارباب جلسہ کے روبرو پڑھی اور اسکے بعد عالی جناب حضور سرولیم میو صاحب بہادر کرسی سے کھڑے ہوئے اور اول میم صاحبوں اور صاحبان انگریز حاضر وقت کی طرف خطاب فرما کر زبان انگریزی میں ان سبھوں کا شکریہ ادا کیا جنھوں نے اسکول کی عمارت کی تعمیر میں مدد کی تھی اور اسکے تعمیر کے فوائد بیان کیے بعد اوس کے ہندوستانی ریسوں کی طرف متوجہ ہو کر اردو زبان میں یہ ارشاد فرمایا

اے راجہ ٹیک سنگھ اور راجہ جی کشن دس اور تعلقداران اور روسامی علیگڈہ

مجھ کو اس رسم کے کھلنے کے وقت جسکی یہ عمارت خوش اسلوب اور وسیع واسطے اغراض تعلیم و تربیت کے نہایت موزوں ہے یہاں موجود ہونے سے مسرت خاص حاصل ہوئی جو عبارت تعریف و توصیف آئینہ راجہ جی کشن دس نسبت میری ابھی پڑھ کر سنائی اوسکا بھی شکریہ مجھ پر واجب ہے اور اب میں گورنمنٹ کی طرف سے شکریہ ان اشخاص کا ادا کرتا ہوں جنھوں نے اس عمارت کی تعمیر میں مدد کی ہے سنہ گذشتہ کے ماہ اپریل میں اس عمارت کی بنیاد راج لارنس صاحب نے قائم کی تھی اور اس عرصہ تسلیل میں اوس کا اختتام کو پہنچنا

چیس صاحب مجسٹریٹ اور کلکٹر ضلع اور راجہ جی کشن داس اور لالہ ویسی پرشاد کی توجہ خاطر اور با محضو
 بلیکٹ صاحب کی عنایت اور اعانت سے ہوا ان سب صاحبوں اور ارباب مینو نسیپل کمیٹی کا جنھوں نے
 نصف خرچہ اسکی تعمیر کا دیا اور ماہ ماہوار اس کے اخراجات کے لیے دیتے ہیں میں دل سے شکر گزار ہوں جن صاحب
 چیس صاحب نے ابھی پڑھی اوس سے آپکو مختصر حال اس مدرسہ کا معلوم ہوا کہ کئی سال گزرے کہ بیان ایک چھوٹا سا
 مکتب مقرر ہوا تھا لیکن بعد ۱۹۱۰ء کے رقم اون اخراجات کی جو روڑ کی کے اسکول کو یہ مقرر ہوئی تھی بیان کیوٹو
 منتقل کی گئی اور یہ نیا اسکول اس ملک کے عمدہ اسکولوں میں سے ہو گیا اس موقع پر ذکر کرنا اس بات کا بھی
 جو مجھ کو کمپین صاحب سے دریافت ہوئی مناسب ہے یعنی یہ کہ ترقی اس امر کی بیشتر لالہ بینی پرشاد متونی
 مدرس سابق کی سعی اور کوششوں سے ہوئی ہے اور اسکی ترقی کی بنیاد اوس کی ڈالی ہوئی ہے اس واسطے واجب
 کہ اس وقت اوسکی نام کا ذکر فرود گذشتہ نہ کیا جائے۔

۱۹۱۰ء میں بیان کی تین طالب علم یونیورسٹی کے امتحان میں کامیاب ہوئے لیکن افسوس ہے کہ ۱۹۱۱ء کے امتحان میں
 کوئی طالب علم کامیاب نہ ہو سکا مجھ کو امید ہے کہ اس مکان نو تعمیر میں مدرسے کے جاری ہونے سے اسکی کامیابی کا نیاز مانہ
 شروع ہوگا اور طالب علموں اس امید کا پورا ہونا تمھاری کوششوں پر منحصر ہے اگر تم محنت و شوق اپنی تحصیل میں کرو گے تو یقین سے
 کہ تم کامیاب ہو گے اور مجھ کو بھی امید ہے کہ اس مدرسے سے کئی طالب علم خطاب یونیورسٹی کے حاصل کریں گے اور جب بیشتر سلسلے عمدہ اور
 مغز روزگار کو تمھاری واسطے موجود ہیں وہیں تم غراؤ اور کام حاصل کرو اور میں تم سب طالب علموں کو جو اس وقت میری روبرو موجود
 یہ بات ذہن نشین کرتا ہوں کہ اسکول کالج کو چھوڑ کر بعد بھی اگر تم مطالعہ کتب کا کرتے ہو تو بہت فائدہ حاصل ہوگا یا کہ اسکی ستون پر کیا
 کہ جہاں مدرسے سے نکلے کتابوں اور تحصیل علم سے کچھ غرض نہیں رکھتے ہیں لیکن سچا طالب علم جو حقیقت شوق تحصیل کا رکھتا
 وہی ہے کہ عم بھر کتب کا مطالعہ اور علوم کی پیروی کرتا رہے اگر ایسا کرے گا تو امید ہے کہ تم میں سے بعض ایسے پیدا ہوں
 جو علم و ادب کی کتابوں کی تصنیف کرنے سے اپنی ملک کو فائدہ عظیم پہنچائیں اور خصوص اس لئے کہ علیگڑھ انسٹیٹیوٹ کے
 وہ شرکاء جو اس امر کی طرف التفات خاص ہے اس وقت موجود ہیں چند فقرات اور اس باب میں بیان کرتا ہوں

مطابق اشتہار انعام تصنیفات کرسیکڑوں کتابین بامسدا انعام پیش کی گئیں ہیں لیکن اون میں سے بہت تھوڑی قابل پسند نکلیں بلکہ اب تک صرف دو کتابیں ایسی تھیں جو پورے ہزار ہزار روپیہ کے انعام کو لائق تھیں اور خصوصاً ایک امر میں مجھ کو مایوسی ہے کہ مضمون نوظر اور طبع زاد نہیں لکھا گیا سب کتابین اوسے ایک پڑانے ڈھنگ پر لکھی گئیں ہیں اور مصنف اوس پڑانے بندھے ہوئے طریقے کی پیروی کیے جاتے ہیں حال آنکہ علم کو میدان وسیع خیالات جدید اور مضامین تازہ کے واسطے بہت وسعت اور فراخی موجود ہے ایک اور تشبیہ اسکی یہ ہے کہ زر کی تلمیذ تم ایک اوسے پورانی کھان کو کھو دے جاتے ہو جو سیکڑوں برس سے جاری ہے اور نہیں جانتے کہ تمام میدان زرخیز پڑا ہوا ہے اور نہ زاروں طرف سو سراغ اوس مقام تک پہنچ سکتا ہے جہاں سے معافی کے جو اہرے بہا حاصل ہوں۔ اس مدرسے سے ایک اور خاص فائزہ کی امید یہ ہے کہ دیہات کے تحصیل اور حلقہ بندی و مکتبہ بندی اور چھوٹے طالب علم اس مدرسے کے متعلق جو بورڈنگ ہوس ہو اوس میں رہا کرینگے ہکو دور میں ہر روز بہت دیہاتی مکتبوں کے طالب علم ملتے ہیں جنہوں نے خوب ترقی کی ہے اور اون میں یہ ہمت اور ارادہ لائق تھیں و آفرین کے پایا جاتا ہے کہ ضلع کے اسکول میں جا کر اپنی تحصیل کی تکمیل کریں اور آخر کو روڑ کی کالج یا اگرہ کالج یا اوسے ہی مدرسے میں ایسے طالب علموں کو واسطے جلد اس مدرسے کو قریب ایک مکان وسیع طیار کیا جائیگا اور اوسکو واسطے ہتھام بیٹہ کا بندوبست ہوگا۔

در باب دیہاتی یعنی حلقہ بندی مکتبوں کے اس موقع پر ایک اور امر کا ذکر نامناسب معلوم ہوتا ہے کہ بعضوں ان مکتبوں کی تعلیم کی تحقیق میں صرف یہ کہہ سکتا ہوں کہ ضلع کے دورے کے اتنا میں ہرنج سے مجھ کو اطمینان حاصل ہوا کہ تعلیم جو ان مکتبوں میں ہوتی ہے وہ عموماً اچھی ہے اور محنت و مشقت کو ایسے آثار پاؤ جاتے ہیں کہ بالکل مثانی اس رائے کے ہیں بعض دیہاتی مکتبوں میں اوپر کی جماعتوں کی تحصیل علم بالکل تحصیل مکتبوں کی تعلیم کو برابر مثلاً گل ہی سینے ایک جماعت دیکھی جس میں اڑکون نے دسواں مقالہ اقلیدس کا پڑھ لیا ہے اور یہ ایسی ترقی ہے کہ انگلستان کے دیہاتی مکتبوں میں بھی تھوڑے اسکا دعوسے کر سکتے ہیں یہ سچ ہے کہ بلحاظ مردم شماری اس ملک

تعداد طلبہ کی بہت کم ہے چاہیے تھا کہ بجائے سیکڑوں کے ہر پرگنہ میں ہزاروں اور دیہاتی مکتبوں میں لاکھوں پڑھتے لیکن علاج اسکا یہ تھخیر خلاف واقع نہیں ہے بلکہ اسکی تدبیر خود آپ لوگوں کی ہاتھ میں ہے اگر آپ لوگ حلقہ بندی مکتبوں سے کوئی بہتر تدبیر جانتے ہیں تو بیان کیجیے لیکن میری دانست میں کوئی بہتر تدبیر نہیں اور سرکار جو کچھ کہہ سکے اختیار میں ہے وہ سب کر رہی ہے لیکن جاننا چاہیے کہ کروڑوں آدمیوں کو تعلیم کرنا ایک کار عظیم ہے اور بغیر آپ لوگوں کی مدد کے اس انبوہ کثیر کو نور علم سے بہرہ پہنچانے میں جیسی کہ چاہیے کامیابی حاصل نہیں ہو سکتی ہے پس ہر شخص کو لازم ہے کہ اپنی لیاقت کو موافق دل جان سے سرکاری مدد کے تاکہ جلد ترقی حاصل ہو۔

اے صاحبو اب میں پھر آپ لوگوں کو اس مدرسے کی عمارت کے لیے مبارکباد دیتا ہوں کہ اس سے تمہارے شہر کی زینت ہے اور مجھ کو امید ہے کہ ترقی تعلیم و تربیت میں اس سے بہت مدد پہنچے گی اور اب یہ کہتا ہوں کہ اس عمارت میں مدرسہ جاری ہو۔

نمبر ۱۰

جلسہ عام جو ۲۱ مئی ۱۹۶۱ء کو بمقام الہ آباد
مہاراجہ بنارس کی کوٹھی واقع برواگھاٹ میں
برادرس اور فضول خیرچی شادی کو منعقد ہوا

راے بختا ورسنگم جج ماتحت ضلع الہ آباد نے تقریر کی پھر منشی پیاری لعل نے ایک کیفیت کارروائی کی پھر
بعد ازاں جناب مستطاب امیر کبیر کیوان جاہ نواب سر ولیم مسویر صاحب لفٹنٹ گورنر بہار نے اچھکے
یہ بیان فرمایا کہ اس مجلس میں ہمارے آنے کی صرف یہی غرض تھی کہ آپ کی کارروائیوں کو ملاحظہ کریں اور
ہمان خود موجود ہو کر اون کارروائیوں کی نسبت اپنی پسندیدگی اور التفات ظاہر کریں ہمارا یہ ارادہ تھا
کہ اس امر میں تقریر کریں اور نہ اس وقت یہ مقصود ہے کہ حاضرین مجلس کی طرف اس باب میں کچھ خطاب
مکریں میں آپ سب صاحبوں پر صرف یہی ظاہر کیا چاہتا ہوں کہ آپ کی اس تجویز کو میں دل سے پسند کرتا ہوں
اور اس بات کی مجھ کو خوشی حاصل ہوئی کہ اس قدر اجتماع رئیسوں کا اس مجلس میں ہوا اور آپ کا یہ ارادہ
کہ شادیوں میں جو فضول خیرچیان کی جاتی ہیں وہ موقوف کی جائیں۔

جو کچھ کہے بختا ورسنگم نے اس قدر بلاغت سے بیان کیا وہ نہایت رست و دست ہے اور اس قابل ہے کہ آپ
سب صاحبان سے اس پر توجہ کریں اور انہوں نے اس باب میں تین امر بیان کیے ہیں اول یہ کہ شادیوں میں فضول خیرچیان
ہوتی ہیں اور اسی سے دو اور بڑی قباحتیں یعنی دختر کشی اور لڑکیوں کا چور لیجانا پیدا ہوتا ہے البتہ ان دو اخیر قباحتوں کا

اسناد سرکاری طرف سے ہو سکتا ہے اور دختر کشی کے باب میں جو لوگوں کی خباثت اور وحشی پن
 راسے صاحب فرمایا کیا اوسمیں کچھ مبالغہ نہیں ہے اونکا یہ قول ہے کہ اس وقت قبیح سی ہندوستان کو لوگ
 مثل وحشیوں اور جانوروں کے ہیں اگر وہ کچھ اس سے بھی زیادہ کہتے تو فی الواقع بجا تھا کیونکہ وحشی جانور
 اپنے بچوں کو پالتے ہیں اور انکی پرورش کرتے ہیں بخلاف اسکی یہاں کے لوگ آدمی ہو کر اپنے بچوں کو کوہ
 اور عزیز نعمت خدا داد ہے اپنے ہاتھ سے ضائع کر ڈالتے ہیں سرکاری اب تجویز مصمم ہے کہ اس قبیح اور سیرچی
 دستور کا اسناد کرے اور اسکے دفع کرنے کے لیے موثر تدبیریں عمل میں آئیگی ہم چاہتے ہیں اور امید رکھتے ہیں
 کہ ہمارے عہد حکومت تک مالک مغربی و شمالی کے ہر طرف سیہ جرم بالکل موقوف ہو جائیگا لیکن جس قدر
 کہ ان امور میں سرکار داخلت کر سکتی ہے اوسی قدر فضول خرچی میں نہیں کر سکتی مگر فضول خرچی سے
 نیت فاسد دختر کشی کی پیدا ہوتی ہے پس چاہیے کہ اسکا اسناد کیا جائے اور اوسکی تدبیر آپ لوگ عمل میں لائیں
 اور یہی وجہ ہے کہ میں ایسی مجلسوں کو جیسی کہ یہ بالفعل ہوئی بخوشی پسند کرتا ہوں راسے نجات اور سنگہ نے
 اس بیوقوفی کے رسم کا بیان خوب کیا ہے آپ لوگ اپنی طفولیت کو وقت سے اس دستور کے دکھنے کو عادی ہیں
 مگر ہم لوگ جو ایک ملک غیر سے یہاں آئے ہیں ہکو یہ بات نہایت نازیبا اور بیودہ معلوم ہوتی ہے کہ لوگ شادیوں
 اتنا خرچ بیفائدہ کریں جو انکی بساط سے زیادہ ہو اور اسی سبب سے آخر کو نوبت فاقہ کشی کی پہونچے
 اور وہی فاقہ کشی سبب بہت بڑی بڑی قباحتوں اور مصیبت کی اور بڑے بڑے خاندانوں کی خرابی اور تیری کا
 اس ملک کے لوگوں کے واسطے ہو چنانچہ یہی جڑ دختر کشی کی ہے اور اس طریقے زبون کی بیج کنی کو لیے
 لالہ پارے لعل نے اپنی عمر صرف کی ہے اور جیسا کہ آپ فرمائیے شخص اس تمام ملک میں پراپے اور
 اسی غرض سے تین سو بڑی بڑی مجلسیں اور پنچائیتیں ہوئی ہیں یہ شخص لائق اسکے ہے کہ سرکاری طرف
 اور سب لوگوں کی طرف سے اوسکا شکر یہ ادا کیا جائے اور بیشک یہ زبا نہیں ہے کہ اس امر کی نسبت
 اور مقامات میں اس قدر پیروی ہو اور اس مقام دارالقرار گورنمنٹ میں کچھ نکلیا جائے بلکہ واجب ہے

کہ ایسے امور کا آغاز اس لہ آباد سے کیا جائے تاکہ اس ملک کے اور مقامات کے واسطے وہ ایک نمونہ ہو اور
 مجھ کو امید ہے کہ اس مجلس کے بعد شاہ دیون میں کفایت شعاری اختیار کرنے کے لیے معقول اور مناسب تدبیریں
 عمل میں آئیں گی اور جس وقت کہ میں اس دارالقرار گورنمنٹ میں پھر آؤں تو دیکھوں کہ اس امر کی تجویزوں میں
 آپ بخوبی کامیاب ہوئے آپ لوگوں نے مجھے استدعا کی کہ میں آپ کی کوششوں میں معاون اور مددگار ہوں
 اور اس مجلس کا سرپرست قرار دیا جاؤں سو میں اس درخواست کو بخوشی منظور کرتا ہوں اور اس عمدہ تجویز کی
 مدد اور اعانت کرنے کے لیے جو کچھ کہ ہو سکتا ہو بلا دریغ اور بخوشی میری طرف سے وقوع میں آئے گا۔

منبراً

در بار جناب نواب لفٹنٹ گورنر بہادر واقع گورکھپور

ماہ جنوری ۱۸۶۱ء

۶۔ جنوری ۱۸۶۱ء روز جمعہ دوپہر کے وقت گورکھپور میں جناب نواب علی القاب لفٹنٹ گورنر بہادر ممالک مغربی و شمالی دام اقبالہ کا دربار منعقد ہوا راجگان مفصلہ ذیل یعنی—

راجہ لعل مہندر سنگھ سی ایس آئی راجہ بانسی *
 راجہ روہر پرتاب سنگھ راجہ انول *
 راجہ اودے نرائن مل راجہ مچھولی *
 راجہ ستیا بخش راجہ بستی *
 راجہ کرشن پرتاب ساہی راجہ تھکوی *
 راجہ مہاد یو چند راجہ گوپال پور *
 مع تمام رؤساء اور مہاجنان اور جاگیر داران اور عمدہ داران سرکاری دونوں ضلع گورکھپور اور بستی کے حاضر تھے *
 جب وہ سب پیش کیے گئے اور حضور سے مشرف ہو چکے تب جناب نواب محترم الیم نے اپنی کرسی سے
 کھڑے ہو کر اردو زبان میں یہ ارشاد فرمایا

اے راجگان و تعلقداران و رؤساء گورکھپور و بستی

اس موقع کا حاصل ہونا کہ میں آپ کو ضلع میں اگر دربار میں آپ لوگوں سے ملاقات کروں باعث میری خوشی کا ہے

اٹھارہ برس ہوئے کہ جناب طاہر صاحب بہادر مرحوم لفٹنٹ گورنر مالک مغربی و شمالی جب دورے کی تقریبی بیان آئے تھے تو میں بھی ان کو ہمراہ اس ضلع میں آیا تھا اس عرصے میں ایسا تغیر بیان نہیں ہوا جیسا کہ اطراف میں زراعت میں البتہ ترقی ہوئی اور جنگل بہت صاف ہو کر کاشت اور تردد ہوا اچھا ضلع بہت خوش نما اور سیراب اور سرسبز ہے کہ بیان سوتے اور جھیل بکثرت ہیں جسے آب پاشی نہایت محنت اور کوشش سے ہوتی ہے پیداوار بہت خوب ہو اور خدکے فضل سے فصل بہت اچھی ہونے کی امید ہے لیکن یہ ضلع اطراف سے دور ہے اور گھاگرا اور اور دریا اسکے اور اور اضلاع کے بیچ میں حاصل ہیں اور اگر چہ اون دریاؤں کے سبب سے تجارت اور جنس لانے لیجانے میں آسانی ہوتی ہے تو بھی اون سے عبور کرنا مشکل ہوتا ہے اور شاید اسکو عرصہ کھینچے کہ ریل کو فوائد اس ضلع میں پہنچیں ہر چند اس سبب سے اور اضلاع سے منقطع اور گویا دنیا کے کنارے آپڑا ہے مگر یہ بات اسکی مانع نہیں ہے کہ اور امور یعنی اخلاق اور شہر کی آراستگی اور رعایا کی شائستگی اور رشخیصی میں مثل اور مقاموں کے اسکی بھی ترقی نہو خصوصاً تعلیم کے باب میں اسباب تعلیم کچھ مکان پر موقوف نہیں جہاں محنت اور مستعدی ہو وہاں لڑکے وہی فوائد تعلیم کے پاسکتے ہیں جیسا کہ اطراف میں —

فی الواقع یہاں اس بات کو دیکھنے سے میں بہت خوش ہوں کہ تعلیم کو باب میں اس عرصے میں ترقی ہوئی جب پہلے میں اس ضلع میں آیا تو مجھ سے کہ کہیں کہیں دیہات میں چھوٹے چھوٹے دیہاتی مکتب تھے اور چھوٹے ہائی اسکول اور صورت تعلیم کی ناقص تھی اب سبب انتظام حلقہ بندی اسکولوں کے دونوں ضلع کے ہر اطراف میں مکتب بکثرت ہیں یہاں تک کہ ہر شخص جو اپنے لڑکوں کی تعلیم چاہے اس کے لیے اچھی تربیت کے اسباب مہیا ہیں اس بات کے ثبوت میں یہ امر قابل ذکر ہے کہ ضلع گورکھپور میں جس میں پانچ جگہ خیمہ گاہ ہوا تین ہزار ایک سو تینتالیس لڑکے امتحان کے لیے میرے خیمہ گاہ میں جمع ہوئے اور سستی کے تین خیمہ گاہ میں دو ہزار ایک سو سب پانچون مقام میں پانچ ہزار دو سو تینتالیس اور سوا اسکے گورکھپور کے خاص مشن اسکولوں میں چھٹا سٹ لڑکے حاضر تھے اور ان سب لڑکوں کی تعلیم بخوبی ہوتی ہے چنانچہ اقلید میں اس حساب اور تواریخ اور جغرافیہ وغیرہ پڑھتے ہیں

اور اکثر لڑکے بہت مستعد ہیں پھر جناب منظر نسیم نے سب کی طرف مخاطب ہو کر اونکے لڑکوں کی تعلیم کے فوائد بیان فرمائے اور اسکے ثبوت میں ایک نظیر پیش کی جس سے ان دنوں تعلیم کی کامیابی ہونی ظاہر ہوتی ہے فرمایا کہ یہاں کتنے بڑے بڑے راجہ اور تعلقدار اور رؤسا اور اشراف موجود ہیں اور اتنے بڑے مجمع میں کتنوں کو یہ حوصلہ ہے کہ اونکا نام گزرت ہند میں چھپ جاوے یا ان حاضرین میں سے دو شخص راجہ بانسی اور بابوشیو پرشاد نے یہ عزت پائی بسبب اسکو کہ راجہ صاحب کو وفاداری اور خیر خواہی سرکار کی جلد میں اور بابو صاحب کو کارگزاری اور دیانت کے صلے میں تمنا اسٹار ہند کا عطا ہوا لیکن اس دفعہ جو گزٹ ہند آیا ہے اس میں گورکھپور کے تین شخصوں کا نام درج ہے اور وہ کون ہیں اووے بھان سنگھ اور بھیرو پرشاد اور چھوٹو لعل یہ تینوں لڑکے گورکھپور کے مشن اسکول کے طالب العلم ہیں جو یونیورسٹی کے امتحان میں کامیاب ہوئے ہیں کہ ان تینوں لڑکوں نے گزٹ ہند میں اپنے نام درج ہونے کی وہ عزت پائی جسکو بڑے بڑے اشراف بھی نہیں پاسکتے اور اگر یہ لڑکے مستعدی اور محنت کے ساتھ پڑھتے ہیں اور آئندہ اعلیٰ درجے کا امتحان دینا تو اونکو عزت اور عمدہ عمدہ حاصل ہونا ممکن ہے پس اگر اس ضلع کے باشندے اپنے لڑکوں کی بہتری اور ترقی چاہتے ہیں تو کسی طرح کی کوشش اور مصارف میں دریغ نہ کریں جس سے اونکی تعلیم بخوبی ہو اور اونکو خوب محنت کرنے کی ترغیب دین اور جو لوگ کہ ذمی استعداد اور صاحب اقتدار ہیں اونکو چاہیے کہ وہ حتی الوسع عوام کے لڑکوں کی تعلیم کے لیے مکتبوں کے مقرر کرنے میں کوشش کریں باعث میری بڑی خوشنودی کا ہے کہ بعض مہتمما یہاں موجود ہیں جنہوں نے اس باب میں حسن سعی اور پیروی کی چنانچہ جناب نواب لفٹنٹ گورنر بہادر نے بڑی سرت سرتی سر دربار یون اور کانام بیان کیا اور سر شمسہ تعلیم کی نسبت اونکی خدمات کی شکرگزاری کی۔

اول تو راجہ بانسی کا ذکر کرنا ضرور ہے کہ جنہوں نے الہ آباد کے کالج کے لیے پانچ ہزار روپیہ دیا اور ایک انگریزی اور اردو مکتب کو مصارف اپنے ذمے لیے پھر راجہ مگھوئی نے اسی طرح کی کارگزاری کی کالج کے لیے ہزار روپیہ دیا اور اس شہر گورکھپور میں لڑکوں کو اسکول کی بخوبی مدد کی انکے بعد راجہ بستی اور رانی ستاسی اور رام پور نے

اور بابو انبکار پیرشا و نار این سنگہ سلیم گڈہ والے ان سبھون نے تعلیم کے سر شستہ کی اعانت کی علی الخصوص بابو صاحب لڑکیوں کی تعلیم میں بہت مدد کرتے ہیں اور مولوی وجاہت علی تحصیلدار دبوریا بھی اچھی طرح اس باب میں ساعی اور معاون ہیں۔

من بعد جناب نواب لفٹنٹ گورنر بہادر کے حکم سے مولوی علی بخش خان بہادر جج ماتحت پیش ہوئے اور جناب منظر الیم نے اسنے مخاطب ہو کر فرمایا کہ کمپین صاحب بہادر اور بابو شیو پیرشا و کربان سے معلوم ہوا کہ آپ نے سر شستہ تعلیم کی اس ضلع میں اور اراضلاع میں بھی روپے اور کوشش دونوں سے اعانت کی خصوصاً اس شہر گورکھپور میں ایک لڑکیوں کا مکتب جاری کیا چنانچہ لیڈی صاحبہ نے وہاں کی لڑکیوں کا امتحان لیا جناب مدوح نے اونکی شکر گزاری کے بعد اپنی خوشنودی کی علامت ایک گھڑی جسمین اونکا نام کندہ کیا اور ایک سارٹیفکیٹ عطا کیا۔

بعدہ جناب نواب لفٹنٹ گورنر بہادر نے دختر کشی کے باب میں کچھ بیان کیا اور یہ فرمایا کہ نہایت اچھی اور بڑی خوشی کی بات ہے کہ اس ضلع گورکھپور کے راجپوتوں میں یہ امر قبیح جاری نہیں ہے مگر بستی کے ضلع کے بعض اطراف میں رائج ہے راجہ بالنسی کا شکر گزار ہوں کہ اونھوں نے اسکا سدود میں نہایت کوشش کی اونکی سعی اس امر میں البتہ کچھ موثر ہوئی تو بھی اکثر جگہ یہ طریقہ مسدود نہیں ہوا سرکار کا اب مصمم ارادہ ہے کہ نظام قرار واقعی سے اسکو بالکل مسدود کریں مجھے امید ہے کہ گورکھپور اور بستی میں سب روسائے ذی اختیار اور منظمین شامل ہوں جو اور حکم شروع ہوا ہے یعنی شادی کی فضول خرچی کی اصلاح یہ فضولی بھی دختر کشی کی ایک جڑ ہے سو اسکو سب قوموں کو لیتنگ عالی اور وقت کا باعث ہو اور اکثروں کو فلسفی اور تباہی میں ڈالتی ہو اور اراضلاع میں اس رسم کے سدود میں سعی ہوئی ہے اور مجھے امید ہے کہ ان دونوں اراضلاع کے جو روسا اور قلعدار ہیں بہت مستعد ہو اس امر اہم میں شامل ہوں گے۔

ایک اور بات کا ذکر ضرور ہے وہ کیا ہے نسوان کی تعلیم اب تک اس ملک کو باشندوں نے اسکی قدر کو

نہیں پہچانا اور سبب اسکے کہ یہ نسوان سے متعلق ہے اور پردہ داری کی وجہ سے مشکل ہے سرکار کے مناسب حال نہیں کہ اس میں کچھ دست اندازی کرے یہ ایسا کام ہے کہ رعایا کو خود اپنے لیے اسکا انصرام کرنا چاہیے لیکن جو کچھ کہ رعایا خود کرے اونکی کوشش میں اعانت کرنے کو سرکار موجود ہے اس باب خاص میں تین باتیں یاد رہیں پہلے یہ کہ نسوان اسکی مستحق ہیں کہ وہ عقل کی تدبیر اور تعلیم کے فوائد پائیں جیسا کہ مرد پاتے ہیں اور انصاف کے خلاف ہے کہ وہ اس سے محروم رہ کر جہالت اور تاریکی میں رہیں دوسرے یہ کہ جب کوئی شخص اپنے گھر سے عرصے تک فاصلہ دور دراز پر ہے تو عورتیں صرف اسی ذریعے سے اپنے خاوند یا والد یا بھائیوں سے خط کتابت کر سکتی ہیں ورنہ کیونکر ہو سکتا ہے کہ حالت مفارقت میں بجز ان کہ کوئی غیر شخص درمیان میں آوے وہ اپنے گھر کے غم یا شادی اور خانہ داری کے امور سے مطلع ہوں اسی وسیلے سے باہم دیگر مشورہ اور دل کی تسلی اور آپس کی خط کتابت سے اطمینان ممکن ہے تیسرے یہ کہ اگر لڑکے اپنے بیٹوں کی تعلیم کی قدر جانتے ہیں تو یہ سب سے بہتر طریقہ ہے کہ لڑکا اپنی والد کے ہاتھ سے پہلا تعلیم پاوے لڑکوں کو جب وہ چھوٹے ہوں ماسے بہتر اور کوئی معلم نہیں ہے اگر وہ خود خواندہ ہو تو لڑکے اس صغیر سن میں کہ جب انکا دل اور عقل اثر پذیر ہے بخوبی تربیت پاوین جب تک مستورات تعلیم یافتہ نہوں تو کل عوام الناس کی تعلیم اور عموماً مردوں میں روشن ضمیر کا چرچا ہونے کی امید نہیں۔

اب ایک اور بات کا ذکر باقی رہا کہ میں میونسپل کمیٹی کی کوشش سے رضامندی اپنی ظاہر کروں انھوں نے صاحب مجسٹریٹ کی اتفاق سے شہر کی صفائی اور پانی کے نکاس اور جلہ آراستگی اور آرام دہیے بہت محنت کی اس امر میں سرکار کا یہی ارادہ ہے کہ ہر بڑے شہر کے اشراف اور رؤساء اپنے امورات کا انصرام خود نختاری سے کریں اور یہ باعث خوشی کا ہے کہ ہر اطراف میں بڑے بڑے قصبات اٹھ رہیں یہی نظام ہوتا جاتا، اور مجھے امید ہے کہ اب اس گورکھ پور میں بھی رؤساء شہر اسی طرح کوشش کریں کہ جو باتیں شہر کی بہتری کی خاطر انداز اور آب و ہوا کو مضر ہیں وہ دور کیجاوین اور باشندوں کی صحت اور امن اور کارہائے مفید اور رونہ عام کے

جو مناسب ہیں وہ عمل میں آویں۔

اخیر میں جناب نواب لفٹنٹ گورنر بہادر نے ارشاد کیا کہ امید نہیں ہے کہ میں پھر اس شہر گورکھپور کو دیکھوں
لیکن آپ سے منت کرتا ہوں کہ جو نصیحتیں میں کہیں اونکو اپنے دل میں جگہ دین اپنے لڑکوں کی تعلیم میں
کوشش کریں اور عوام میں اوسکے رائج کرنے میں بخوبی سعی ہوں اور دختر کشی کی انسداد میں سرکار کے مد
اور معاون ہوں اور شادی کے اخراجات کی کمی کرنے میں اور اپنی لڑکیوں کی تعلیم کرنے میں جہد کریں اور ہر شخص
اپنے مقدور کے موافق شہر کی درستی میں مدد کرے اگر اسی طرح سے سب کوئی باہم یکجہت اور کوشش کریں
تو دونوں اضلاع آراستگی اور آرام اور لوگ یہاں کے روشن ضمیری میں جلد ترقی پائیں۔

بعد اس ارشاد ختم ہونے کے درباریوں کو عطر و پان عنایت ہو کر جناب نواب لفٹنٹ گورنر بہادر اپنی خیمے میں
تشریف لے گئے اور دربار برخاست ہوا۔

دربار مقام بنارس واقع ۲۷ جنوری ۱۸۸۷ء

۲۷ جنوری ۱۸۸۷ء کو جمعے کے دن چار بجے سہ پہر کے بنارس میں جناب نواب معلی القاب لفٹنٹ گورنر بہار
مالک مغربی و شمالی دام اقبالہ کا دربار منعقد ہوا جس میں راجگان و رؤسائے اضلاع بنارس و اعظم گڑھ
و غازی پور حاضر تھے۔

دربار میں جب سب درباری نذر دکھا چکے تب جناب نواب معلی القاب لفٹنٹ گورنر بہار درباریوں کو دربار میں
درباریوں کی طرف یوں خطاب فرمایا۔

اے راجگان و رؤسائے بنارس قریب تین برس کے گزرے کہ میں بیان آیا تھا تب سے مجھے
دوری کی تقریب سے اس مالک مغربی اور شمالی کے اکثر اضلاع کی سیر کا اتفاق ہوا اور اب جو آپ لوگوں کے
حال کو اور دن کے حال سے مقابلہ کرتا ہوں تو معلوم ہوتا ہے کہ بنارس اور اسکے قرب و جوار اکثر حالات میں
اور اطراف کی نسبت ترقی پر ہیں میرے نزدیک اسکا ایک سبب یہ ہے کہ وہ کلکتہ اور بنگال سے قریب ہی بعضوں نے
یہ اہتمام کیا ہے کہ ہم لوگ بنگال کی کامیابی اور ترقی پر رشک کرتے ہیں اور سچ ہے کہ میں جو خود ہندوستان میں
مقیم ہوں میں نے بھی اکثر اوقات مالک مغربی اور شمالی کی رعایا کی تحریص اور ترغیب کی نظر سے بنگال کی کامیابی کا
ذکر کیا تاکہ وہ لوگ اپنی ترقی میں زیادہ سعی اور کوشش کریں اور اس مذکور سے انکو عبرت بھی دلائی تھی کہ اگر ایسا
نکرنے کے تو بنگال کے لوگ انکے ملک میں بھی اوز پر سبقت لے جاویں گے حقیقت میں انکی ترقی اور کامیابی
موجب رشک نہیں بلکہ باعث فخر و خوشی ہے اور یہی زیبا بھی ہے کیونکہ انکی ترقی اور بہبودی بمنزلہ ہماری ترقی

اور بہبودی کے ہے کہ ایک ہی ملک کے باشندے اور دونوں حضرت ملکہ معظمہ کی رعایا ہیں اور سوا اسکے اونکی ترقی ہلوگوں کی ترقی کا باعث ہے وہ لوگ جو رشنضیری اور تہذیب اخلاق میں تقدیم کرتے ہیں تو اسکے فائدے کا اثر یہاں بھی معلوم ہوتا ہے اور اونکی زبان اصل میں ہندی زبان سے ایسی مشابہ ہے کہ جو عمدہ عمدہ کتابیں وہاں تصنیف ہوں تو تھوڑی سی تغیر سے وہ اس ملک کو لوگوں کو واسطی بھی بجا آمد اور مفید ہونگی علاوہ اسکے یہاں کے مدرسے اور کالجوں کے لیے بنگال سے اچھے اچھے مدرسے ہم پونچنگ کے ان سب باتو نہیں بنگال کے اخلاق اور عقل کی ترقی سے ہلوگوں کی ترقی کے واسطے اسباب اور وسیلے میسر ہونگے۔

یقین ہے کہ مفصل کی رعایا کی تعلیم ان ملکوں میں بہ نسبت بنگال کے اچھی ہوتی ہے اس سبب سے کہ حلقہ ہندی کے اسکول یہاں افراط سے ہیں ایشیا دورہ میں مجھے دیکھنے کا اتفاق ہوا کہ ہزار ہا لڑکوں کی ابتدائی تعلیم اونیں بہت خوبی سے ہوتی ہے لیکن افسوس ہے کہ اعلیٰ تعلیم کے باب میں ممالک مغربی اور شمالی بنگال سے بہت پیچھے ہیں یونیورسٹی کا امتحان جو اب ہوا ہے اوسمیں ممالک مغربی اور شمالی کو صرف چار طالب علم بی اے کے امتحان میں کامیاب ہوئے اور بنگال میں اٹھتر ہیلا امتحان جو ہوتا ہے اوسمیں البتہ کچھ حساب اچھا رہا کیونکہ ان ممالک کو ایک سوسات لڑکوں نے امتحان دیا اور بنگال کے اٹھ سو ننانوے فرس اگر ہر شخص اپنے مقدور کے موافق کیا سرشتہ تعلیم کے ممبر ہو کر اور کیا تعلقہ دار اور دولت مند اور ذی اختیار ہونے سے مدرسوں کی تعداد بڑھانی کی جانب اور اونکی بہبودی کی طرف متوجہ ہوں تو یقین ہے کہ اس ملک کی تعلیم میں جلد ترقی اور بہتری ہو جائے اغلب ہے کہ جو یونیورسٹی کا بیج الہ آباد میں مقرر کر نیکا ارادہ ہے اور ہمارا اچھا بنارس اور یہاں کے روسانے اچھی مدد دی ہے اوس سے کچھ فائدہ حاصل ہو اور زیر طبیبی کالج جو الہ آباد میں بنانے کا غم ہے اور جسکے واسطے ہمارا اچھا وزیرانگراہ نے سخاوت کی راہ ہر دولاکھ روپے دینے کا وعدہ کیا ہے اسکے سبب سے بھی اس ملک کی ترقی ہو جائے امید رکھتا ہوں کہ اپنی ملک اور اپنی اولاد کی بہتری کے لیے سب لوگ ملکر نہایت کوشش کریں تاکہ رشنضیری اور تعلیم کے فوائد ہر جگہ جاری ہوں۔

نواب لفٹنٹ گورنر بہادر نے پھر اون دو باتوں کا ذکر کیا جبکہ مباحثہ صبح کو انسٹیٹیوٹ میں ہوا تھا یعنی شادی کی فضول خرچی اور نسوان کی تعلیم فرمایا کہ یہ نسوان کی تعلیم سبھون پر لازماً سی ہو اور بہ نسبت انسداد فضول خرچی شادی کے لوگوں کا شکر ادا کیا خصوصاً مہاراجہ بنارس کا جنھون نے اس امر میں بہت مدد کی اور ارشاد کیا کہ مجھے امید ہے کہ جو قواعد اس امر میں مقرر ہوئے ہیں اور ہزاروں آدمیوں نے اون پر عمل کرنے کا اقرار کیا ہے وہ واقعی جلد عمل میں لاوینگے۔

اسکے بعد نواب لفٹنٹ گورنر بہادر نے فرمایا کہ ارادہ ہے کہ تین شخصوں کی عزت اونکے ہوطنوں کو سائز زیادہ کیجائے کنور شمشیر نرائین سنگھ اور راجہ جے کشن داس اور بابو شیو پرشاد۔

جب میں پہلے بنارس میں آیا تب ایک شخص بیان موجود تھے جنکے اب نہونے کا نہایت تاسف ہے بعض حاضرین کو یاد ہوگا کہ اٹھارہ برس اس سے پہلے وکٹوریا کالج جاری کرنیکے وقت جناب طامسن صاحب درجہ لفظٹ گورنر سابق نے راجہ دیون نرائین سنگھ متونی کو خاص شہر بنارس کے بلوہ رفع کرنے میں جو اونھون نے کوششیں کی تھیں اوسکی جلد میں ساؤ کا خطاب یا پھر شہادۃ میں جو اونھون نے سرکار کی نہایت خدمت کی تھی صلے میں راجہ بہادر کا خطاب عطا ہوا اوسکے بعد جب کونسل اعلیٰ میں مقرر ہوئے دانائی اور فراست اور دیانت کے ساتھ مشیر ہے اونکی وفات کے سبب سے تمام شہر کو بڑا صدمہ ہے اور ایک عرصہ دراز تک اونکا ماتم رہیگا اونکی قدیم دیانت اور نیک خدمات کے سبب سے امیر کبیر جناب ویسٹ کے مرضی ہوئی کہ اونکو بیٹے کنور شمشیر نرائین سنگھ کو راجہ کا خطاب دیوین۔

اتنے ارشاد کے بعد کنور شمشیر نرائین سنگھ خلعت خاڑی میں بھیجے گئے وہاں اونکو ماتمی خلعت پہنا کر پھر سامنے لائے گئے اور جناب معظّم لہم نے یہ اونسے خطاب فرمایا۔

اسے راجہ شمشیر نرائین سنگھ یہ سند خطاب راجگی کی میں نہیں دیتا ہوں جسکو جناب ویسٹ کے ذریعے سبب تمہارے معزز والد راجہ دیون نرائین سنگھ بہادر کی خدمت گزار کی کے تلو عطا کیا چاہی کہ یہ کرم کا نشان

تھیں اسکی ترغیب دے کہ تم اپنے والد کا اتباع کرو اور انکے قدم بقدم رہو اور سرکار انگلشیہ کی خدمت گزاری سرگرمی کے ساتھ کرنے میں اوزکی وضع کو اپنے لیے نمونہ بناؤ۔

اسکے بعد راجہ جے کشن داس پیش ہوئے اور نواب لفظنت گورنر بہادر نے یوں ارشاد کیا یہ شخص اوس خاندان کا ہے جسے ۱۷۶۷ء میں سرکار کی بڑی اعانت کی اسکا بڑا بھائی چونے گھنٹاشام داس برابر علیگڑھ اور اگرہ میں دیانت دار مشیر رہا اور اگر چہ اوسکے بدن میں ضعف اور بینائی میں فرق تھا بڑی مردانگی اور بہادری دکھائی کہ دریائے گنگا کے کنارے سوروں کے آگے فوج کے ساتھ مقیم رہ کر وہ سیکھند میں جہاں لوگ تھے انکے بچانے کی تدبیر کی اس بڑی خدمت گزاری میں ایسا مشہور ہوا کہ فرخ آباد کے باغی رسالے نے اگر اوسکو پکڑ لیا اور اوسکا سر کاٹ کے کاسنگھ کی تحصیلداری کے دروازہ پر لٹکا دیا یہ اوسکی مردانگی اور دیسی آئندہ کے لیے ضرب المثل رہی اوسکے بھائیوں سے بھی ہر ایک نے اپنے مقدر و بھروسہ راجہ جے کشن داس نے سرکار کی مدد کی اور چونے گھنٹاشام داس کی بہادری اور خدمات کی یادگاری کے واسطے نواب گورنر بہادر نے راجہ کا خطاب اور جاگیر راجہ جے کشن داس کو عنایت کی اور تب سے ہمیشہ راجہ صاحب سرکاری کام میں سرگرمی سے مشغول ہے علی الخصوص سر شہتہ تعلیم کی مدد میں خدمات پسندیدہ کیں۔

اے راجہ جے کشن داس چونکہ تم نے اور تمہارے خاندان نے سرکار انگلشیہ کی خدمات نمایاں کیں ہیں حضرت ملکہ معظمہ نے تمکو مصاحب طبقہ اعلاے ستارہ ہند مقرر فرمایا اور اپنی عنایت کا نشان یہ اوسکا تمغاعطا کیا جو اب میں تمکو دیتا ہوں یہ شاہانہ محبت کا نشان تمکو تحریص دے کہ حضرت ملکہ معظمہ کی خدمتوں میں زیادہ کوشش کرو۔

جب بابوشیو پشا دپیش کیے گئے تب نواب لفظنت گورنر بہادر نے فرمایا کہ اس شخص کی نیکنایمی اس شہر بلکہ تمام مالک مغربی اور شمالی میں مشہور ہے پچیس برس ہوئے کہ جس نے مانی میں یہ اڈورڈ صاحب کے ساتھ شیلے کی ایجنٹی میں مقرر ہوئے سکھوں کی لڑائی میں مدد کی اور جو اسنے صدر میں کوشش سرکار کے کام میں

کی ہے گورنمنٹ عالیہ نے اسکا شکرا دیا اور گورکھپور میں اونکو جاگیر ملی اوسکے بعد گورنمنٹ صاحب کو تھہ
 بعدہ جائینٹ انسپکٹری سررشتہ تعلیم میں نہایت سرگرمی سے کام کیا یہاں تک کہ اب اونکی حکیم میں تیسری قسمت
 کے انسپکٹر مقرر ہوئے شیو پرشاؤ کے اس تقرر سے سبھوں کو معلوم ہو کہ جب کوئی سرکار کے کام کو لائق
 ہو تو وہ مغز عمدے پر مقرر کیا جائے اس عمدہ کو اور مقاموں میں صاحبان انگلزیہ انجام دیتی ہیں کاش
 مثل شیو پرشاؤ کے صد ہا ہوتے تو ایسے ممتاز عمدوں پر مقرر کیے جاتے۔

اے بابو شیو پرشاؤ اپنی ملکہ معظمہ کی خوشنودی کا یہ نشان یعنی تمغا صاحب طبقہ اعلیٰ
 ستارہ ہند لو اور ایسی کوشش کرو کہ تمھاری وہ لیاقت جس نے یہ اعزاز دلایا اور بڑھے اور اس عزت کے
 نشان سے اور بھی تمھاری سعی اور جانفشانی اپنے ہم وطنوں کی بہتری اور حضرت ملکہ معظمہ کی
 خدمتگداری میں زیادہ ہو۔

اسکے بعد عروپان درباریوں کو تقسیم ہوا نواب لفٹننٹ گورنر بہادر اپنے خیمے میں تشریف لگے بعد سلامتی
 نواب مجتہد المہم کے جب ہمارا جہنبارس لگے تو اونکی سلامی کی تو میں چھٹین۔

نمبر ۱۳

اجرا مدرسہ نو تعمیر مقام ایٹہ

ماہ مئی ۱۹۱۸ء

جو کہ راجہ دل سکھ رائے نے اپنے مدرسہ نو تعمیر کے کھولنے کے واسطے مقام ایٹہ میں تعمیر کرایا یہ نواب لفظنت گورنر کے حضور میں استدعا کی تھی اور وہ پیشگاہ جناب محترم الیہ سے معرض قبول کو پہنچی تھی نظر برآں ۱۷-۱۸ مئی ۱۹۱۸ء کی صبح کو جناب نواب لفظنت گورنر بہادر نے بہر اہی مسٹر ہورٹ صاحب بہادر مجسٹریٹ ضلع و دیگر عمدہ داران انگریز و ہندوستانی کے مدرسہ کھولنے کے واسطے تشریف از رانی فرمائی اور یہ انعقاد ایک جلسہ کشیک کے رسم افتتاح اور اکی گئی۔

اول مسٹر ہورٹ صاحب ذرا باب جلسہ کے روبرو عرض اوسکے منعقد ہونے کی اور راجہ دل سکھ رائے کی تقنا نسبت اس امر کے کہ جناب سر ولیم میور صاحب بہادر افتتاح مدرسے کی رسم ادا فرمائیں اور وہ خوشی ظاہر کی جو راجہ صاحب جناب مدوح کے تشریف لانے سے لاحق حال ہوئی۔

بعدہ راجہ دل سکھ رائے نے اردو میں تقریر جناب مدوح کے حضور میں عرض کی۔

جب راجہ دل سکھ رائے اپنی تقریر بیان کر چکے تب جناب سر ولیم میور صاحب بہادر نے ارباب کے روبرو اردو میں حسب ذیل یہ تقریر زبان مبارک سے ارشاد فرمائی۔

اے راجہ پر تھی سنگھ و راجہ دل سکھ رائے و راجہ چیمپن سنگھ و رؤسائے ضلع ایٹہ مجھکو حد سے زیادہ خوشی اس امر کی ہے کہ میرا آنا اس موقع پر اس عالیشان خوبصورت مکان کے افتتاح کی غرض سے ہوا جو باعث تعمیر

اس مدرسے کا راجہ صاحب نے بیان کیا وہ صحیح ہے فی الحقیقت عرصہ ڈیڑھ برس کا ہوا کہ ہمارا انا ایٹھ میں بتقریب دورہ ہوا تھا تب حالت مکان مدرسہ تحصیل ایسی ہی تھی جیسا کہ راجہ صاحب نے اسکی نسبت بیان کیا ہے کہ مٹی کا ایک تنگ مکان بنا ہوا تھا جس میں نہ لڑکوں کے بیٹھنے کی گنجائش تھی نہ آمد و رفت ہوا کا راستہ تھا اور ان ایام میں راجہ صاحب بڑی سخاوت سے مدرسہ کی تعمیر میں مصروف تھے بیٹے اونسے کہا کہ مجھکو اس کام میں جسکو آپ دہم کا سمجھتے ہیں کچھ جائے کلام نہیں لیکن کچھ حصہ اپنی سخاوت کا مخلوق خدا کے واسطے بھی مخصوص کرنا چاہیے چنانچہ میں نے مدرسہ تحصیل کی طرف اشارہ کر کے کہا کہ ایک مدرسہ جو کار فیض عام ہے اور جس سے آپ کا نام خلق میں فیض رسان مشہور ہوگا بنانا چاہیے چنانچہ اس امر کو راجہ صاحب نے دل سے قبول کیا افسوس ہے کہ اکثر عمائد اقرار تو کرتے ہیں مگر اوسکا ایفا نہیں کرتے مثلاً مصارف شادی کے باب میں اکثروں نے اقرار تخفیف کا تو کیا لیکن اوسے پورا نکلیا الارا راجہ صاحب کا طریق اور ہے یعنی اونکا وعدہ بمنزلہ ایفا کے ہے بلا درنگ انھوں نے اس کام کو جاری کر کے صرف محنت و زور سے کچھ دیر نہ نکلیا اور جب تک یہ خوبصورت مکان جو اونکی سخاوت اور ہمت کی علامت ہو اور جس سے اس قبضے کی زینت ہے خاتم کو نہ پہنچا اور انھیں چین نہ آیا کتر قبضے مثل ایٹھ کے ہونگو جس میں ایسی عالیشان عمارت ہو راجہ صاحب نے ایام غدر میں بڑی دلیری اور وفاداری سے سرکار کی اعانت کی اور اب اس زمانہ امن اور اپنی پیرانہ سالی میں ایسی ہی عالی ہمتی سے اون کاموں میں جسے عام مخلوق کا فائدہ متصور ہے سرکار کی مدد کرتے ہیں ہکو یقین ہے کہ یہ مکان عمدہ ذریعہ ترقی علم کا اس ضلع میں ہوگا اور امید ہے کہ اوس سے نام راجہ صاحب کا یادگار رہے اور امید ہے کہ اور لوگ بھی راجہ صاحب کی پیروی کریں ہم اس موقع پر دوبارہ شکر یہ راجہ صاحب پر سینگہ کا اوسی طور سے ادا کرتے ہیں جیسا کہ کل کے روز وقت اقتفا مدرسہ میں پوری کے ادا کیا تھا اور انھوں نے عموماً ترقی تعلیم میں اور خصوصاً اجرا سے مدرسہ دختران میں غایت کوشش کی ہے پس وہ بھی اس قابل ہیں کہ دیگر عمائد اونکی تتبع کریں اور ہم گنگا سنگھ میا سورا لے کی نسبت بھی اپنی خوشی خاطر ظاہر کرتے ہیں جنکی مدد ہی کا حال درباب ترقی تعلیم صاحب کلکٹر سے دریافت ہوا ہے۔

شاید کہ اب بارگراپ لوگوں سے مجھکو ملنے کا اتفاق نہو اس لیے چند باتیں مشورۃً اور کتاہون یعنی آپ لوگوں سے عرض اور منت کرتا ہوں کہ آپ اپنی اولاد کی تعلیم میں بہترین مصروف ہوں کس لیے کہ بغیر تعلیم کامل کی اونکی بہبودی اور ترقی کی امید نہیں سرکار کا منشا یہ ہے کہ جتنے عمدے جلیلہ ہوں ان پر ہندوستانی ماہور کیے جائیں بشرطیکہ اونکا اخلاق اور دیانت اور لیاقت اسکی مقتضی ہو میں پھر کتاہوں کہ کوئی ایسا عمدہ اور منصب نہیں ہے جسکو ہندوستانی نہ پاسکیں بلکہ آپ لوگوں نے سنا ہوگا کہ طلباء برہمنی و کلکتہ وغیرہ جنھوں نے امتحان سول سروس کا دیا وے اپنے ملک کی ججی اور جسٹریٹری پانے کے مستحق ہو گئے آپ لوگ اپنی اولاد کی تعلیم اور تربیت میں اگر غفلت یا سستی کریں گے تو آپ کی اولاد کو امید ترقی عمدہ اور روزگار اور عزت کی نہ رکھنی چاہیے اس لیے کہ بدون امتحان یونیورسٹی کے ان اعزاز کے پانے کی توقع بیجا ہے اور ان اضلاع میں شاید ایسا کوئی ضلع نہیں جہاں کے طالب علم یونیورسٹی میں امتحان دیکر کامیاب ہوئے ہوں البتہ ضلع ایٹھ کے کسی طالب علم نے ابھی تک امتحان یونیورسٹی کا نہیں دیا مگر امید ہے کہ اب اس مدرسے کے طالب علم بھی اوس امتحان دینے کی لیاقت حاصل کریں اگرچہ واقعی اب ایٹھ شاہراہ پر نہیں ہا اور سٹک ریل سے علیحدہ ایک گوشے پر واقع ہے اور اس وجہ سے جو فائدے بعض دیگر اضلاع کو حاصل ہیں وہ اوسکو نہیں لیکن یہ کوئی سبب نہیں کہ آپ لوگوں کی اولاد ترقیات مذکورہ سے محروم ہے سرکار نے اس ضلع میں بھی بہت سوزریے تعلیم کے پیدا کر دیے ہیں اب صرف محنت و کوشش کرنا طالب علم کو ذمے باقی ہے جو کہ میرے دل میں آپ لوگوں کی بہتری ملحوظ ہے اس لیے کتاہوں کہ آپ لوگ صرف اپنے لڑکوں کو مدرسے میں بھیجنے ہی پر اکتفا نہ کریں بلکہ محنت و کوشش کرنے کو لیے ہر امید پانے عزت و آبرو کے اونکو ترغیب اور شوق دلاوین تاکہ وے آئندہ نہ کہیں کہ ہمارے ما باپ نے ہماری تعلیم میں غفلت کی اس لیے ہم اوس فائدے جسکو اور وں نے حاصل کیا ہے محروم ہے۔

اب ہم کچھ نصیحت نسبت تعلیم و خزان کے کرتے ہیں اس معاملے میں اچھے پین سنگھ نے نصیحت کی ہے

ویسی ہی اور لوگوں کو کرنی چاہیے اور کے مدرسوں میں دو سو لاکھوں سے زیادہ تعلیم پاتی ہیں اس سے میری ہمتیں
 نکلتا ہے کہ مستورات اپنے بچوں کی پچھن میں عمدہ تعلیم و تربیت کرسکینگی اور اسے بہتر کسی سے تعلیم و تربیت
 ضرور سالی میں نہیں ہو سکتی اگر مستورات لکھی پڑھی ہونگی تو وہ اپنے رشتے داروں سے خط و کتابت کرنے
 اور حالت مفارقت میں انکی خیر و عافیت سے لگی پانے اور بلا تو سل غیرے اپنے حالات خانہ داری اور ضروریات
 اور حاجات کی اطلاع پہنچانی میں عاجز نہ ہونگی میں متعجب ہوں کہ آپ لوگ اون فوائد کو نہیں پہچانتی جو اور قوموں
 عورات کی تعلیم کی بدولت حاصل ہوتے ہیں اور اس بڑی قباحت کے رفع کرنے میں اب تک کوشش نکی ہے
 نا انصافی ہے کہ آپ لوگ عورتوں کو علم سے محروم رکھ کر انکو جہالت اور تاریکی میں رکھتے ہیں اور جو فوائد اور
 حقوق علم کے ہیں اونسے وہ بے بہرہ رہتی ہیں حال آنکہ خدایتعالیٰ نے مرد و عورت کو یکساں ذہن اور عقل
 عطا کی ہے پس ایسی حالت میں عورات کو ارفع اور کیوں محروم رکھا جاوے جو بذریعہ علم کے مردوں کو حاصل ہیں
 مگر ابھی تک ہندوستانیوں کے دلوں میں تعلیم مستورات کی جانب سے تردد ہے الا امید ہے کہ جب فائدے
 اور تقاضاے ضرورت تعلیم مستورات کی اونکے ذہن نشین ہو جاویگی تو رفتہ رفتہ یہ تردد بھی رفع ہو جاویگا
 آخر کار میں متوقع ہوں کہ ہر قبضہ و دیار مالک ہذا میں اجراءے تعلیم لڑکیوں کی خوشخبری ایک روز ولایت میں
 میں اپنے تہ دل سے یہی اظہار کرتا ہوں کہ راجہ ولسکر لے صاحب کا مدرسہ کل ضلع کے واسطے
 نمونہ اور ذریعہ ترقی علم کا ہو گا ان دنوں میں مکتبہ بیاتی کی وجہ سے کوئی ایسا گاؤں نہیں جہاں کے لڑکے
 مدرسہ حلقہ بندی میں تعلیم کے واسطے نہ جاسکیں میں زمینداروں اور تعلقداروں سے کہتا ہوں کہ آپ اپنی
 رعایا کو ترغیب دین کہ وہ اپنے لڑکوں کو مدرسے میں بھیجیں حلقہ بندی کے جو اچھے لڑکے ہوں وہ تحصیل
 مدرسے میں اور تحصیل کے ضلع اسکول میں اور ضلع کے عمدہ لڑکے اگرہ کالج میں جاویں بالآخر امتحان
 یونیورسٹی کا دیکر سند عزت حاصل کریں۔

چنانچہ واسطے حصول اس غرض کے کہ فائدے مدرسہ ضلع کے طلباء مدرسہ دیہاتی و ضلع کو بھی پہنچیں

ضرور ہے کہ ایک معقول بورڈنگ ہوس واسطے آسائیش کے طیار ہووے تاکہ طلباء اوسمین رہ کر اپنے گھروں کی طرح تعلیم پادین مجھے کچھ شبہ نہیں کہ راجہ دلسکہ رائے اس عمدہ کام کو باضافہ تعمیر ایک ایسے معقول اور مستحکم بورڈنگ ہوس کے اوسی احاطہ میں تکمیل پر پہنچا وینگے کہ اس نعم بصورت عمارت کا جواب جو آج واسطے مدرسے کے کھولی گئی ہے۔

اس موقع پر پھر اون احسانات کے شکریہ کا اعادہ کرتا ہوں جو راجہ دلسکہ رائے نے اس عمارت کی طیار سے مجھ پر اور سرکار پر کیے ہیں فقط بعدہ جلسہ برخواست ہوا۔

فلانی الواقع راجہ دلسکہ رائے نے اس ارشاد کے رو سے ایک عمدہ بورڈنگ ہوس تیار کر کے اوسے گورنمنٹ کو سپرد کیا۔

نمبر ۱۴

مراد آباد کا دربار

ماہ نومبر ۱۹۱۸ء

یکم نومبر ۱۹۱۸ء بدھ کے دن بندگان ذی شان نواب معالی القاب لفٹنٹ گورنر بہادر ممالک مغربی شمالی
دام اقبالہ نے بمقام مراد آباد واسطے ملاقات نواب صاحب بہادر والی رامپور اور جملہ رؤساء ملک روہیلکھنڈ
کے دربار منعقد فرمایا اور اس دربار میں آنریبل جان اسٹیرچی صاحب بہادر اور آنریبل جان گلکس صاحب بہادر
اور آنریبل سر ڈونلڈ اور صاحب رئیس لاہور طبقہ اعلیٰ ستارہ ہند اور راجہ جے کشن داس بہادر صاحب لاہور
طبقہ ستارہ ہند اور سید احمد خان بہادر صاحب لاہور طبقہ اعلیٰ ستارہ ہند موجود تھے۔

جب سب درباری جناب نواب لفٹنٹ گورنر بہادر کے حضور میں پیش ہو چکے تب جناب مددِ حنی
اردو زبان میں یون تفریری کی۔

پہلے بیان فرمایا کہ اگلی دفعہ بریلی میں دربار ہو کر مناسب معلوم ہوا کہ اس دفعہ دربار کے لیے مراد آباد
اختیار کیا جائے پھر نواب صاحب بہادر والی رامپور کے موجود ہونے کی نسبت اپنی خوشی کا اظہار کیا اور
اس امر سے بھی اپنی مسرت کا اعلان فرمایا کہ مدت کو بعد آنریبل جان اسٹیرچی صاحب بہادر مراد آباد میں
آئے اور یہ بھی ارشاد ہوا کہ یقیناً باشندگان مراد آباد اس مسرت میں میرے شریک ہونگے کہ پھر اپنے
صاحب کلمہ بہادر سابق کو کتنے برسوں کے بعد اس عمدہ جلیبہ پر بیان دیکھتے ہیں۔

بعد اسکے زبان فیض ترجمان سے یون ارشاد فرمایا کہ میں رؤساء اور راجگان ملک روہیلکھنڈ کو

اس سبب سے اس دربار میں طلب کیا تاکہ جو انعام اون لوگوں کے لیے تجویز ہوئے ہیں جنہوں نے بریلی اور پتلی بھیت کے فساد اور نیر بریلی کے جیلانیہ کے حال کے بلوی میں کارگزاری اور جانفشانی کی وہ اونکو اونکے ہموطنوں کے سامنے دیا جائے جس میں اونکی عزت زیادہ ہو۔

اس ارشاد کے بعد وہ اشخاص جنکے لیے انعام تجویز ہوا حاضر کیے گئے اور ہر ایک نے اپنا اپنا انعام جناب نواب لفٹنٹ گورنر بہادر کے دست مبارک سے پایا اور اس وقت جناب مدوح نے ہر شخص کی کارگزاری کا ذکر مناسب کیا خاص کر اس شجاعت اور جان نثاری کا جو احمد یار خان اور شیر محمد پتلی بھیت کے آئیری مجسٹریٹوں سے ظہور میں آئی کہ خطرہ کے وقت بڑی بہادری اور شیردلی سے صاحب جائینٹ مجسٹریٹ بہاؤ کے ساتھ ہے اور اونکی اعانت کی اور نیر ننھے خان جمعدار کی دلاوری کا کہ تھوڑے سے نمبر دار قیدیوں کے ساتھ باغی قیدیوں کا مقابلہ اور اونپر حملہ کیا۔

جب سب انعام عطا ہو چکے تب جناب نواب لفٹنٹ گورنر بہادر نے فرمایا کہ۔

یہ دربار ایک موقع مناسب معلوم ہوتا ہے اس بات کے لیے کہ آپ لوگوں کے روبرو بیان کروں کہ سرکار انگریزی امورات مذہبی کے باب میں کس ضوابط اور قواعد سے کار بند ہوتی ہے اور نیر یہ کہ بریلی کے شہر کی نسبت کیا تجویز ہوئی قاعدہ مختصر یہ ہے کہ جیسے سرکاریہ چاہتی ہے کہ ہر شخص آزادی مطلق کے ساتھ اپنی رسوم مذہبی کو جس طرح چاہے ادا کرے ویسے ہی یہ بھی ضرور ہے کہ کوئی شخص دوسرے کو امورات مذہبی میں مزاحم نہ ہو۔

شروع عملداری سے سرکار کمپنی بہادر نے باحتیاط تمام اپنی رعایا کی مذہبی باتوں میں دست اندازی کرنے سے نہایت پرہیز کیا۔

اور آپ لوگوں کو یاد ہو گا کہ جب حضرت ملکہ معظمہ نے حکومت ہند تانگی اپنے قبضہ قدرت میں لی تو بڑی تاکید کے ساتھ اسی اصول کو ملحوظ رکھنے کا حکم دیا حضرت ملکہ معظمہ نے فرمایا کہ اگرچہ مجھکو مذہب عیسوی

صدق کی نسبت یقین کلی حاصل ہے اور اوس اطمینان اور تسکین باطنی سے جو اوس سے حاصل ہوتی ہے شکر گزاری کے ساتھ اعتراف ہے تو بھی مجھے نہ منصب ہو نہ خواہش کہ کسی سے خواہ مخواہ اپنے عقیدے کو قبول کروں حضرت ملکہ معظمہ نے ارشاد کیا کہ کسی شخص کو اپنے مذہب یا رسمیات کے سبب سے تصدیق اور ایذا رسانی کسی صورت سے نہ ہووے بلکہ بلا طرفداری سب لوگ برابر سرکار کے امن میں رہیں اور اگر کوئی متنفس کسی رعیت کے اعتقاد اور عبادت مذہبی میں دست اندازی کریگا تو اسپر میرا غضب شاہانہ نازل ہوگا۔ غرض یہ وہی اصول ہیں کہ جو سرکار انگریزی اور اوسکے عہدہ دار ملحوظ رکھتے ہیں ہم اپنی مذہب عیسوی کو بطور جوہر بے بہا جانتے ہیں اس وجہ سے یہ بھی سمجھتے ہیں کہ مسلمان اور ہندو بھی اپنی مذہبوں کو عزیز سمجھتے ہیں ہم تو ریت اور انجیل مقدسہ پر ایمان لائے ہیں اور اونکو کلام الہی جانکر عزیز رکھتے ہیں اور جانتے ہیں کہ ہندو کو اپنا شاستر اور مسلمانوں کو اپنا قرآن بھی ایسے ہی عزیز ہے اور جیسا کہ ہم اپنے اعتقاد اور ایمان اور مذہبی رسمیات میں کسی کی دست اندازی برداشت نہیں کر سکتے اسی طرح سے ہم کسی رعایا کے اعتقاد اور ایمان اور رسمیات مذہبی میں کسی صورت سے دوسرے کو دست اندازی نہ کرنے دینگے۔

جس طرح سے مسلمان بلا مزاحمت مطلق العنان ہیں کہ اسلام کے سب ارکان کو ادا کریں جیسا کہ ان دنوں اور نماز اور عید اور محرم اور روزہ اور زیارات وغیرہ تمام رسوم مذہبی علیٰ ہذا القیاس ہندو بھی ہر فرقہ کے اپنی عبادات تیرتھ اور اشنان اور پوجا پاٹ سب تیوہار کو جس ریت سے پسند ہو کمال آزادی کے ساتھ انجام کتور ہیں الغرض تمام ملک میں ہر کس و ناکس بالکل ذی اختیار ہے کہ اپنی خوشی اور دین و ایمان کے موافق عبادت خدا کو جس صورت سے مناسب سمجھے بجالائے۔

ایک شرط البتہ ہے لیکن بیان اسکا ذکر لا حاصل ہے وہ یہ ہے کہ آئین سرکار اور گورنمنٹ کی وفاداری کے خلاف کوئی بات عمل میں نہ آئے۔

سرکار انگریزی کسی کی عدول حکمی اور نمک حرامی برداشت نہ کریگی اور بڑے زور و قدرت سے اوسکو ترک کرے گا۔

نیست و نابود کر سکتی ہے اور کہیں ایسا ظاہر ہو تو اسے نیست و نابود کر ڈالے گی لیکن آپ سبھوں سے یہ امر کتنا فضول ہے اس لیے کہ مجھے خوب اطمینان ہے کہ آپ لوگوں کے دلوں میں کیا مسلمان اور کیا ہندو بجز اطاعت اور نیک حلالی سرکار انگریزی کی نسبت اور کوئی ارادہ نہیں ہے۔

دوسری بات جو اوپر مذکور ہوئی یہ ہے کہ جیسا سرکار خود اوروں کے امورات مذہبی میں دست اندازی کرنے سے پرہیز کرتی ہے ویسا ہی یہ امر بھی برداشت نہ کرے گی کہ کوئی شخص یا فریق یا دینی جماعت کسی دوسرے کے دینی اعتقاد اور ارادہ میں مداخلت کرے کیونکہ یہ جرات نہیں کہ انسان کے دل اور اس کے دینی اعتقاد اور اون رسومات میں جنکو وہ واجب جانتا ہے دخل دے اور اگر کوئی شخص اس میں دست اندازی کرے تو سرکار کے زور سے وہ فی الفور اس سے باز رکھا جاتا ہے لیکن اس بات میں ایک یہ امر مشکل ہے کہ بعض ایسی تقریب ہیں جنکی رسوم علانیہ ہوتی ہیں اور شاہراہ پر کی جاتی ہیں کہ جسکے سبب سے ایک فریق کے دل میں دوسرے فریق کی اون رسوم کے اوکرنے سے اور نچ اور ملال پیدا ہوتا ہے بلکہ اسکا برداشت کرنا ایک گونہ اپنے ایمان کے خلاف جانتا ہے اور انھیں تقریبات سے ہین محرم اور رام نومی کہ بڑی دھوم دھام جیسا ہر فریق مناسب حال اپنے جانتا ہے مسلمانوں کو رام نومی کا نمانا اور ہندوؤں کو محرم میں تغیر اور علم کا گشت وغیرہ ناگوار ہے اس حالت میں سرکار اس قاعدی کو ملحوظ رکھتی ہے کہ شد آمد اور دستور قدیم جو کچھ چلا آتا ہے اوسے کو بحال اور برقرار رکھے اور اسی قاعدی کے موافق سرکار عمل کرتی رہے گی بشرطیکہ ہر طرح کی امن اور سلامتی میں خلل نہ ہو

افسوس ہے کہ جیسا آج کی کارروائی سے ظاہر ہے شروع سال حال میں اس شرط کے خلاف تہلی اور پیلی بھیت میں واقع ہونے والے جنھوں نے اون شہروں کی امن میں خلل اندازی کی اونکی سزا قرار دہی ہوئی اور اس محل میں مجھے اختیار تھا کہ اون تقریبوں کو جو ان شہروں کے شاہراہ میں ہوتی ہیں بند کر دوں چنانچہ بعضوں نے یہ مشورہ دیا کہ ایسا ہی کروں بلکہ بعض وہ مشیر آپ ہی لوگوں میں سے تھے لیکن یہ صلاح

مجھے پسند نہ آئی اور میری تجویز کے خلاف ہوئی مجھے منظور نہیں کہ میرے عہد حکومت میں بریلی کے شہر میں دستورات قدیمی کے سوا کوئی ایسا نیا حکم مانع رسومات دینی جاری ہو کہ جو شہر کے امن کے واسطے خواہ مخواہ ضروری نہ سمجھا جائے اور اب کہ اختلاف ایام کی وجہ سے تنازع کا سبب ایسا جاتا رہا کہ عرصہ کثیر تک پھر نہ ہوگا مجھے یہ امید ہے کہ آپ لوگوں میں ایسا میل ملاپ ہو جائے کہ جس کے سبب مقابلہ اور اختلاف پھر نہ واقع ہو اس واسطے میں آپ لوگوں کو مطلع کرتا ہوں کہ وہ قاعدہ جو بیٹے پار سال جاری کیا مجال رہیگا اور وہ ہے کہ کسی ایسی تقریب کو لازم چوک یا بریلی کی بڑی سڑک سے نکالے نہ جاوینگے اور کو دایین بائین جو رستہ نزدیک ہو یا صاحب مجسٹریٹ بہادر جدہر سے بتائیں شہر کے باہر تک لے جائے جاوینگے لیکن میں آپ لوگوں کو جانتا ہوں کہ اگر ایسی تقریب میں طرفین کا مقابلہ ہو جائے اور اس سے شہر کی امن میں فتور پڑے تو جو فریق ایسی زیادتی کرے اور لے لے سوائے اس سزا کو جو اسپر عاید ہوگی یہ بھی عمل میں آئیگا کہ سرکار کی طرف سے اس کی تقریبوں میں وہ دست اندازی کی جائیگی جو شہر کے امن کے واسطے ضرور ہو۔

مگر مجھے یہ امید کامل ہے کہ جو مخالفت اور بدگمانی ہوئی وہ سب دلون سے اب دور ہو جائے اور اگر دونوں فریق کے درمیان اختلاف ہو تو معاشرت چھوڑ کے اس امر میں ہو کہ کارہائے نیک اور رفاہ عام میں کون دوسرے پر سبقت لے جائے اب میں تمام روٹھیلکنڈ کے رؤسا کی طرف خطاب کرتا ہوں مسلمان اور ہندو دونوں اس اہتمام میں اتفاق کریں کہ تہذیب اخلاق اور غریبوں کی حاجت اور درو کو علاج اور ملک کی ترقی میں سعی اور کوشش کی جائے اگر چاروں طرف دیکھیے تو خدا کے بندوں میں کتنی صورتیں بیماری اور درد دکھ اور مفلسی اور جہالت کی ہیں پس ایسے ایسے امور اور برائیوں کے رفع کرنے اور بکسیوں کی رفاہ حالت کے واسطے سب لوگ آپس میں مل جل کر کوشش کریں جیسا شاعر نے کہا ہے۔

شناسند بیگانہ را همچو خویش + رہ آشتی را بگمیزند پیش +

چاہیے کہ ہر ایک اس امر میں دوسرے کا بار اپنے اوپر لے اور جو کچھ مصائب اور تکلیفات خلق اللہ میں

اوسکے رفع کرنے میں مصروف ہووے اس میں چاہے کسی دین اور مذہب اور قوم کا ہو کیا ہم سب ایک ہی خدا کی خلقت نہیں ہیں جیسا کہ سعدی نے بڑے لطف سے کہا۔

بنی آدم اعضاے یکدیگر اند کہ در آفرینش زیک گوہر اند

اب ایک لفظ پر ختم سخن کرتا ہوں اپنی اولاد کی تحصیل علم کی طرف التفات کرو۔

ہمارا یہ ارادہ ہو کہ جب ہم گذر جائیں تو دوسری پشت کو ہماری سعی اور کوشش کو سب سے ترقی اور بہتری ہو کیا آپ لوگ اسمین اضیٰ ہین کہ دوسرے ملک والوں کی اولاد آپکی اولاد سے بخت لیجا حضرت ملکہ مغظمہ کا یہ منشا ہے کہ اس ملک کی رعایا بشرط اونکی دیانت اور لیاقت کو عمدہ عمدہ بڑی بڑی عزت اور خواہ کے عمدوں آس ملک میں ترقی پائیں اور اگر اسکا ثبوت پوچھیے تو میں اون تین بنگالی جوانوں کی طرف اشارہ کرتا ہوں جو حال میں بھول سروس میں داخل ہو کر ولایت سے پھر اپنی ملک میں آئی اونکو لیے ملک کو تمام عمدے کلکھی اور ججی سے لیکر تائبائی کورٹ موجود ہیں ایسی صورت میں کیا محل استعجاب ہو اگر اونکے الہ آباد اور کلکتے میں پھر آنے کے وقت بڑی رونق کے ساتھ اونکی ضیافت کی گئی پس آپ لوگ اسپر اضیٰ ہین کہ اور ملکوں کے آدمی ایسی ترقی پائیں اور آپ اسی طرح سو کمال اور جہالت میں پڑے رہیں یقین ہے کہ مجھ سے پھر آپ لوگوں کو ایسے دربار میں باتیں کرنے اور صلاح دینکا اتفاق نہوا اس واسطے چاہیے کہ میری باتیں آپ لوگوں کو دلون نقش ہوں پس آپکی اولاد کے حق میں پھر مہنت کہتا ہوں کہ بیدار ہو کر اونکی تعلیم میں کوشش کیجیے۔

یاد رکھنا چاہیے کہ ایسی ترقی میں مذہبی تنازع اور فساد کو سب سے حرج واقع ہوگا تکرار اور خونریزی جیسی کڑی دال کا بونا ہے کہ وقت پر اونکی فصل ضرور بڑی ہوگی اور اون فوائد نیک کی فصل کہ جو آپ لوگوں کے ملک سے جوڑے ہو سکتی ہے موقوف ہوگی پس چونکہ موانست اور اتحاد خدا ہی کی طرف سے پیدا ہوتا ہے میں اوس مؤلف اقلوب کو دربار میں ہمہ تن اس دعا مصروف ہوں کہ وہ الفت اور تالیف آپ لوگوں کو دلون میں پیدا کرے تاکہ مذہبی فساد اور خونریزی کا پھر نام نشان باقی نہ رہے بلکہ اوسکی جگہ تمام نیکی اور خیر خواہی اور حسن اخلاق پیدا ہو جاوی۔

تم نمبر ۱۲

شہر مراد آباد میں دربار کی شام کو بنظر تعظیم دربار کے چراغان ہوا اور بندگان و پیشان نواب نعلی القاب لفٹنٹ گورنر بہادر مع جناب عصمت نواب لیڈی صاحبہ اور حشمتا اسکے ملاحظے کے لیے شہر کی شاہراہ سے سیر فرماتے ہوئے مینڈرسن اسکول میں رونق افروز ہوئے اور رباب انسٹیٹیوٹ نے شرف ملازمت حاصل کی اسکول کا احاطہ اور بڑا مکہ روشنی سے نہایت آراستہ اور فرین تھا اور آئریبل جان اسپرچی صاحب بہادر اور آریبل جان انگلس صاحب بہادر اور آریبل رابرٹ ڈومٹ صاحب بہادر اور اور حکام اور صاحبان پیشان جو دربار میں موجود تھے جناب نواب لفٹنٹ گورنر بہادر کے ساتھ تھے جب وہاں اجلاس ہوا تو منشی گنگا پرشاد وٹپی کلکٹر اور سکریٹری انسٹیٹیوٹ نے ایک ایڈریس پڑھا جس میں انسٹیٹیوٹ کی انواع انواع کا گزار یوں کا حال مندرج تھا اور پھر بالخصوص اون فوائد کا بیان کیا جو بنگالہ کے باشندوں کو اپنے لڑکوں کو ولایت بھیجنے سے حاصل ہوتے ہیں اور اس فائدے کو بندوبست استمراری کا نتیجہ ظاہر کیا اور بندوبست دی جو مالک مغربی اور شمالی میں جاری ہے اور اسکی شکایت کی اور کہا کہ اس سبب سے لوگوں میں اتنی استطاعت نہیں ہے کہ وہ اپنے لڑکوں کو ویسی تعلیم دین جیسے کہ ملک بنگالہ کے لوگ دیتے ہیں اور سفارش کی کہ ملک بنگالہ کی طرح مالک مغربی اور شمالی میں بھی استمراری بندوبست جلد ہو جائے اور بیوہ عورتوں کی شادی کی نسبت بھی کچھ تقریر کی جب وہ یہ ایڈریس پڑھ چکے تب نواب لفٹنٹ گورنر بہادر نے کھڑے ہو کر یوں جواب دیا پہلے شہر میں ایسی رونق کے ساتھ روشنی ہونے کی نسبت اپنی خوشنودی بیان فرمائی اور تسلیم فرمایا کہ یہ لوگوں کی نمک حلائی اور عقیدت اور محبت کی علامت ہو اور اس عمدہ عمارت میں جلسہ ہونے سے رابرٹ مینڈرسن صاحب بہادر مرحوم کلکٹر سابق کو جنکی بہت اور کوشش سے وہ خوشنامکان تعمیر ہوا ہے تاسف کے ساتھ یاد فرمایا یقیناً

اوس وقت سب باشندگان مراد آباد بھی اوس تاسف میں شریک تھو اسکے بعد اوس ایڈریس کی نسبت جو پڑھا گیا تھا یہ ارشاد کیا کہ اکثر بڑے شہروں میں جو انسٹیٹیوٹ قائم ہوئے ہیں یہ بہت پسندیدہ امر ہے اور اس سے بڑے فائدے ہوتے ہیں ممبروں کے باہم گیراؤں امور میں مباحثہ کرنے سے جو حسن اخلاق اور ملی بندوبست سے متعلق ہیں علاوہ اسکے کہ خود اذکورہ شخص میری اور عقل کی تیزی حاصل ہوتی ہے گورنمنٹ کو بھی یہ فائدہ ہوتا ہے کہ اوسکے ذریعے سے حکام کو لوگوں کی ضروریات اور مطلوبات سے واقفیت پہنچاتی ہے اور گورنمنٹ کو یہ امر غایت درجہ ملحوظ ہے کہ جہاں تک ملک کی بہتری اور انصاف کے ساتھ ممکن ہو ملکی انتظام اور اجراء کو نین رعایا کی رسوم اور خواہش کو موافق کرے اس واسطے مجھے یہ توقع ہے کہ جو امور ملک کے انتظام اور خلقت کی رفاہ کو باب میں مفید ہوں اوس میں آپ سب مباحثہ کرتے رہیں اور عند الضرورت اپنی رائی اور اپنے مشوروں کے اختتام سے گورنمنٹ کو مطلع کریں۔

اسکے بعد نسبت استمراری بندوبست کو جو انسٹیٹیوٹ کے سکرٹری نے ذکر کیا تھا فرمایا کہ اس امر کا مباحثہ بہت دقیق اور طویل ہے اگر اسمین گفتگو شروع ہو تو یقین ہے کہ صبح ہو جائے تو بھی ختم نہو اور تیسرے کچھ اوسکا نتیجہ نہ نکلے ہاں اس قدر کہتا ہوں کہ اگر آپ لوگوں کو اپنے لڑکوں کی تعلیم منظور ہو تو کچھ ایسی ذمہ داری نہیں ہے جس قدر آپ لوگ شادی وغیرہ میں لاکھوں روپیہ فضول صرف کرتے ہیں اگر اسکا چھوٹا حصہ بھی اس کام میں خرچ کیجیے تو اس کس قلیل سے ترقی تعلیم کے لیے کافی اور آپ سبھوں کے حق میں بھتر ہو سکا اسمین گفتگو کرتی ہے کہ تعلیم کے وسیلے جمع ہو جاوین پس ہر سونا کس کو چاہیے کہ اون وسیلون کو نعمت عظمیٰ سمجھکر اون سے اپنے لڑکوں کو تعلیم دے اور اگر ہو سکے تو ہر شخص یونیورسٹی کی تعلیم اور امتحان میں اوسکا خطاب حاصل کرے جو جناب نے نہایت پسند کیا اون لوگوں کو جنکو استطاعت ہے کہ لڑکوں کو تعلیم کے لیے ولایت بھیجیں اور اونھوں نے بھیجید یا سید احمد خان بہادر صاحب نے لاو طبقہ اعلیٰ ستارہ ہندی کی طرف اشارہ کر کے فرمایا کہ یہ ایک نمونہ ہے اس بات کہ خود اپنے لڑکوں کے ساتھ ولایت گئے اور اب اونکے ایک لڑکے کی اچھی سی اچھی تعلیم جو انگلستان میں

ہو سکتی ہے کیمبرج کے قدیم یونیورسٹی کالج نین ہوتی ہے پھر جناب نواب لفتنٹ گورنر بہادر نواب انسٹیٹیوٹ
 نسوان کی تعلیم کے باب میں تاکید کی اور بیان فرمایا کہ اسکے فوائد سے ایک بڑا فائدہ یہ بھی ہے کہ اس کو سب سے
 لڑکوں کی تعلیم اونکی والدہ سے بخوبی ہو سکتی ہے اور اس باب میں جو کوشش مولوی شاہ علی اندون شہر
 مراد آباد میں کرتے ہیں اسکی تعریف کی اور نیر نواب صاحب بہادر والی رامپور کی توصیف فرمائی کہ اونھوں نے
 بریلی میں اپنا بڑا مکان مشن کی عورتوں کے اسکول کے واسطے عطا کیا جس میں عورتیں طبابت کا کام سیکھتی ہیں اور
 جس سے امید ہو کہ رعایا کے زمانے میں معاہجہ کی آسانی اور آسائش ہو اس تقریر کے ختم کرنے کے وقت جناب
 نواب لفتنٹ گورنر بہادر نے ارشاد کیا کہ یہ جو ڈپٹی صاحب سکرٹری انسٹیٹیوٹ نے کہا اس میں بالکل معجز اتفاق
 ہے کہ جیسے شہر کی نہایت لطف کے ساتھ روشنی کی گئی ہے اسی طرح یہ نظیر اور مثال ہو کہ تہذیب اخلاق
 اور تعلیم کی ترقی کی روشنی شہر مراد آباد اور روہیلکھنڈ کے تمام ملک میں چھا جائے۔

نمبر ۱۵

کاپی کا ضلع اسکول

ماہ فروری ۱۹۶۱ء

دسویں فروری ۱۹۶۱ء کو جو مکان نئے ضلع اسکول کے لیے تعمیر ہوا ہے اس کے افتتاح کے واسطے جناب سر ولیم میور صاحب بہاؤ لٹنٹ گورنر مالک مغربی و شمالی دام اقبالہ تشریف لگے ممبران میونسپل کمیٹی اور اکثر رؤساء شہر کاپی اور حکام ضلع اور عمدہ داران اعلیٰ ہر ایمان جناب محمود کے سوا نواب صاحب مع اپنے بھائیوں اور ولیمد کے اور راجہ گوپال پور اور راجہ جگجمن پور بھی موجود تھے۔

اجلاس کے وقت پہلے ایڈورڈس صاحب بہاؤ و کمشنر ہائس نے ایک ایڈریس انگریزی زبان میں گذرانی جس میں انکی استدعا تھی کہ نواب لٹنٹ گورنر بہاؤ اسکول کے افتتاح کی رسم ادا کریں اور اس ایڈریس کے اردو زبان میں سکریٹری کمیٹی اور فیض علی ممبر میونسپل کمیٹی نے پڑھا۔

جب ایڈریس ختم ہوئی تب نواب لٹنٹ گورنر بہاؤ نے اول انگریزی زبان میں تھوڑی سی تقریر ایڈریس کے جواب میں فرمائی اور پھر اس سے زیادہ ہندوستانی زبان میں یہ فرمایا۔

چونکہ تیس برس سے زیادہ ہو کر میں اس کاپی کے ضلع کا بندوبست کیا تھا اس لیے اب جو پھر اتنے عرصے کے بعد یہاں آنا ہوا تو اسکی ترقی اور بہتری کے امور میں دل لگتا ہے خاص کر اس موقع پر کہ جو رعایا کی تعلیم کی ترقی کا ایک نشان معلوم ہوتا ہے زیادہ جی خوش ہوتا ہے۔

یہ مکان جسکا افتتاح ضلع اسکول کے واسطے کیا جاتا ہے خوش نما اور وسیع اور مدرسے کے امور ضروری کی کافی ہے

اسکی تعمیر کا ارادہ پہلے کرنل ڈیوڈسن صاحب بہادر نے اور اسکے بعد ویٹ صاحب و قائم مقام ڈپٹی کمشنر نے کیا اور میونسپل کمیٹی نے اوسمیں امداد اور اعانت کی اور گوکہ صرف چند ہی مہینے سے اسکی تعمیر شروع ہوئی لیکن سٹھال صاحب بہادر نجیہ ضلع اور ویٹ صاحب اور کپتان کوین صاحب بہادر اسٹیشن کالپی کے اہتمام اور کوشش سے اتنا جلد قریب اہتمام کے پہنچا ان سب اصحاب علی الخصوص سٹھال صاحب بہادر اور کپتان کوین صاحب بہادر کی شکر گزاری اور کرا تا ہوں۔

بعد بانڈہ کے کالپی بونڈلیکنڈ کے سبب سے بڑے شہروں میں ہے اور لائق اس بات کے ہے کہ اوسمیں اچھا انگریزی مدرسہ ہو لیکن اس شہر کے باشندوں کو اس بات پر اکتفا کرنا چاہیے کہ میونسپل کمیٹی نے اسکول کے لیے مدد کی یہ تو اعانت کرنے کا ایک سہل طریقہ ہے بلکہ چاہیے کہ ہر شخص بذات خود اسکول کی ترقی کے لیے امداد کرے اس صورت میں مناسب ہو کہ اپنے گھرانے کی اولاد کو اسکول میں بھیجے اور اپنے پڑوسی اور قریب و جار کے لوگوں کو ترغیب دے کہ لڑکوں کی تعلیم کریں اور جو اشخاص کمیٹی میں شامل ہیں وہ اپنی کمیٹی دکام انجام کرنے اور اسکی ترقی میں کوشش کریں اور وہ اچھی طرح اس شہر اور صلاح میں مدد اور اعانت کر سکتے ہیں کہ کس انتظام سے رعایا کے لیے طرز تعلیم اونکی ضروریات کے واسطے موافق اور مناسب اور مدرسہ سبھوں کے لئے پسندیدہ ہو سکتا ہے اگر لڑکوں کے ماباپ چاہیں تو فارسی اور سنسکرت اور عربی پڑھا سکتے ہیں اور خاص مدد ہر شخص کو اختیار ہے کہ ان زبانوں کی تعلیم کے لیے ایسی مدد کرے جس میں اونکی تعلیم قرار واقعی ہو

یہ ارادہ نہیں ہے کہ اس ضلع اسکول کے سبب سے تحصیل اسکول بند ہو جائے یہاں دونوں کی گنجائش ہاں شاید یہ صلاح ہو کہ تحصیل اسکول پرانی کالپی میں منتقل ہو جائے کہ غریبا اوسمیں بلا فیس تعلیم پائیں۔

اس تیس برس کے عرصے میں ہندوستان میں بڑے تغیرات واقع ہوئے ہر کہ زمین زراعت کی پیداواری میں افزائش اور آمدورفت کے اسباب کی ترقی ہوئی اور نہز اور ریل اور تار برقی وغیرہ اور تعلیم روشد و ترقی کی فراہم کیا تم لوگوں میں سے جنہوں نے میان دو آب اور اطراف میں سیر کی ہے اونکو معلوم ہوگا کہ یہاں کے لوگ اور گلہروں

لوگوں سے ان فوائد میں بھی سمجھے ہیں اور کسی قدر یہ امر دور رہنے کے باعث سے ہے اور یہ بھی ممکن ہے کہ ریل جو
 اور اطراف میں گئی اوس سے یہاں کی تجارت میں نقصان ہوا ہو مگر اسپر بھی سڑک کے بنانے اور شہر دیر یا چون کے
 کنارے پر واقع ہونے اور تجارت کی قدیم حکیم ہونے کے سبب سے اکثر فوائد کے امور یہاں باقی ہیں اور گورنمنٹ
 کی طرف سے جہاں تک ممکن ہوگا اسکی ترقی کی مدد کرنے میں ہرگز کوتاہی نہوگی اگرچہ ابھی تک یہاں ریل اور تار پٹی
 جاری ہونے کی کوئی صورت نظر نہیں آتی مگر امید ہے کہ عنقریب ایک نہر جاری ہو جو تہوا ندی سے جھانسی کو نواح میں
 نکالی جائے اور اوسکی شاخیں اس جالون کی خشک مین میں ہو کر کالپی اور شاید باونی کو علاقہ تک پہنچیں۔
 تعلیم کے باب میں بھی جہاں کے اس طرف ترقی ہونی صاف ظاہر ہے بہ نسبت اون دنون کے جب میں یہاں
 بندوبست کرتا تھا بندوبست کی رپورٹ دیکھنے سے معلوم ہوتا ہے اوسمیں ایک یادداشت ہے کہ اوس زمانہ میں
 کالپی میں صرف اسکول اور مائے طالب العلم تھے اور اب جالون کے ضلع میں قریب تین ہزار طالب العلم کو پڑھانے
 اونہیں سے قریب دو ہزار حلقہ بندی اسکولوں میں جو ضلع کے ہر طرف میں منتشر ہیں اور مائے تحصیل مکتبہ نہیں
 واضح ہو کہ ان دنون کی تعلیم اور اون دنون کی تعلیم میں زمین آسمان کا فرق ہے چنانچہ پڑانے اسکولوں کا حال
 یہ تھا کہ اکثر سوائے حساب اور لکھنے پڑھنے کی زیادہ تعلیم نہیں ہوتی تھی بخلاف اوسکے اب تمام سرکاری مدرسوں
 سوائے لکھنے پڑھنے اور حساب کی تعلیم کے سب علوم کی شاخیں اچھی طرح پڑھائی جاتی ہیں اور اس شہر میں بھی
 دو تین طالب العلم کالج میں بھیجے گئے چنانچہ اونہیں سے ایک برج بلب نام ہے جسکا نام ان دنون دوسرے
 درجے کے امتحان میں کامیاب ہونے کی نسبت گزٹ ہند میں مشہور ہوا۔

پس میں امید کرتا ہوں کہ ترقی تعلیم کے دن قریب آتے ہیں مگر اسکی کامیابی کے لیے ضرور ہے کہ لوگ خودی
 اور کوشش کریں اور جو سرکاری طرف سے اسمیں انتظام ہوتا ہے لوگوں کے لیے اوسکی پسندیدگی اور فوائد کا اظہار
 اور شہر اور دیہات کی اسکولوں میں لڑکوں کی بھیجیے کی ترغیب سہون سے کریں۔

اور امید ہے کہ اس نئے اسکول سے جسکا آج افتتاح ہوا اس امر اہم میں خوب مدد ہو اس نظر سے ضرور

کہ اسکے متعلق ایک بورڈنگ ہوس یعنی طالب العلمون کی سرے بنا ہو جس میں دیہات کے اچھے اچھے لڑکے یہاں آکے اپنی تحصیل پوری کریں اور نیز اس اسکول کے اچھے اچھے طالب العلم وظیفے کے ذریعے سڑری کا بچوں اور اسکولوں میں جیسے آگرہ کانپور الہ آباد بھیجے جائیں کہ وہاں جا کر اپنی تحصیل کی تکمیل کریں اس شاد بعد جناب نواب لفٹنٹ گورنر بہار نے فرمایا کہ کیسے کیسے عہدے اور عزت پانے کے موقع ہین اگر لڑکے اچھے طرح پڑھیں تو اوسکی حاصل کرنیکا حوصلہ کر سکتے ہین اور اون بنگالیوں کا ذکر کیا جو حال میں لائیکچر اسکولوں کے امتحان میں کامیاب ہوئے اور فرمایا کہ کوئی بات اسکی مانع نہیں ہے کہ اونکے لیے جو کامیابی اور عزت ہوئی وہ اس نواح کے لوگوں کے لیے نہونجھے امید ہے کہ جیسے کالپی اگلے دنوں میں تجارت کے لیے مشہور اور معروف تھی تعلیم کے باب میں بھی وہ ایسی ہی تعریف اور توصیف کے لائق ہو جائے۔

جناب نواب لفٹنٹ گورنر بہار نے فرمایا کہ جو بات ایڈریس کے پچھلے جملے میں ہے اوسکے سننے سے میں راضی اور خوش ہوا اس ضلع اور شہر کی کتنی باتیں جو میرے اوایل کے دنوں کی ہین یاد آتی ہین اسکے لیے ہمیشہ دل میں بہتری کا خیال رہیگا اور جب اس ملک سے اپنے ملک میں جاؤنگا تو اس موقع کو خوشی سے یاد کرونگا

روڑکی کے طامسن کالج

ماہ نومبر ۱۹۱۹ء

۲۸۔ نومبر ۱۹۱۹ء روزِ پنجشنبہ کو جناب نواب لفٹنٹ گورنر بہادر ملک مغربی و شمالی مع حکام اعلیٰ درجے کے جناب مدوح کے ہمراہ تھے طامسن سول انجینئرنگ کالج میں تشریف لائے جس وقت جناب سر ولیم میور صاحب بہادر کالج کے مختلف درجن کو ملاحظہ فرما چکے جنکے طالب علم اپنے اپنے مختلف درجن میں کام کر رہے تھے تو تمام انگریزی اور ہندوستانی طالب علم جو قریب دو سو کے تھے کالج کے بڑے کمرے میں جمع ہوئے اور جناب مدوح نے اوشے بزبان انگریزی مخاطب ہو کر حسب تفصیل ذیل تقریر فرمائی۔

اے میجر لینیگ اے مڈرسو اے طالب علمو۔ سابق میں جب کبھی میں اس کالج میں آیا تو میں نے صرف مختلف درجن کے معاینہ کرنے پر اکتفا کیا تھا اور اب تک آپ سے کبھی ایسے مجمع میں یوں گفتگو نہیں کی تھی جو اب کرتا ہوں۔

آپ کو معلوم ہو گا کہ اسکا یہ سبب ہے کہ اس قسم کی گفتگو کرنا ایک معمولی موقع سالانہ امتحان اور تقسیم انعام کا ماہ ستمبر میں ہوتا ہے اور سال میں یہ ایک ایسا وقت ہوتا ہے کہ اس وقت ہمیشہ اس جگہ آنا باسائش مگر نہیں دو برس کا عرصہ ہوا کہ میں نے اس دلچسپ موقع پر پیرمجلس ہونیکا بندوبست کیا تھا اور قریب دو انگلی کے تھا مگر ایک ایسے ناگہانی سبب سے جو بالکل میرے اختیار سے باہر تھا نہ آسکا۔

مگر میں اپنی دانست میں اس موقع پر خاموش نہیں رہ سکتا یہ میرا آخری معاینہ ایک ایسے مدرسے کا ہے

جسکی جانب ہمیشہ میری دلی توجہ رہی ہے مجھکو اس کالج کے دیکھنے سے اون ممتاز اور شریف آدمیوں کا
 بڑا خیال آتا ہے جنہیں سے بعض اب اس جہان سے گذر گئے ہیں اور اس خیال کے باعث سے مجھکو
 اس مدرسے سے نہایت محبت ہی یہ کالج اوس دانشمند رکن دوست کی دانائی اور دوراندیشی کا نتیجہ ہے
 جسکے نام سے یہ مشہور ہے ہندوستان میں جب روز بروز فن انجینیری یعنی ہندوستانی اور انگریزی دونوں
 قسم کے انجینروں کی ضرورت زیادہ ہوتی جاتی تھی اوسکے لحاظ سے مسٹر طامسن صاحب نے یہ کالج اس غرض
 سے توجہ کیا کہ افسروں اور طالب علموں کو اعلیٰ درجہ کے فن انجینیری کی تعلیم دیا جاسکے اور نیکو لائق سپاہیوں
 اور افسروں کو اعلیٰ درجہ میں روزگار کا موقع حاصل ہو اور سب سے زیادہ صاحب موصوف کو اس بات کا
 خیال تھا کہ اس ملک کے باشندوں کو اس بات کا موقع اور ترغیب ہی جاسکے کہ وہ اپنے آپ انجینیری کے کام
 کرنے کی لیاقت پیدا کریں چنانچہ اوس دانشمند حاکم کی جیسی اور کاموں میں دانائی اور لیاقت ظاہر ہوتی ہے
 ویسے ہی اس معاملے میں بھی ہویدا ہے اور اسکے ثبوت کے لیے جو کچھ اس وقت ہماری آنکھوں کے سامنے
 موجود ہے وہی بس کافی ہے مجھکو خوب یاد ہے کہ جس وقت سرکار کمپنی کے ڈائریکٹروں کے محکمہ عالیہ سے
 اس توجہ کی منظوری آئی تھی جسکی مفصل کیفیت مع نقشہ اس مکان کے جناب مسٹر طامسن صاحب نے
 بذریعے ایک اشتہار کے مشتہر فرمائی تھی تو صاحب موصوف کو اوسکے سننے سے دلی خوشی حاصل ہوئی تھی اور
 جو سرکاری کام میں پہلے پہل کیے تھے منجملہ اونکے صاحب موصوف کو سکرٹری ہونے کی حیثیت سے ایک کام
 بھی تھا کہ میں نے اپنے دستخط اوس اشتہار پر کیے اور یہ لکھا تھا کہ محکمہ عالیہ سرکار کمپنی نے اسکو دل سے منظور فرمایا
 پس جب کہ ہم اس کالج کی بنیاد پر خیال کریں تو ہم کو زیادہ ہے کہ اوسکے ساتھ ہمیشہ اوسکے بانی کو بھی
 دلی محبت سے یاد کریں۔

اگرچہ اس کالج کو قائم ہونے پچیس برس نہیں ہوئے تاہم بہت سے قابل یاد رکھنے کے خیالات اوس
 متعلق ہیں یعنی کرنل کاٹلی کرنل بیروڈ سمیتھ کرنل ڈیاس اور کرنل ٹرنبل علی التواتر اوسکی نگرانی میں

اور وہ سب اس جہان سے اٹھ گئے جس موقع پر یہ کالج بنا ہوا ہے وہ بھی نہایت ہی موزون ہے کیونکہ وہ فن انجینیری کے اون عمدہ یادگاروں کو قریب واقع ہے جنکے ذریعے سے نہر گنگ ہر وار سے نشیبوں اور پھاڑی نالوں سے گذر جاتی ہے اور یہ نہر سرپروبی کاٹلی صاحب کے ہنر اور مہمت کی ایک دلچسپ نشانی ہے۔

اس کالج کے ضمن میں اون نیک اور لائق افسروں کی بھی بہت سی باتوں کی یاد آتی ہے جو عمدی روح پر مامور ہوئے جس کا کام میرے دوست میجر لڈینگ صاحب آجکل نہایت خوبی کے ساتھ انجام دیتے ہیں یعنی مسٹر اولڈ فیلڈ اور مسکلگن اور ولیمس اور میڈلی اور اسکے بعض ممتاز طالب علموں کی بہت سی باتوں کی یاد آتی ہے جنہیں سے لفٹنٹ لٹننٹ صاحب ہین (جو دو برس تک میرے پریوٹ سکریٹری رہے) جنھوں نے اپنا علم اور انجینیری کا شوق اسی جگہ حاصل کیا تھا اونکی یاد زیادہ تر موجب مسرت ہے۔

لیکن علاوہ ان باتوں کے ایک خاص وجہ دلچسپی علم کی یہ ہے کہ انگلستان میں فن انجینیری کی تعلیم کے سوا متعلق ہندوستان ایک کالج کے مقرر ہونے سے یہاں کے لوگوں کو اس کالج کی آئندہ حالت اور گورنمنٹ کی امداد کے برابر جاری رہنے کی نسبت تردد ہوا تھا اور مجھ کو بھی اسکی بڑی فکر تھی اور مجھ سے اس باب میں گورنمنٹ سے خط کتابت ہوئی پس میں نہایت خوشی کے ساتھ آپ کو اور آپ کے ذریعے سے اون لوگوں کو جو طامس کالج سے سروکار رکھتے ہیں مطلع کرتا ہوں کہ جو کالج لندن میں قائم ہوا ہے وہ کسی طرح پر اون تعلقات میں خلل نہ آئے نہوگا جو گورنمنٹ ہندوستان کو اس کالج کے ساتھ ہیں اور نہ اون خدمتوں میں خلل واقع ہوگا جس کا سہرا اوسکے کامیاب طالب علموں کو دیا گیا ہے غرض کہ دونوں کالجوں کے درمیان کسی قسم کی مخالفت نہوگی اس ملک کا کام اس قدر ہے کہ دونوں کالجوں کے طلباء کی گنجائش ہو جاوے گی میں یقین کرتا ہوں کہ جو انصاف جناب صاحب گورنر جنرل نے باجلاس کونسل درباب رڈ کی کالج کے فرمایا اوسکے آپ سب صاحب میرے شریک ہو کر نہایت ممنون ہونگے۔

اب میں چند باتیں ہر ایک جماعت سے کہنا چاہتا ہوں۔ پہلے تو انجینئرنگ کلاس سے جس میں افسر اور رسول اور ہندوستانی طالب علم بھرتی ہیں افسران عالی حوصلہ ولایت کو نصیحت جانفشانی کی گنا فضول ہے کیونکہ بیان اونکا از خود آنا دلیل اسکی ہے کہ اونکی تحصیل بالضرور فائدہ بخش ہوگی ابھی میں ایک طالب علم فرغ یافتہ مرحوم کا ذکر کر چکا ہوں تمکو چاہیے کہ اوسکا تتبع کرو۔

جماعت انجینیری کے طالب علمو۔ آپکا پیشہ نہایت عمدہ ہے اور ہندوستان میں اس پیشے کو کرنی کو واسطو نہایت بڑی گنجائش ہو ترقی ملک تمھاری کوششوں پر منحصر ہے یعنی ہم تم ہی سے اس بات کی توقع رکھتے ہیں کہ تم ملک میں جا بجا آمد و رفت کے واسطے ٹرکین اور لوگوں کی آسائش کے واسطے پل اور مکانات بناؤ خشکی کی آفت سے بچانے اور ملک میں خوشحالی اور مزہ السحالی پیدا کرنے کے واسطے نہرین جاری کرو تجارت اور آمد و رفت کو ترقی دینے کے واسطے آہنی ٹرکین بناؤ اور ہماری شہروں اور دیہات کو وبائی امراض سے محفوظ رکھنے کے واسطے پانی کے نکاس کا بندوبست کرو اور اگر ملک کی اس قسم کی ترقی سے مناسبے پر کام لیا جاوے تو اس سے حالت معاشرت کو بھی بڑی ترقی حاصل ہوگی مثلاً جن سرشتون کا مینے ذکر کیا اون میں سے ایک ریلوے لو تو جس قدر مدرسے بننے قائم کیے ہیں شاید اون سب کی بنسبت اس ریل کا ہندوستانیوں دلون کو روشن کرنے میں زیادہ قومی اثر ہو ہے اور اگر ہم نسوان کے پردی کا بندوبست کرنے سے اوسط او اعلیٰ درجے کے فرقون کو اس بات کی ترغیب دی سکیں کہ وہ اپنی مستورات کو ریل کے سفر سے مستفید ہونے تو میں یقین کرتا ہوں کہ اور باتون کی۔ بنسبت اس سے لوگوں کی زیادہ روشنی ہوگی اور انکی طریق معاشرت کی تہذیب ہوگی کیونکہ اسکے باعث سے ایسی پردہ داری کا سخت دستور ٹوٹ جاوے گا اور ہندوستان کی عورتیں اور مرد سفر کے فائدے حاصل کر سکیں گے اور قدرت کی خوبصورتی اور ہوا سے خالص اور روشن سے حظ اوٹھا سکیں گے۔

درجہ انجینیری کے ہندوستانی طالب علموں سے جناب سر ولیم میو صاحب ہارنے مخاطب ہو کر فرمایا

کہ جناب طامسن صاحب کو تمام جماعتوں میں اسی جماعت سے ہندوستان کو اس طریق میں فائدہ پہنچنے کی توقع تھی کہ اسکے ذریعے سے ہندوستانی فن انجینیری اور اوسکا عمل سیکھ جاویں گے اور اس طرح ہر ایک ایسا فوٹو ویسی انجینرون کا طیار ہو جاویگا جو خود اپنے علم کو عمل میں لانے کی لیاقت رکھتے ہوں چنانچہ اس مقصد سے صاحب موصوف نے پچاس پچاس روپیہ ماہواری کو چھ وظیفے مقرر کیے تھے اور جناب سرو لیم میو صاحب نے بھی اسی غرض سے ہندوستانی امیدواروں کو اون وظیفوں کے دینے میں نہایت ہی احتیاط فرمائی ہے اور جب ہندوستانی امیدوار نہیں پیش آؤ تو وظیفوں کی اسامی جو خالی رہی اور جماعتوں کے لیے منتقل کرنا ہرگز منظور نہیں فرمایا ہے مگر جناب مدوح کو اس بات کا افسوس ہے کہ اس جماعت سے اوسکے قائم کرنے والوں کی امیدیں اب تک پوری نہیں ہوئیں چند برس تک اس جماعت میں ایک بھی ہندوستانی طالب علم نہ تھا مگر جناب مدوح کو اس بات کے دیکھنے سے خوشی حاصل ہوئی کہ چند روز سے یہ جماعت سرسبز ہونے لگی ہے اس وقت ان اضلاع میں دو شخص اون وظیفوں کے امیدوار تھے مگر اونہوں نے اپنی تعلیم کو پورا کرنے سے پیشتر کالج کو چھوڑ دیا بالفعل پانچ امیدوار ہیں جنہیں سے دو پنجاب کے اور تین بنگال کے رہنے والے ہیں جو لیاقت ہندوستانی انجینیر حاصل کر سکتے ہیں اوسکا ایک نہایت عمدہ نمونہ راکنھیالعل ہی جو ۱۸۶۱ء میں اوس کالج کے طالب علم تھے اور اب قسمت لاہور کے ایکزیکٹیو انجینیر ہیں اور وہ ان کے تمام مکانات متعلقہ فوج کی تعمیر کا اہتمام اونہیں کے ذمے ہے اور گورنمنٹ کے عمدہ داران صیغہ جنگ و صیغہ رسول کے ہر تہہ ہیں چنانچہ چند سال کا عرصہ ہوا کہ گورنمنٹ ہند نے اونکی کارگزاری کی بڑی قدر شناسی فرمائی اور راکے کا خطاب اونکو عنایت کیا سوائے اونکے میں چند اور لائق اسسٹنٹ انجینرون کا نام بیان کر سکتا ہوں اور مجھکو بھروسہ ہے کہ تعلیم یافتہ اور ذی غرت ہندوستانیوں میں یہ فن اور بھی زیادہ مروج ہو جائے اور اسکی کوئی وجہ نہیں ہے کہ اس فن کو ترقی نہو اور وہ اون اعلیٰ درجے کے انجینیری کے عمدوں کے حاصل کرنے کے واسطے کوشش نہ کریں جنکا مشاہدہ معقول ہے اور جو ہندوستانیوں کی اولوالعزمی کے آزمانے کے واسطے موجود کر دیے گئے ہیں جو ہندوستانی

رؤسای ذی مقدور ہیں اونکو یہ بات نہایت شایان ہے کہ وہ اس عمدہ کام میں ہندوستان کے نوجوان
 آدمیوں کو ترغیب دینے کے واسطے وظیفے یا انعام مقرر کرنے میں گورنمنٹ کے عمدہ ارادوں میں مدد دین
 اس جماعت میں بجائے پانچ یا چھ طالب علموں کے پچاس ساٹھ ہندوستانی طالب علم ہونے چاہئیں
 کیونکہ انکے واسطے کثرت سے روزگار موجود ہے اور جناب نواب لفٹنٹ گورنر بہادر کو یقین ہے کہ کمپین صاحب
 حتی الامکان لائق طالب علموں کو اس بات کی ترغیب دینے میں مدد دینگے کہ وہ ہمارے کالجوں سے یہاں
 آویں اور اس جماعت میں داخل ہوں۔

چونکہ ادنیٰ درجے کی دفعہ دوم میں صرف ہندوستانی طالب علم تھے لہذا جناب نواب لفٹنٹ گورنر بہادر
 اوشے مخاطب ہو کر اردو میں تقریر فرمائی جناب مدوح نے فرمایا کہ ادنیٰ درجے کی دفعہ دوم کو طالب علموں کے
 اکثر اوقات غفلت اور خیانت کے قصور سزد ہوتے ہیں اور اونکو یہ ہدایت فرمائی کہ وہ مستعدی کی عادتیں
 اختیار کریں اور جو کام انکے متعلق کیے گئے ہیں اونکو آمادگی اور لیاقت کے ساتھ پورا پورا انجام دیں کیونکہ
 انجینیری کے اون تمام بڑے بڑے کاموں میں جو آج کل جاری ہیں یا زیر تجویز ہیں انکے روزگار کے واسطے
 بے انتہا گنجائش ہے اور اگر وہ ایمانداری اور لیاقت اور مستعدی کے ساتھ کام کریں گے تو یقیناً اونکو اپنی پیشینہ
 عروج حاصل ہوگا جناب مدوح نے اس بات پر نہایت خوشی ظاہر فرمائی کہ اضلاع مالاک مغربی کے مدرسوں کے
 بہت سے طالب علم اس سرشتے میں نوکری کے امیدوار ہیں مگر خاص کر یہ طالب علم اونھیں اضلاع سے آتی ہیں
 جو قریب قریب مدرسہ مذکور کے ہیں کمپین صاحب ڈاکٹر کٹر سرشتہ تعلیم کو اس امر کی فکر رکھنی چاہیے کہ ہر طرف
 صوبوں کے طالب علموں کو بھی یہاں آنے کی ترغیب دی جاوے اور اس مقصد کے واسطے ذریعے اور آسان
 طریقے مہیا کرنے چاہئیں تاکہ اس جماعت سے ہر ایک ضلع متمتع ہو۔

خاتمہ پر جناب سر ولیم میور صاحب بہادر نے میجر لینگ صاحب ڈپریشنل کی جانب مخاطب ہو کر اپنی

فٹ چنانچہ ہمارا جو ذرا بیکار مہ نے اس اشارہ کے بموجب بعض وظیفے مقرر کئے۔

اور سرگرمی کا دلی شکر یہ ادا فرمایا جو صاحب موصوف نے کالج کی بہبودی مین ظاہر کی ہے صاحب موصوف اور میجر میڈلی صاحب پرنسپل سابق کی ہی سعی اور کوشش کا یہ نتیجہ ہے کہ اس وقت تمام جماعتوں میں بہت سے طالب علم ہیں اور تعلیم نہایت عمدہ ہے اور جناب ممدوح مدرسوں اور کالج کے عملے کو عموماً مشکور ہو کر اس آخری دوری میں جناب ممدوح کو اس امر سے نہایت رنج و افسوس ہوا کہ یہاں پھر اونکی تشریف آوری کا اتفاق نہوگا جناب ممدوح نے فرمایا کہ جو تدبیریں فی الحال سوچی گئی ہیں اونسے اس کالج کو بڑی ترقی ضرور ہوگی اور جناب ممدوح اوسکی بہبودی اور کامیابی کی خبر سننے کے نہایت شوق سے منتظر رہینگے جناب ممدوح نے یہ بھی یقین ظاہر فرمایا کہ یہ کالج اب اس ملک کے حق میں فائدہ رسان ہوتا جاتا ہے اور جس مقصد کو واسطے وہ قائم کیا گیا ہے وہ اوس سے پورا ہو جاوے گا یعنی اوسکے ذریعے سے صرف ہر ایک درجہ کے انگریزوں پر اس پیشے کے لائق نہو جاوینگے بلکہ شمالی ہندوستان کے نوجوان بھی اوسکے ذریعے سے اس فن لہنجیری سے مستفید ہونگے اور یہ کام وہ ہے جو ولایت کو کالج کی قدرت سے باہر ہے۔

نمبر ۱

دربار بمقام اگرہ

ماہ فروری ۱۹۳۷ء

۱۲۔ فروری ۱۹۳۷ء کو بدھ کے دن بندگان و نشان نواب معالی القاب لفٹنٹ گورنر بہادر دام اجٹا کے مکٹھی اگرہ کے اضلاع کے رؤسا کے واسطے دربار کیا جس میں راجگان مفصلہ ذیل موجود تھے یعنی۔

- ۱۔ مہاراجہ مندر مندر سنگہ بہادر راجہ بھداور۔
- ۲۔ راجہ پرتاب سنگہ راجہ مین پوری۔
- ۳۔ راجہ بیہدر سنگہ نیہرہ راجہ بلوان سنگہ متونی کاشی والہ۔
- ۴۔ راجہ ٹیکم سنگہ بہادر مصاحب دلاور طبقہ اعلاے ستارہ ہند راجہ ڈسان۔
- ۵۔ راجہ پرتھی سنگہ راجہ آوا۔
- ۶۔ راجہ دل سکھ رائے بہادر راجہ بلرام۔
- ۷۔ راجہ جسونت راو مصاحب دلاور طبقہ اعلاے ستارہ ہند راجہ لکھنان۔
- ۸۔ راجہ رام چندر راجہ رام پورہ۔
- ۹۔ راجہ بھیم سنگہ راجہ کرولی۔
- ۱۰۔ ہرنز این سنگہ متبنائے راجہ گوبند سنگہ متونی۔
- ۱۱۔ راو پرتھی سنگہ کھمسی پور۔

۱۲ چودھری جے چند بنسیا۔

۱۳ سیٹھ پھمن داس برادرزادہ سیٹھ لکھمی چند متوفی۔

جس وقت سب درباری پیش ہو کر نذرین دکھا چکے تو لعل بہادر طالب علم ساکن سنبھل پیش کیا گیا اور بندگان نواب لفٹنٹ گورنر بہادر نے اسکو تین سو روپیہ جو تھہر کے گوشائین مہاراج پر سو تم دس جی نے اس طالب علم کے دینے کے لیے دیا تھا جو اخلا کے امتحان میں نمبر اول ہو اور نیز ایک گھڑی جبالو سیری شاد منصف فتح آباد نے دی تھی عطا فرمائی۔

پھر نیشن لعل جس نے بی اے کا امتحان دیا تھا پیش ہوا اور اسکو جوبہ موافق اوسکی ڈگری کے حرمت کیا اور وہ اور یونیورسٹی کی سند پائے ہوؤں کے ساتھ دربار میں بٹھایا گیا۔

بعد اوسکے بندگان حضور مروج نے درباریوں سے مخاطب ہو کر اردو زبان میں یون ارشاد فرمایا۔
اے مہاراجہ و راجگان و رؤسا و تعلقداران کمشنری اگر وہ ضلع علیگڑہ۔

آپ سبھوں کو یاد ہو گا کہ پھلی دفعہ جو میں گرہ میں آیا اور وہ وہ وقت تھا جب حضرت شاہزادہ تشریف لائے تھے اور اب تین برس کے بعد پھر یہاں آیا کہ یہ آخری دربار کروں۔

اس درمیان میں جو ترقی اور بہبودی کے آثار مرتب ہوئے وہ بخوبی نمایاں ہیں خصوصاً دو اہم عظیم شرف ہوئے اور انکے انجام کو پہنچنے کا آغاز ہوا اول اگرہ کی نہر جو دہلی کی جانب جنوب جمناسو نکالی جاتی اوس سے جمناسو کی دہنی جانب اگرہ تھہر گورگانو ان کے اضلاع کی آبپاشی ہوگی اور وہاں کے ریگستان میں اوسکے سبب سہی پیداواری کی افزائش بخوبی ہو جائیگی اور خصوصاً ایام خشک سالی میں قحط کی خرابیاں اوس سے دور ہو جائیگی علی ہذا القیاس گنگا کی نہر میں ایک دوسرے بند کے ذریعے سے جو راج گھاٹ کی سپا بنتا ہے پانی دونوں ہو جاوے گا اور جسکے سبب سہی دو آب کے بعض اطراف جو آب نہر کی آبپاشی سے محروم ہیں آبپاشی کے فوائد سے فیضیاب ہونگے۔

دوسرا عظیم راجپوتانہ کی ریل ہے جسکے ذریعے سے کیا بوجہ تجارت اور کیا سبب آپس کے میل جول کے مالک مغربی و شمالی اور خاصکر شہر اگرہ اجمیر اور اضلاع راجپوتانہ اور آخر کار بمبئی سے وصل ہو جائیگا اور اس کار عظیم سے جو ملک کی بہتری اور ترقی ہوگی وہ بیان سے باہر ہے کل میونسپلٹی کمیٹی کی مجلس میں بعضوں نے یہ احتمال کیا کہ اگرہ میں مال نہ اترنے اور یکسر آگے چلے جانے کے باعث کسی اس شہر کی تجارت میں کساد ہوگا لیکن میری رائے میں ایسا نہیں ہے بلکہ امید ہے کہ بعض باتوں میں اسکو فائدہ ہوگا اگرہ شہر شاہراہ سے علیحدہ ہے اگر کوئی اسکے دیکھنے کو آوے تو اسے پھر لوٹنا پڑتا ہے اور اس سبب لوگ اسکے دیکھنے کو کم آتے ہیں جب ریل طیار ہو جائیگی تو پھر اگر تو کا شہر ہندوستان کی شاہراہ پر ہو جائیگا اور لوگ اسکی عمدہ عمارت دیکھنے کو بکثرت آمد و رفت کریں گے اور نیز راجپوتانہ اور وسط ہند کے اسباب تجارت زیادہ سہولت سے موجود ہونگے اسواسطے جو اس شہر کے تنزل کا احتمال بعضوں کے دلون میں ہو وہ میری دانست میں بے بنیاد ہے۔

چونکہ دربار میں آپ لوگوں سے ملنے کا یہ آخری موقع ہے چاہتا ہوں کہ مثل میرٹھ کے دربار کے یہاں بھی نصیر علی کے بعض کلمات کو مجھے اپنے عہد حکومت میں یہ دلی آرزو ہے کہ اس ملک کو لوگوں میں خوش و تہنظامی کے قاعدے کو زیادہ وسعت و دن کیونکہ مجھے خوب معلوم ہے کہ اس صورت کی خود مختاری سے اپنی امور کا انصرام کرنا رعایا کی ذات کو فائدہ بخشتا ہے اور نیز اس سبب سے کہ اکثر امور میں وہ اپنی ضروریات اور محتاج سے بخوبی واقف ہیں بہ نسبت گورنمنٹ کو وہ خود اسے زیادہ اچھی صورت سے انصرام کر سکتے ہیں اس لحاظ سے ہر بڑے شہر میں میونسپلٹی اور ہر ضلع میں لوکل کمیٹی قائم کی گئی بعضوں نے برملا اس امر کا دعویٰ کیا ہے کہ اس ملک کی رعایا ہنوز میونسپلٹی کے انتظام اور خود مختاری سے اپنے امور کو انصرام کرنے کے لائق نہیں ہوئی ہے یہ دعویٰ کچھ صحیح ہے اور کچھ غلط بعض میونسپلٹی ایسی ہیں جنہیں ہندوستانی ممبران ہوشیاری اور دانائی سے مشوری میں شریک ہوتے ہیں اور قوانین سے

جو انکو اختیار دیا گیا ہے اوسے اپنی ذاتی ذمہ داری جانکر انجام دیتے ہیں اور ایسی میونسپلٹی کا ہین
 ممنون اور مشکور ہوں اوس مدد کی وجہ سے جو گورنمنٹ کو اونکی کوشش سے ملتی ہے لیکن میں افسوس
 کرتا ہوں کہ بعض میونسپلٹی میں خود اختیاری اور اپنی ذاتی ذمہ داری کم معلوم ہوتی ہے بلکہ برعکس اوسکے
 اونکے ممبر گورنمنٹ پر بھروسہ رکھتے اور تکیہ کرتے ہیں اور یہ حال بالکل اون امورات کے خود انتظام دینے
 برخلاف ہوا کرکٹیشن میں کوئی بھی اپنی ذاتی ذمہ داری پر دعویٰ کر دینے میں کچھ سعی نہیں کرتا
 جو حاکم میرجلس ہوا اونکی طرف دیکھتے رہتے ہیں اور اوس کی راے کو بے سمجھے تسلیم کر لیتے ہیں چاہیے کہ یہ جاہل الزام
 باقی نہ رہے گویا زمانہ رسال میں یہ خود اختیاری کے قاعدوں کا امتحان ہوتا ہے آپ لوگوں کو ہمیں سعی
 اور کوشش چاہیے کہ امورات کو انصاف میں حقیقی اور ذاتی شرکت کرین اور کیا میونسپلٹی اور کیا لوکل کمیٹی میں
 اون امور کے تجویز کرنے میں دل و جان سے شریک ہوں جو ملک اور رعیت کو بہبود کے لیے زیادہ مفید ہیں
 اور پھر اوسکے انجام میں شریک رہنے اور کوشش کرنے میں۔

واضح ہو کہ جتنے کام میونسپلٹی کے سپرد ہیں ان میں صنیعہ تعلیم سب سے زیادہ بھاری اور ضروری ہے
 ممالک مغربی اور شمالی میں یہ پہلا مرتبہ ہے کہ یونیورسٹی کے سند یافتہ دربار میں شامل ہونے سے مشرف ہوئے
 اور امید ہے کہ آپ لوگ اونکو عزت دینے میں گورنمنٹ کے شریک ہونگے اور آج کے دن اس ممالک مغربی
 اور شمالی کو زیادہ فخر کا باعث یہ ہو کہ وہ طالب علم لعل بہادر سنہل ملک روہیلکھنڈ کا رہنوا اور جسکو میں
 ابھی انعام دیار ملی کالج کا بولڈر کلکتہ یونیورسٹی کے داخلہ کے امتحان میں سب سے اول نمبر ہوا حال آنکہ
 دو ہزار ایک سو چالیس طالب علم اس امتحان میں شریک تھے یہ امر البتہ ممالک مغربی اور شمالی کے لوگوں کی
 خوشی اور مسرت کا باعث ہے اور اس سے آپ لوگوں کو اپنے لڑکوں کی تعلیم میں تقویت پکڑنی چاہیے کیونکہ
 اس سے ثابت ہے کہ ان ممالک کو طلبہ ہندوستان کے اور ملکوں کے لڑکوں سے سبقت لے جا سکتے ہیں حقیقت
 میں اس گمرہ کی کٹھنری میں بہت وسیلون سے تعلیم کے اسباب بکثرت مہیا اور میر ہیں صرف یہ ضرور ہے

کہ آپ لوگ جو صاحب اختیار ہیں رعایا کو ترغیب دین کہ وہ اپنے لڑکوں کی تعلیم میں بخوبی کوشش کریں ان چھ ضلعوں میں تخمیناً تینتیس ہزار لڑکے اور تین ہزار لڑکیاں پڑھتی ہیں اور ترغیب دلانے کے لیے جسمیں وہ زیادہ سعی اور کوشش کریں ہر حکم روزگار اور عزت طلبہ کے واسطے موجود ہے اور اگر صرف بخوبی علم اور لیاقت حاصل ہو تو ملک میں ایسا کوئی عمدہ نہیں ہے کہ جو وہ نہیں پاسکتے اور اب خاص کر کے جناب ویسٹ نے علانیہ اپنی مرضی ظاہر فرمائی ہے کہ اس بات پر عمل ہو۔

اب ایک اور امر کا بیان ہے جسکی میرے دل میں زیادہ توجہ ہے اور وہ ہندوستان کی نسوان کی حالت ہے کہ وہ اکثر تعلیم کے فوائد سے محروم اور باہر کے کاروبار کے سرو اور نتائج سے معطل ہیں دنیا کے اور کسی ملک میں نسوان باہر کے کاروبار میں مدد کرنے سے معذور اور زنانہ کی چار دیواری کے قفس میں مقید اور محبوس نہیں ہیں خدائے کسی مخلوق کو بے مطلق پیدا نہیں کیا ہے اور ہندوستان کی نسوان جتن تک اس طرح سے محبوس رہتی ہیں اپنی زلیست کو بڑے مقصد سے محروم رہتی ہیں اگر ہمالے کو ہندوستان کی آپ لوگ سیر کریں تو وہاں پہاڑ کی سفیدی اور روشنی اور صفائی ایسی دلخشاں ہے کہ بیانی اوسکے دیکھنے سے رہ جاتی ہے اور بلندی اوسکی انسان کی رسائی سے محفوظ ہے خدا کی ایک عجیب قدرت ہے اور تجلی اوس پہاڑ کی روشنی کی گویا آسمان کو چاک کرتی ہے اوسکی ایسی تشبیہ ہے جیسے خانقاہ میں دنیا کی ناپاکی اور خرابیوں سے پناہ لیتے ہیں مگر خالق کا مدعا یہ نہیں ہے اس ہندوستان سے خدا کو لطف سے ایک عجیب اور عمدہ مقصد نکلتا ہے ایام گرامین دھوپ کو اثر سے برف گل جاتی ہے اور پہاڑ کی بلندیوں سے ہزاروں لاکھوں چھوٹی چھوٹی نہروں میں پانی گرتا ہے اور وہ نیچے کے وادی میں طغیانی سے بہتا ہے پھر وہ سب لگتا اور جمنے کے دریا میں ملتا ہے اور گرمی کی فصل میں اوسکے سبب سردیا بڑھتا ہے اور خشکی کے دنوں میں پانی کی قلت کو وقت اونسے نہرین بھری جاتی ہیں اور اونکے ذریعے سے سرسبز اور شاہابی اور پیداواری پھیلائی جاتی ہے اس تشبیہ کو آپ لوگوں کے طریقے سے مقابل کرتا ہوں جب آپ

لوگوں کی سنوان تعلیم پورین اور جیسا سب تعلیم یافتہ ملکوں میں دستور ہے آپ لوگوں کے ساتھ کارہائیک جیسے غیبوں کا اہتمام بیارون کی خبر گیری وغیرہ میں شریک ہوں اور باہر کے خدا کو کارخانہ یعنی ہوا اور روشنی اور عجائب خلقت کی سیر سے جس طرح ہم سب اپنی دل کو بہلاتے ہیں اپنا جی بہلائیں اور انسان کی خلقت سے جو خدا کا مطلب ہے اور جو باعتبار اسکے کہ زن و مرد شمار میں نصف نصف ہیں گویا نصف ابھی پردہ اخفا میں ہے اور جس مقصد کو خدائے سنوان کو لائق کیا ہے اور وہ اس سے محروم ہیں مناسب محل اور موقع پر مستفید ہوں تب اس تمثیل کے موافق روشنی فری اور ترقی اور نئی زندگی اور اعلیٰ ہمتی مثل شادابی اور سرسبزی کے تمام ہندوستان میں پھیل جاویں۔

میں خوب جانتا ہوں کہ یہ بات دقت اور مشکلات سے خالی نہیں اور یہ میرا مطلب نہیں ہے کہ ملک کی رسومات میں جلدی سے تبدیلی ہو جاوے یا کوئی ایسا دستور جاری ہو جو ملک کی رسم اور عادات کو برخلاف ہو لیکن یہ بات آپ لوگوں کے غور اور مشورہ کے لائق ہے اور اسلام کی اور ولایتوں میں کسی قدر آزادی مستورات کی واقع میں اونکی عصمت اور عفت کے مخالف نہیں ہے اس بات کو آپ لوگوں کو مشورہ پر چھوڑتا ہوں میری نصیحت یہ ہے کہ اپنی دختروں کو تعلیم شروع کھجے تاکہ رفتہ رفتہ یوماً فیوماً آزادی کے لیے جسکی میں ترغیب دیتا ہوں زیادہ لائق ہو جاویں وہ آزادی جس بغیر اونکی زسیت کا مقصد مکمل نہیں ہے اور جسکے بغیر وہ بھی موانست کو کمال اور نیکی کو اعلیٰ درجے تک پہنچ نہیں سکتے۔

اس امر میں جہان تک ہو سکتا ہے سرکار مدد کرنے کو طیار ہے لیکن ایسے امورات میں جب تک آپ لوگ خود سعی نہ کریں کچھ ہونا ممکن نہیں اگر کچھ کامیابی کی امید ہے تو آپ ہی سبھوں کی سعی اور کوشش سے خدا کرے یہ ملک تہذیب اخلاق سے آراستہ اور پیراستہ اور علم کی روشنی سے روز بروز زیادہ منور ہو۔

مدرستہ العلوم مسلمانان مقام علیگڑہ

۹- نومبر ۱۹۷۵ء

اے عزیزان اہالیان کمیٹی و نواب صاحبان و دیگر رُسیان متعلق کالج علیگڑہ اس موقع پر مجھے آنے سے نہایت خوشی ہے میں مبارکباد دیتا ہوں کمیٹی کو اور سید احمد خان بہا کو سید احمد خان کاجو دلی ارادہ برسوں سے چلا آتا تھا وہ اب پورا ہوا پس میں دوبارہ اونکو بہت مبارکبادی دیتا ہوں میں دو وجہ سے اس کالج کے دیکھنے کو یہاں آیا ایک یہ کمیٹی نے مجھکو اس کالج کا وزیر یعنی نگران مقرر کیا تھا اور اس لیے ضرورت تھا کہ میں بیان اگر کالج کا حال دیکھوں کہ جو تجویز کی گئی تھی وہ پوری ہوئی اور انتظام بورڈنگ ہوس و تعلیم کا پورا ہو گیا اور اگر کچھ اصلاح کی ضرورت ہو تو اس میں اصلاح کروں کیونکہ وزیر کا یہ منصب ہے (اور ذمہ داری) کہ جس کام کی ضرورت ہو اسکو تبادی اور چلنقصان ہوا اسکی اصلاح کرے دوسری یہ کہ اس کالج کے لیے چندہ دینے کا اقرار کیا تھا اس شرط پر کہ دنیاوی علوم کی تعلیم میں خرچ کیا جاوے جب سید احمد خان نے مجھکو خط لکھا کہ اب انتظام پورا ہو گیا اور چندہ دینے کا وقت آ گیا تب میں اونکو لکھا کہ مجھے اور کمیٹی دونوں کو یہ بات طمانیت کی ہوگی کہ میں خود اگر دیکھوں کہ سب لوازمات پورے ہو گئے اب کہ اونھوں نے رپورٹ پڑھی اوس سے بخوبی واضح ہے کہ سب لوازمات جمیع وجوہات سے تکمیل تک پہنچے ہیں اب میں سب صاحبوں کو ایک نازک بات تفصیل سے بتاتا ہوں کہ یہ کالج کس اصول پر قائم ہوا اور کس طرح صاحبان انگریز اسمین شامل اور اسکی مددگار ہو سکتے ہیں۔ اکثر لوگ تسلیم کرتے ہیں کہ بغیر مذہبی تعلیم کے

بالکل علاحدہ ہیں اور اس صورت میں اگر بسکہ عیسوی مذہب کو حق کے قائل ہیں اور اس کے عقائد کو فوائد بے بہا جانتے ہیں سو اون مدرسوں کے استعانت کرتے ہیں جنہیں دین مذکور کے ضوابط پر تلقین اور تعلیم ہوتی ہے۔ پس یہی وجہ ہے کہ ہم اس کالج محمدی کے اصول پر اتفاق دلی کر سکتے ہیں کیونکہ جب ہم قطع نظر سرکاری عمدہ داری کے اور مدرسوں کی اعانت کرتے ہیں جنہیں مذہبی تعلیم ہوتی ہے تو کیوں مسلمان اپنے لڑکوں کو اپنا مذہب نہ سکھاویں یہ تو اون کے عقیدوں کے بموجب اور نپولازنات سے ہے اب رہی یہ بات کہ اون کی اعانت اور امداد ہم کہاں تک کر سکتے ہیں۔ البتہ جو کہ ہم اسلام کو تسلیم نہیں کرتے اس لیے اس کی تلقین میں شامل نہیں ہو سکتے صرف دنیوی علوم میں مدد کر سکتے ہیں اس لیے دنیوی علوم مشرقی علوم علم ہیئت جغرافیہ ریاضی تاریخ جو آپ نے اس مدرسے میں شامل کیں تو اس کے اجراء کے لیے ہم مدد کرتے ہیں اور اس کی ترقی کے لیے چندہ دینے میں شامل ہو سکتے ہیں جو کہ یہ امر دقیق تھا اس لیے میں نے ذرا طوالت سے بیان کیا۔ جو دنیوی علوم کے سکھانے کی اس مدرسے میں تجویز کی ہے وہ مجھ کو ہنسا پسند ہے۔ جو لوگ خدا کی صنعت کاری کو نہیں جانتے علم ہیئت کو چھوڑتے ہیں تاریخ سے بیخبر رہتے ہیں وہ جہالت میں پڑے ہیں وہ ایسے ہیں کہ اپنے اس پاس بہت تھوڑا دیکھتے ہیں ٹیلے پر چڑھنے سے کسی قدر اور دیکھ سکتے ہیں یہی حال علم کا ہے آپ کبھی پہاڑ پر گئے ہونگے تو دیکھا ہو گا کہ اس کے نیچے کے خار اور وادیوں میں کم دیکھائی دیتا ہے جب تھوڑا اوپر چڑھو تو دور دور دیکھائی دیتا ہے اور کچھ بادل وغیرہ اس کو چھپا لیتا ہے جب اوپر چڑھو تو بہت کچھ یعنی دور دور کے دیس اور ملک ملک کی سرحد تک دیکھائی دیتی ہے اور جب اوپر چڑھو تو برفستان و دشان نظر آتا ہو گیا آسمان اور زمین دونوں پاؤں کو تلے پھیلے ہیں اور خدا کی عجائبات سے یوں دل کشادہ ہو جاتا ہے یہی اس کی مثال ہے اگر لڑکے جہالت میں رہے تو اون کے دل کیونکر روشن ہو سکتے ہیں موائسنت نہیں ہوتی اخلاق نہیں ہوتا خلقت کو سمجھ محبت محدود اور مقصور رہتی ہے پوری ہمدردی نہیں ہوتی یہی سبب ہے کہ اس کالج کی بہبودی کوئی

میرا دل چاہتا ہے جبکہ لوگ علم ہیئت تاریخ جغرافیہ اور علوم و فنون وغیرہ سے واقف ہو جاویں گے
دنیا کا اور ملکوں کا اور ملک کے لوگوں کا اونکو حال معلوم ہو گا تو اونہیں کشادہ دلی ہو جاوے گی اور
اس ملک کے اور ملکہ معظمہ کے رعایا و وفادار بنجاویں گے اور ہم لوگوں سے یعنی صاحبان انگریزی سیکرٹری
اور محبت بڑھ جاوے گی موانست کا نام و نشان یہی ہے۔

اب میں ایک آدھ بات لڑکوں سے کہتا ہوں کمیٹی تمہارے اخلاق کی بہت نگہبانی کرنی چاہتی ہے
پس صرف یہی نہیں ہے کہ تم محنت سے علم حاصل کرو بلکہ اس کالج کے طالب علم اخلاق دیانت و ارجم
راستبازی والدین کی اطاعت رشتہ مندوں کی پاسداری آپس میں سب لوگوں کی ہمدردی کرنا
تمام ملک میں مشہور ہو جاوے۔ اخلاق کا ستون اسی پر ہے کہ ایک دوسرے کا بوجھ اٹھاوے تاکہ
شریک ہونے سے ہمسائی کا بوجھ ہلکا پڑ جائے۔

ایک بات اور یہ کہ کالج سے کمال ہو جاوے تو ایسے تین کامل نہ سمجھو یہ بات اپنی دل میں یاد رکھنی چاہیے کہ جو طالب علم
ہو وہ صرف اسکول کے لیے نہیں بلکہ عمر بھر کے لیے یہ فائدہ کالج کے لیے نہیں بلکہ اگر عمر بھر کے لیے اسکا فائدہ نہ تو سب کچھ
ضائع ہوا۔ اب تم لوگ جو پڑھو گے تو آگے کو اپنے ملک کی بہتری کرو گے تاکہ لوگوں کو فائدہ ہو میری دل
بہت رنج ہوتا ہے کہ مسلمان طالب علم بہت کم کالجوں میں آتے ہیں نتیجہ یہ ہوا کہ ہزاروں لاکھوں جہا
میں پڑے ہیں تمہارے سبب سے یہ فائدہ ہو کہ علم اخلاق محبت راست بازی سب میں پھیلے۔ قرآن
یہودیوں کی نظیر لکھی ہے مَثَلُ الَّذِينَ حَمَلُوا التَّوْرَةَ ثُمَّ كَفَرُوا سَاءَ مَا كَانُوا يَعْمَلُونَ اَمْثَلُ الْخَمَارِ رَاحِلُ اسْفَارًا
گدھے پر کتابین لاوے جانے کی تشبیہ خوب یہ ہے کہ علم سے اگر اخلاق اور عقل اثر نہ پیر نہوں تو گدھے پر کتابین
لاوے ہونے کی مانند ہے کیونکہ گدھے پر کتنی ہی کتابین لاو او اسکو دماغ میں اوسکا کچھ اثر نہیں ہوتا وہی
خر و داعی باقی رہتی ہے مطلب یہ ہے کہ لڑکا پڑھ سکتا ہے علم سیکھ سکتا ہے مگر ذہن و اخلاق درست نہوے
تو مثل گدھے کے رہے گا تمکو یاد رہے کہ علم کا نتیجہ اور فائدہ ہمیں ہے کہ تمہارا دل اور طبیعت روشن اور طام ہو جائے

اور اس سبب سے خلقت میں کچھ بہتری ہو جاوے اور اس زندگی میں تم سے لوگوں کو فائدہ پہنچے۔ ایک بات اور کہنی باقی ہے جیسے کہ مینو بہت دفعہ عمدہ سابق میں دوری پر جاتے وقت کہتا ہے کہ مسلمان مستورات کی تعلیم کرنے میں توجہ نہیں کرتے اور اس سبب سے نصف آدمی جہالت میں رہتے ہیں ایک اخبار سے جناب خدیو یعنی والی مصر کا حال معلوم ہوا کہ اونکی ایک بیگم نے لڑکیوں کا اسکول جاری کیا ہے مکان عمدہ بنایا ہے جس میں دو سو لڑکیوں رات دن رہتی ہیں اور ایک سو دو لڑکیوں کو آتی ہیں ملک تمام ایک عورت سستی روسا کو بلایا ہوا وہ اونکو ہر قسم کے ہنر کا کام ولایت اور مصر اور مشرقی ہنر عمدہ باریک کام کھانا پکانا حساب کا لکھنا پڑھنا اور اور علم مناسب سب سکھاتی ہے خیر جب بیگم اس خبر کو پڑھا تو میرے دل میں آیا کہ کاش کوئی شخص اس ملک میں بھی والی مصر کی بیگم کی مانند کوئی اسکول جاری کرے پس یہی تمہاری ایک نظیر ہے کہ اس طرح تم اپنے ہم عصرون کے لیے موجب فائدہ اور ترقی کے ہو سکو امید ہے کہ یہ سب باتیں تمہارے دل میں رہیں کہ علم کا چرچا ہو جاوے۔

اے لڑکو نیک کرداری کو ملحوظ رکھو اور یاد رکھو کہ نہ صرف علم سے بلکہ دیانت داری نیک کرداری خدا پرستی پر نیز گاری سے آدمی آدمی بنتا ہے یہ دونوں باتیں اس کالج میں حاصل ہونی چاہئیں اور ان اثرون کے باعث اونکا نام تمام ملک ہندوستان میں مشہور ہو۔

میں اپنے عمدہ وزیر مدرسے کے سبب سے سید احمد خان کی رپورٹ پر سب کاجنھون نے مدرسے میں مدد دی اور نواب صاحب امپور کا کیٹی کی طرف سے شکر کرتا ہوں اصغر علی خان صاحب جو اس جلسے میں موجود ہیں نواب صاحب کو اطلاع دیں کہ نہایت طمانیت سے مینے سب حال دیکھا تاکہ اونکو طمانیت ہو جاوے کہ کالج کی تجویزین عمدہ طرح پر انجام پاتی ہیں۔

ہمارا چہ پٹیا لہ نے نہایت کشادہ دلی سے مدد کی اگرچہ وہ ہندو ہیں مگر انھوں نے مدد دی اور جانا کہ موقع ہے کہ اس میں مدد کروں تاکہ ملک کی بہتری ہو جاوے۔

سر سالار جنگ کا بھی دور دراز ملک سودر کرنا نہایت شکر گزاری کی قابل ہی راجہ سید باقر علیخان
و لطف علیخان و عنایت اللہ خان نے جو مدد کی اور اور رئیسوں کا جو مدد کرتے ہیں کمیٹی کی
طرف سے نہایت مشکور ہوں۔

مولوی سمیع اللہ خان کی توجہ بغیر اس مدرسے کی اس قدر بہبودی نہوتی جو کچھ دیکھا جاتا ہے
اونکے سبب سے ہے۔

نواب محمد عبید اللہ خان کے لڑکوں کے بیان آنے سے زیادہ رونق ہے سب جان جاوینگے
کہ رؤسائے لڑکے بھیجتے ہیں اور اس کالج کے اصول پر اعتبار رکھتی کرتے ہیں۔
سید احمد خان کے سامنے اور کچھ کھنے کا یہ موقع نہیں صرف یہی کہنا کافی ہے کہ اونکے دل کی جو
برسون سے آرزو چلی آتی تھی اب پوری ہوئی ہے یہی جزا اونکے لیے ہے امید ہے کہ اونکے دل کی آرزو روز
زیادہ پوری ہوتی جاوے گی دوسو نہیں بلکہ اس سے بھی زیادہ لڑکے اسمین تربیت پاوینگے اور اوکھانام
شکر گزاری سے ہمیشہ یاد کیا کریں گے۔

پہاڑ سے روانہ ہوتے وقت جناب لارڈ نارٹھمبروک نے مجھے ارشاد کیا کہ پہاڑ پر جاتے وقت
اگر مجھکو فرصت اور ملکی کاموں سے ہونی تو مارچ کے مہینے میں اس کالج کا فوٹو لین کر دو گا یعنی نیو کا پہلا پتھر رکھو
اونکی دلی آرزو اس کالج کی بہتری اور بہبودی کی ہے

ٹوٹین صاحب اگرہ کالج کے پرنسپل کو بیان دیکھنے سے میں خوش ہوں اونکی امداد سے امید ہے کہ یہ
سرسبز ہووے مجھے امید ہے کہ میں ولایت جانے سے پہلے پھر آنکر اس مدرسے کی سرسبزی دیکھوں اور اسکی
عمارت خوشنما میری نظر میں آوین (اس مقام پر تمام حضار مجلس نے نہایت خوشی اور جوش سے آفرین کلا
والآمین اس مدرسے کی سرسبزی اپنی ولایت میں سنوگا اور اسکی بہتری چاہوگا۔

نمبر ۱۹

در بار بریلی

ماہ دسمبر ۱۹۳۷ء

۲۷- دسمبر ۱۹۳۷ء روز شنبہ کو بریلی میں جناب نواب معالی القاب لفٹنٹ گورنر بہادر مالک مغربی و شمالی و اہم قبائل کل قسمت روہیلکھنڈ کا دربار کیا جس میں اجہ اور شرفا اور تعلقہ دار اور رئیس حاضر ہوئے اور انہیں سوا اور لوگوں کے نواب اور راجگان مفصلہ ذیل تھے۔

- ۱ نواب کلب علیخان بہادر والی رامپور۔
- ۲ راجہ پرتاب سنگہ راجہ ٹھری متعلقہ کمایون۔
- ۳ راجہ شیوران سنگہ مصاحب دلا و طبقہ اعلیٰ ستارہ ہند راجہ کاشی پور۔
- ۴ راجہ جگناتھ سنگہ راجہ پوایان ضلع شاہجہانپور۔
- ۵ راجہ شیوران سنگہ راجہ مجھولہ ضلع مراد آباد۔
- ۶ راجہ پرتاب سنگہ راجہ شیوپوری ضلع بریلی۔
- ۷ راجہ جے کشن داس مصاحب دلا و طبقہ اعلیٰ ستارہ ہند۔
- ۸ کنور جگت سنگہ تاجپور ضلع بجنور۔
- ۹ راجہ بھپن سنگہ کرولی ضلع مین پوری۔
- ۱۰ مادھوراؤ بنایاک ترہوان۔

۱۱ راجہ دریاؤ سنگھ سٹیس گڈھہ ضلع بریلی۔

نواب رامپور اور راجہ ٹھہری کی سلامی معمولی ہوئی

جب سب حاضرین دربار پیش ہو چکے تب بندگان حضور مدوح نے اردو زبان میں یوں ارشاد فرمایا جسکا خلاصہ یہ ہے۔

پانچ برس ہوئے کہ میرا پہلا دورہ روہیلکھنڈ کی قسمت میں ہوا تھا اور میں نے پہلا دربار بھی بریلی میں کیا تھا اسی طرح اب میرا پچھلا دورہ بھی اسی روہیلکھنڈ کی قسمت میں اور پچھلا دربار بھی اسی بریلی میں ہوا۔ اس عرصہ میں اودہ اور روہیلکھنڈ کی ریل جاری ہوئی اور اس کے سبب سود و رفت اور تجارت میں صد ہا فوائد حاصل ہوئے جن سے ان اضلاع کی ترقی کی امید ہے۔

میں یہ بھی امید رکھتا تھا کہ میرے زمانہ حکومت کے ختم ہونے کے قبل مشرقی نہر گنگا کی بھی طیاری کے قریب ہو بلکہ اوسکا پانی بھی اضلاع مغربی روہیلکھنڈ میں جاری ہو جائے لیکن یہ امید پوری نہ ہوئی باہم کے رد و قدح سے اوس میں دیر ہو گئی مگر مجھے اب بھی امید ہے کہ تھوڑے ہی عرصے میں یہ نہراون ضلعونکو سرسبز اور قحط سے بچانے کے لیے جاری ہو جائیگی۔

انتظام میونسپلٹی جو میونسپل کمشنرون کی جدوجہد سے اضلاع مالک مغربی و شمالی میں بخوبی ترقی پر ہے اور فوائد انتظام خود اختیاری جو آزادانہ اختیارات تفویض کرنے سے خیال کیو گئے تھے قابل آفرین ہیں۔

بریلی کی میونسپلٹی کا شکریہ ادا کرتا ہوں کہ اوسکے ممبرون نے اپنا کام نہایت حسن انتظام سے انجام دیا اور اونکی یہ فیاضی بھی قابل تحسین ہے کہ اونھون نے تعلیم اور شہر کے خیرات خانوں کو بخوبی مدد دی اور بریلی کا ہر کی ترقی اور عام پسند تعلیم اور بندوبست اور نیز وہ فوائد جو کالج اور ضلع اسکولون کو بوردنگ ہوس کے قائم ہونے سے پہونچے پسندیدہ ہیں امریکن مشن نے رعایا کی تعلیم میں مدد دی اور مس سوئین صاحبہ اور

ڈاکٹر ہفبری صاحب کی کوشش سے مستورات فن طبابت میں تعلیم پاتی ہیں میں ان دونوں باتوں کا بھی شکر یہ ادا کرتا ہوں اور بریلی کے زمانہ ہسپتال کی بھی تعریف کرتا ہوں جسکو مس سوئین صاحبہ نے اوس زمین پر قائم کیا جو اب صاحب والی رامپور نے اپنی سخاوت سے عطا کی۔

اب لوگوں کو اسپر توجہ کرنی چاہیے کہ یہ اضلاع اعلیٰ تعلیم کے باب میں اضلاع بنگال سے پیچھے ہیں اور والدین پر جو اولاد سے اصلی محبت رکھتے ہیں اور انکے دلی خیر خواہ ہیں فرض ہے کہ اپنی اولاد کی تعلیم اور تربیت میں کما نفعی کوشش کریں ورنہ یقیناً اور اضلاع کے باشندے روزگار اور غرت میں اونپر سبقت لیجاویں گے

بڑے تعلقہ داروں اور زمینداروں کو دیہاتی مدرسوں کی ضرورت مد نظر رکھنی چاہیے دیکھیے کہ اسی صے بیس سال میں کس قدر اوسکی ترقی ہوئی تعلیم نسوان کے فائدے بے حد ہیں لیکن مقام افسوس ہے کہ بیان اب تک اوسکا رواج اور ترقی اوسکی بہت کم ہوئی اور یقین ہے کہ جب تک اس ملک کی نسوان تعلیم یافتہ نہوں اصلی ترقی تہذیب اخلاق اور معاشرت میں ہرگز نہوگی۔

اس بات کا افسوس ہے کہ مجھکو ان اضلاع کے احباب یعنی آپ لوگوں سے یہ آخری ملاقات ہے اور میری آرزو اور دعا ہے کہ آپ لوگ آئندہ خوش و خرم رہیں۔

نمبر ۲

اقتتاح ضلع اسکول الہ آباد

ماہ مئی ۱۹۲۸ء

جناب نواب لفٹنٹ گورنر بہادر نے ۳۔ ماہ حال کو صبح کے وقت الہ آباد کے ضلع اسکول کے مکان جدید کا افتتاح فرمایا اور سالانہ انعامات طلباء کو تقسیم کیے۔

جناب سر ولیم میور صاحب بہادر نے ضلع اسکول کے واسطے مکان مذکور کے افتتاح کا اظہار فرمانے کی تقریب سے بزبان انگریزی فرمایا کہ ہم مدت سے یہ آرزو رکھتے تھے کہ اس اسکول کے واسطے ایک مکان مناسب و معقول مہیا ہو چنانچہ اب اس اسکول کو اس عمدہ عمارت میں کہ ایسی وسیع اور اس مطلب کو واسطے بہت مناسب اور سہولت و آسائش کے موقع پر وسط میں واقع ہے لے آنے کی رسم کمال خوشی اس تقریب کے ساتھ ادا کرتے ہیں اس اسکول نے تحت اہتمام باجوہ آمارام کے نہایت طرز پسند اور دو خواہ کے ساتھ ترقی کی چنانچہ تعداد طلباء اور طرز تعلیم دونوں پسندیدہ ہیں اور ہم کو امید ہے کہ اسی طور پر ترقی اسکی روز افزون ہوتی رہے گی اس شہر الہ آباد کی آبادی چند سالہا سے گذشتہ میں ایک لاکھ سولہ ہزار متنفس سے قریب ایک لاکھ پینتالیس ہزار کے ہو گئی ہے اور اوسمیں یوٹائیو ما افزائش ہوتی جاتی ہے جناب نواب لفٹنٹ گورنر بہادر نے امریکائی سویسٹی اور چرچ مشن سویسٹی کے اسکولوں کی تعریف بھی جسکے وہ مستحق ہیں فرمائی کیونکہ اہالی سویسٹی مذکور کی مساعی جمیلہ سے اس شہر میں تعلیم و تربیت کا بہت چرچا ہوا ہے لیکن جس مقام میں کہ اس قدر کثرت آبادی کی ہو وہاں ان اسکولوں کے واسطے اور ضلع اسکول

بلکہ اس طرح کے اگر اور کئی اسکول ہوں تو انکے لیے بھی بہت گنجائش ہے۔

جناب ممدوح نے باظہار خوشنودی کہ جس میں حاضرین وقت کو بھی جناب ممدوح کے ساتھ اتفاق تھا فرمایا کہ نواب والا خطاب لارڈ نارٹھ ہر وک صاحب بہادر جو کل کے روز الہ آباد میں ذوق افروز ہوئے تھے اپنے قیام کے عرصہ قلیل میں فرماتے تھے کہ شہل رعایا می قوم ہندو کے اہالی اسلام کی ترقی تعلیم و تربیت کے بھی ہم کمال آرزوے دلی خواہاں ہیں پس اس توجہ باطنی سے جو نواب و سیراے جدید بلا شک اس امر میں مسذول رکھتے ہیں امید قومی اس بات کی پیدا ہوتی ہے کہ جناب ممدوح کے عہد حکومت میں سرشتہ تعلیم و تربیت کو بہت رونق ہوگی۔

اسکے بعد جناب نواب والا خطاب سر ولیم میور صاحب بہادر نے پھر حاضرین کی طرف مخاطب ہو کر اعادہ اسی مضمون کا جو زبان انگریزی کی تقریر میں تھا اردو میں کیا اور ایسے کلمات فرمائے جس سے طلباء کو دو چند تہذیب اور کوشش تحصیل علم کی ترغیب ہو اور چند مطالب باظہار آرزوے دلی درباب تعلیم سنوان کے بائین مضمون ارشاد کیے کہ صرف اسی سے ترقی اخلاق اور نور علم کی امید ہوتی ہے اور نواب ممدوح نے الہ آباد کے بنگالیوں کی تعریف کی جنہوں نے اپنے ملک کا رواج اپنی لڑکیوں کی تعلیم و تربیت کا جس کا وہاں از بس عمدہ نتیجہ پیدا ہوا ہے یہاں بھی جاری کیا ہے لیکن مردمان مالک مغربی و شمالی کے باب میں جناب ممدوح نے تاسف اور دلسوزی کے ساتھ یہ بات ظاہر کی کہ یہاں ایسی ترقی کا نشان کم دیکھا جاتا ہے اور نیز یہ کہ ہمنے اکثر انکے ذہن نشین کیا کہ اونکو اپنی دختران و زوجگان کا تعلیم و تربیت کرنا نہایت فائدہ مند اور ضروری ہے اور گورنمنٹ اس امر میں مدد کرنے کو آمادہ ہے لیکن تعلیم سنوان سرکار کی طرف سے بطور حالکا نہیں ہو سکتی لبتہ جو کوشش کہ خود انکی طرف سے ہو اور سمین اعانت کر سکتی ہے سمین شک نہیں کہ بتعلیم سنوان کے وہ جہالت اور تاریکی جو اس وقت اس سرزمین میں پھیلی ہوئی ہے کبھی دفع نہوگی اور نہ اس ملک کی باشندی نو عقل کے حاصل کرنے اور اپنے اخلاق کی تہذیب و اصلاح میں ترقی خاطر خواہ اور بالاسبقا

کرسکینگے بغیر تعلیم و تربیت نسوان کے نتیجہ عارضی اور چند روزہ ہوگا اور علی العموم تمام قوم میں ایسی ترقی تہذیب و تربیت کا پیدا ہونا جسکے واسطے سبکو کوشش کرنی چاہیے میسر نہوگا ہماری دانست میں ایسی تعلیم و تربیت میں کوشش کرنا جس سے نسوان محروم رہیں پہاڑ کے اوس سیلاب کی مثال ہے جو بلندی سے زور و کرتا ہوا جلد بہکر نکلیجائے اور جہاں تھان غار و خندق پانی سے بھری ہوئی اور ادھر ادھر کچھ پتھر اور چند درختوں کا اجتماع رہ جائے اور باقی سب جگہ رگستان اور پہاڑوں کی چٹان اور پتھر یعنی ایک ویرانہ مایوسی نظر آنے لگے بخلاف اسکے اگر مردوں کی تعلیم کے ساتھ تعلیم نسوان بھی ہو تو جو نتائج اوس سے متوقع ہیں وہ مثل اوس دریا کے ہیں جو سال بھر بہتا رہتا ہے اور جب کا منبع برفستان کے پہاڑ سے ہوتا ہے اور جسکے صاف اور خنک پانی کا سیلان پورا اور دائمی رہتا ہے اور اوسکے مجڑے میں چاروں طرف سرسبزی اور شادابی اور بہر جانب طاوت و تازگی نظر آتی ہے۔

اس تقریب کی کارروائی کے اختتام میں جناب نواب لھنٹ گورنر بہادر نے باجو آتھارام کو باظہار خوشنودی گورنمنٹ بصلہ اون مساعی جمیلیہ کے جو مشارالہ سے بمنصب ہیڈ ماسٹری ضلع اسکول کے عمل میں آئی تھیں الفاظ تحسین آمیز مناسب وقت کے ساتھ بطو خلعت ایک تھیلی دو سو روپیہ کی عنایت فرمائی

۸۔ دسمبر ۱۹۰۷ء روز پنجشنبہ کو دربار جناب نواب لفٹنٹ گورنر بہادر کا بمقام جونپور منعقد ہوا جس میں راجگان اور ذمی منزلت اشخاص رئیس شہر اور ضلع موجود تھے۔

بعد پیش ہونے اہل دربار کے جناب مدوح نے حاضرین کی طرف مخاطب ہو کر تقریر فرمائی جس کا خلاصہ مضمون یہ ہے اولاً جناب محترم الیہ فی عام حالات ضلع کا تذکرہ کیا کہ ۱۸ برس ہو گئے ہیں اس ضلع کو جناب طامسین صاحب بہادر لفٹنٹ گورنر مرحوم کی عہد میں تقریباً دورہ دیکھا تھا معلوم ہوا کہ اور اضلاع میں جب سے آثار ترقی کے نمایان ہیں اور تہذیب اخلاق کی بخوبی ظہور میں آئی۔ ضلع اگرچہ آباد ہے اور شاید زراعت میں بھی ترقی ہوئی ہو لیکن اور باتوں میں ہنر وہ آثار ترقی کے بیان ملاحظہ کیے جو اور مقامات میں نمایان ہیں۔ یہ حالت خصوصاً دربار تعلیم کے پائی گئی اور شاید یہ عدم توجہی تعلیم کی جانب بہ نسبت اور قوموں کے مسلمانوں میں زیادہ ہے اور خاص شہر میں بھی کچھ رونق نہیں ہوئی بلکہ مائل بہ تنزل ہے شاید وجہ اسکی یہ ہو کہ جونپور ایک ایسی گوشو میں ہو جہاں اسباب ترقی کے مثل نہراور ریل اور تار برقی نہیں ہیں جو اور اضلاع میں محرک ترقی ہوئے اب آئندہ چاہیے کہ یہ حالت بدل جائے کیونکہ وہ وہاں ہیکل گھڑ ریلوے جلد اس ضلع میں ہو کر گزرنے والی ہو اور سہولتیں متصل ہو کر نکلے گی تو امید ہے کہ کیفیت اس ضلع کی دیگر گون ہو جائے اور بجا تنزل صورت ترقی کی دکھائی دے مگر جن فائدوں کا توقع کیا جاتا ہے اس سے مستفید ہونے کے لیے ضرور ہے کہ لوگ اپنے لڑکوں کو تعلیم دین

کیونکہ اگر اونکے لڑکے تعلیم نہ پاویں گے تو لائق نہ ہونگے اور اور لوگ اون فوائد کا شرہ پاویں گے پس لازم ہے کہ وہ اپنی اولاد کی بہبودی کی طرف متوجہ ہوں اور انکی تعلیم کامل میں بدل و جان کوشش کریں ورنہ یہ ہوگا کہ انکی اولاد پر جملہ ابواب ترقی اور فوائد روزگار اور غربت اور حکومت کو مسدود ہونگے۔

برہ کیف ایک امر سے جناب نواب لفٹنٹ گورنر بہادر کو مسرت ہے اور وہ یہ ہے کہ یہاں دربار تخفیف خرچ شادیوں کے تحریک ہوئی ہے گورنمنٹ کا یہ قصد ہے کہ جرم و خسر کشی مسدود ہو جائے اور عنقریب ایسی تدبیریں عمل میں آویں گی جس سے قرار واقعی یہ رسم و ریشیا نہ دور ہو جائے لیکن گورنمنٹ کو حیطہ اختیار سی باہر ہے کہ وہ اخراجات شادی کو محدود کرے کیونکہ یہ امر خالص امور سے متعلق ہے جس میں گورنمنٹ دست اندازی نہیں کر سکتی اور بالفرض اگر کرے تو بھی کوئی بند و بست قرار واقعی نہیں کر سکتی اس معاملے میں سرکار کو رعایا ہی سے خود امید اصلاح پذیر ہونے کی رکھنی چاہیے۔

بنظر اوس کم بختی کے جو فضول خرچی سے بیاہ اور شادیوں کے خلق اس پر عاید حال ہوتی ہے اور خصوصاً بوجہ اوس تعلق کے کہ جو اس فضول خرچی کو جرم و خسر کشی سے ہو نواب لفٹنٹ گورنر بہادر چاہتے ہیں کہ اون لوگوں جنھوں نے اسناد و فضول خرچی میں کوشش کی ہے دلی شکر یہ گورنمنٹ کی طرف سے ادا کریں اس انتظام سے تعداد کثیر اون لڑکیوں کی جو پہلے تلف ہوئی اب محفوظ رہیں گی مگر جو لڑکیاں اس طرح سے محفوظ رہیں گی انکی شادی کا سرانجام بغیر خانہ بربادی کو کیونکر ہو سکیگا اگر اونکے وراثا اپنی عادت فضول خرچی کو ترک نہ کریں گے اور شادیوں میں کفایت شعاری پر آمادہ نہ ہوں گے۔

پھر جناب نواب لفٹنٹ گورنر بہادر زینتی سیاری لال حاضر دربار کا تذکرہ فرمایا کہ یہ شخص باعث فزہمی ایسی مجالس کا ہی جن میں اس مضمون کا مشورہ ہوا ہے اور برصا مندی جمیع اہل مجلس کے تجویزین اور قاعدے واسطے تخفیف خرچ شادی کے بنائے گئے ہیں اور پھر منشی صاحب مذکور کا شکر یہ بہ نسبت انکی خدمات و غرضات اور خیر خواہی خلافت کے ادا کیا اور یہ بھی نصیحتاً ارشاد کیا کہ مجلسین اور تجویزین اور قاعدی بذاتہ کچھ مفید نہیں ہوتے

جب تک کہ اون قاعدوں اور تجویزوں پر عمل نکلیا جائے چونکہ اب تک ان پر کچھ عمل نہیں ہوا اس واسطے کچھ ہمت واسطے آغاز کرنے اس امر کے درکار ہے تخفیف کرنے میں خرچ شادیوں کے لوگ اس لیے خوف کرتے ہیں کہ مہیا اور آدمی اونکو نہیں یا اونکو خیرس اور کچھ سوس کمین لیکن یہ اونکی بزدلی ہے کیونکہ جو آدمی بلبت خیالی اور آزاد راہی رکھتا ہوگا وہ کبھی پیشوا ہونے سے اس معاملہ میں خوف نہ کرے گا اور جو کام کہ صحیح اور درست ہوگا وہی کرے گا اور غیروں کے کہنے کو خیال میں نہ لائے گا جو اچھا اور ایسا نادر آدمی ہوگا وہ فضول خرچی کو مصیبت اور غنیمت کی بنیاد تسلیم کر کے باتفاق اپنے ہم جنسوں کے اندازہ خرچ معقول کا بیاہ شادیوں میں مقرر کرے گا اور جو اندازہ مقرر ہو جائیگا اسی پر عمل کرے گا اور بہبودہ و نا سمجھ آدمیوں کی رائے پر کچھ عمل نہ کرے گا نواب لفٹنٹ گورنر بہادر کو امید ہے کہ تھوڑے ہی عرصے میں یہ خبر اونکے گوش گزار ہوگی کہ اون ارباب مجلس نے سال آئندہ شادی کے موسم میں شادیوں میں اسی تخفیف خرچ پر تجویزی عمل کیا جسکو اونھوں نے تجویز کر کے اتفاق کیا تھا۔

بعد نواب لفٹنٹ گورنر بہادر نے شکر یہ ممبران میونسپلٹی کمیٹی جو نپور کا بغرض اس توجہ کو جو اونھوں نے امور اٹھانہ کی جانب کی تھی ادا کیا اور فرمایا کہ یہ شہر اب تک بہ سبب قلت تجارت اور آمد و رفت کے تنزل پر تھا لیکن اب امید ہے کہ یہاں ریل کے جاری ہونے سے مال کی آمد اور ترقی ہو اور شہر میں غالباً آبادی اور دولت دونوں کی افزائش ہو اور اسکی بہبودی صورت پذیر ہو اور صفائی اور آسائش اور حفظ امن میں بھی ترقی ہو جو نپور ایک شہر نامی گرامی ہے جس میں اب تک چند عمارتیں قابل دید موجود ہیں اور پاسے تخت ایک پرنس خاندان کا امید ہے کہ وہ اپنی عظمت کو جو ایک مدت سے جاتی رہی ہے پھر حاصل کرے ممبران میونسپل کمیٹی جو نپور کو لازم ہے کہ وہ ایسے موقع پر کمر ہمت باز دھین اور مستعدی کے ساتھ بہبودی شہر میں مصروف رہیں اور حتی الامکان اون منافع کی ترقی کریں جو اونکے لیے حاصل ہونے والے ہیں۔

اسے تعلقہ داران و رؤساء اضلاع متعلقہ کمشنری میٹھ

مالک مغربی و شمالی مین یہ میرا پچھلا دورہ ہے مین چاہتا تھا کہ تم کسی آخری ملاقات کروں کیونکہ دو چار تین بطور نصیحت مجھ کو کہنی تھیں اس وقت مجھ کو آپ لوگوں سے ملکر اور آپ لوگوں کی ترقی اور آسائش دیکھ کر بہت خوشی ہوئی مین خیال کرتا ہوں کہ بہ نسبت سابق کے اب رعایا آسودہ حال ہے اور زراعت کو افزائش ہے اوسکا نشان یہ ہے کہ جب مین مدرسوں کو دیکھتا ہوں تو رعایا کے لڑکے سفید پوش نظر آتے ہیں اور ب معاشرت کا طو و طریق بھی اچھا ہوتا جاتا ہوں سب باتوں مین خدا کی عنایت ہی سے ترقی ہوئی ہے اور مین شکر کرتا ہوں کہ میرے عہد حکومت مین یہ بھی ایک عمدہ مقصد حاصل ہو گیا کہ آپ لوگوں کے ہاتھ سے اپنے کام بذریعہ میونسپلٹی اور لوکل کمیٹیوں کے انصرام پانے لگے اسمین دو لطف ہیں ایک یہ کہ اگر حکام پر ہی سب بار ڈالا جاتا تو وہ کھٹک اوسکا انصرام کرتے اور دوسرے آپ لوگ اپنی ضروریات سے خوب واقف ہیں اور زیادہ وسیلے سر انجام کار کے پیدا کر سکتے ہیں آپ کو مناسب ہو کہ آپ ایسے کام خود کریں ہندوستان مین یہ بڑی خرابی ہے کہ جیتک کسی کام کو حکام نہیں کرتے تب تک رعایا بھی نہیں کرتی بلکہ سب لوگ حکام ہی پر بھروسہ کیے بیٹھے رہتے ہیں انہی طرح کچھ فکر نہیں کرتے میرا مقصد یہ تھا کہ جہاں تک ہو سکے میونسپلٹی کے اختیار کو حتی الامکان وسعت دی جاوے اور کچھ اختیار ہو کہ اخراجات و آمدنی اور رونق اور آسائگی اور صفائی اور رفاہ عام کے کاموں کو انجام تک پہنچاویں

چنانچہ اب تک ایسا ہی ہوا ہے اور بہت کچھ کرنا ہنوز باقی ہے اکثر شہروں میں لوگ دل سے کام کرتے ہیں اور بعض جگہ اونکے خلاف ہیں بلکہ اکثر موقع پر کمیٹی کے اجلاس میں حکام کا منہ دیکھتے ہیں اور مثل تصویب پٹھے رہتے ہیں حالانکہ انکو چاہیے کہ وہ اپنے اختیار کے موافق کام کریں اور یہی مقصد لوکل کمیٹیوں کے مقرر کرنے سے ہے اور لوکل کمیٹیوں سے بھی یہی شکایت ہے لوکل کمیٹیوں میں سٹریک اور شفا خانہ وغیرہ رفاہ کام کو کام ہیں مگر اسمین بھی لوگ حکام کا منہ دکھا کرتے ہیں میری یہ رائے ہے کہ لوگ دل سے سوچیں کیا کام مفید ہے اور اس بات میں صاحب ضلع کو مدد دینی چاہیے اور جو کام سب سے زیادہ مفید معلوم ہو اسکو انجام دینا چاہیے اور سب سے اعلیٰ کام کمیٹی تعلیم کا ہے اور اوسکی صلاح سے تمام حلقہ بندی اور ضلع اسکول اور تحصیل مدارس کے کام انجام پاتے ہیں اور اسی میں اصلی فائدہ ہے مجھکو نہایت خوشی و خرمی اور اسکا فخر ہے کہ فی زمانہ دیہات کی تعلیم میں میرے کچھ سے بڑھا ہوا ہے جب میں نے قبل از صدر میر کی طرف دورہ کیا تھا تو اس زمانہ کی نسبت اب مجھکو یہاں زمین و آسمان کا فرق معلوم ہوتا ہوا اس زمانہ میں بہت کم زمینداروں نے حلقہ بندی کے مدارس جاری کیے تھے اور اب صاحب ڈاکٹر طرف ماری میں کہ تحصیل اور ۵۶ مکتب حلقہ بندی ہیں اور سب میں بیس ہزار سے زیادہ لڑکے تعلیم پاتے ہیں بڑے شکر کی بات ہے کہ رعایا اپنی تعلیم آپ کرنے لگی اور خدا کرے کہ اس سے بھی زیادہ ترقی کرے اگر زمیندار لوگ اس طرف توجہ کریں تو اور زیادہ ہونا ممکن ہے اور اس سے روشن ضمیر بڑھائی اعلیٰ تعلیم میں میرے کچھ بہت گھٹا ہوا ہے اور جب تک اصلی درجے کی تعلیم کی ترقی نہ ہو اس وقت تک اچھے عمدہ پانے اور ترقی کی امید نہیں ہو مجھکو صاحب ڈاکٹر نے ایک نقشہ دیا ہے جسکے دیکھنے سے معلوم ہوتا ہے کہ کس کس قسمت میں طالب علم یونیورسٹی کا امتحان دیکر کامیاب ہوئے اور یہ بھی معلوم ہوا کہ اس قسمت میں منجملہ دس کو صرف چار ہندوستانی اور چھ انگریز ہیں اور اور قسمتوں میں دیکھئے روٹیلکھنڈ میں اونیس اور اگرے میں اکیس اور الہ آباد میں گیارہ اور بنارس میں ستائیس کامیاب ہوئے اور میرے کچھ میں صرف چار ہیں چونکہ آپ لوگوں کی بہبودی اعلیٰ درجے کی تعلیم پر موقوف ہے اس لیے

اس میں کوشش کرنا ضرور ہے آپ کو خیال کرنا چاہیے کہ آپ کو یہ بات پسند ہے کہ لوگ آپ کو آئندہ تحسین کریں
یا یہ کہ آپ کے حال پر افسوس کریں علم و عقل خدا کی بخشی ہوئی بڑی نعمت ہے آپ کو چاہیے کہ آپ اپنی لڑکوں کو
علم سکھاویں سرکار کو منظور ہے کہ ہندوستانیوں کو اعلیٰ عہد دیے جاویں اور جناب و سیراے کو بھی یہی
منظور ہے چنانچہ انھوں نے مجھ سے بھی فرمایا اور بندگی کے دربار میں بھی اپنی اسپیش میں فرمایا کہ جہاں تک
ہو سکے اعلیٰ عہد دیے ہندوستانیوں کو دیے جاویں جسکے ستنے سو چھکو بڑی خوشی حاصل ہوئی مگر میری خوشی
اوس وقت تک کیا کام آسکتی ہے جب تک کہ اعلیٰ تعلیم کا یہاں بندوبست نہ ہوں گا میں دیکھو کبھی ترقی ہو
اون لوگوں میں بعضوں نے رسول سروس کے امتحان دیے اور وہ حاکم ہو گئے مگر اس ملک کو لوگوں میں سے
کسی نے کوئی عہدہ حاصل نہیں کیا پس میری یہ آخری نصیحت ہے کہ آپ لوگ ترقی تعلیم میں کوشش کریں
اخیر میں ایک بات یہ اور کہتا ہوں کہ آپ لوگ اپنی لڑکیوں کو تعلیم نہیں دیتے اور جھکواؤ سکاڑا بڑی بڑی
کہ آپ اوسکے فائدے سے واقف نہیں ہیں آپ کو یہاں دستور ہے کہ آپ اپنی عورتوں کو پردے سے باہر نہیں جانے دیتے
لیکن یہ اور ملکوں کا دستور نہیں ہے مگر پردہ حقیقت میں صرف خرابی سے بچنے کے واسطے کرنا چاہیے اور جہ
پردہ آپکے یہاں مروج ہے اوس میں اور خرابی سے بچانے کے پردے میں بڑا فرق ہے جو کچھ خدا نے پیدا کیا ہے
آسمان زمین دریا وغیرہ اوسکو مرد دیکھ کر تو خوش ہوں مگر افسوس کہ عورتوں کو یہ خوشی نصیب نہ ہو حالانکہ مصر
اور قسطنطنیہ میں عورتیں برقع پہن کر نکلتی ہیں پس خدا کرے کہ ایسا ہی اس ملک میں بھی ہو جاوے جب تک عورتوں کو
تعلیم نہوگی کامل روشن ضمیری اور سچی آسائش میرا نامکن نہیں میں خدا سے دعا مانگتا ہوں کہ اس ملک میں
ترقی ہو اور خلق اللہ آب رحمت سے شاداب اور نور عینیت سے منور ہو۔

I read, I thought to myself,—Would that some Native lady in these Provinces might follow this example! Such now is a specimen of the way in which each and all of you might become useful to your fellow-countrymen.

Sir William Muir then acknowledged the munificent patronage of His Highness the Nawab of Rampore, G. C. S. I. and of H. H. the Maharaja of Pattiala, G. C. S. I. towards the college; and the aid of Sir Salar Jung, G. C. S. I., who had accepted the office of Visitor. Nawab Asghur Ally, Minister of the Nawab of Rampore, would be able to communicate to His Highness in what a promising state of forwardness, Sir W. Muir had found the Institution to be. Of the local gentry Rajah Syed Baker Ally Khan, Talookdar of Pundrawal; Looft Ally Khan of Chittaree, and Inayat-oolla Khan of Bheekumpore, were also mentioned with commendation.

Moulvee Samee-Oolla, the Subordinate Judge of Allygurh place, had devoted himself heart and soul to the Institution; and the rapid progress already attained was in great measure due to him.

Mohammed Obeidoolla Khan Shahzada of Tonk was mentioned as present with three of the Nawab's cousins, whose education at the College would shew the confidence reposed in the institution by leading men in that State.

Syed Ahmed Khan, C. S. I., being himself one of his auditors, Sir W. Muir would refrain from dilating on what the college owed to him: as he had said before, that which had been the fond desire of his heart for many years was now in fair course of being fulfilled; and the consciousness of this would be his highest reward.

Finally Sir W. Muir had great pleasure in assuring the Committee of the warm interest taken in the Institution by the Viceroy himself. Before leaving Simla, Lord Northbrook had told him that, if other public engagements should admit of his doing so, His Excellency would be prepared in the spring to lay the Foundation stone of the College.

Sir W. Muir then acknowledged the valuable assistance which the college had received from Mr. Dighton, Principal of the Agra College, who had honored them with his presence. And he concluded by saying that he trusted yet before retiring from India, to see the College buildings well completed, and the Institution in full working order. But whether or no, he would always feel the deepest interest in its progress, and from England be delighted to hear accounts from time to time of its consolidation and prosperity.

heavens, and the wonders of nature here on earth. If you ascend even a little eminence in the country, the view expands, and the survey becomes more distant and comprehensive. Some of you have been in the Himalayan hills. So long as you remain in a valley, the landscape is confined: you see but a few villages and these perhaps obscured by cloud and mist. Such is the state of ignorance and narrow-mindedness in which neglected youth is left. But as you ascend, the circle amplifies; new hills, new scenes open out before you; still higher, the great plains of Hindustan mapped as it were for hundreds of miles around stretch into sight, and the horizon is seen farther and farther in the widening distance; and if you mount yet higher, the glorious range of snow with its dazzling peaks rises into view; and the whole soul kindles with the sight. The narrowness and obscurity have gone, and a far-seeing and unbounded expansiveness taken their place. Even such is the effect of the higher education and pursuit of liberal studies. We justly expect that they will tend to expand the views and enlarge the sympathies of the youth here educated: fit them to be happier and more useful in life; and as we may trust draw them into closer bonds by a similarity of taste and knowledge with ourselves; in short, impart Humanity in the best and highest sense.

And now one word of advice to the boys themselves. Knowledge is not the sole or highest object of your education here. Let the élèves of the Allygurh College be known not only for their learning, but also for their probity and faithfulness, for truth, obedience to their parents and discharge of all the relative duties of life; for purity and self-restraint; for sympathy and consideration for the wants of others. Let those within your reach be the better and the happier for you. The pillar of social morality is just this that you should share and lighten the burdens of your neighbour.

And when you have finished your course here, do not deem your education as if it were complete. The true student is a student all his life. You will seek to benefit your country by your learning; you will endeavour to impart to others the blessings you have yourselves received; to extend sound education and to raise the social standard around you. It has often lain a heavy burden on my heart to see how few of your co-religionists frequent any place of education, and to think how many hundreds of thousands are left thus in utter ignorance. Let it be your aim to aid in removing the reproach. If your studies do not produce such fruits as these, they will fail of their true object. There is a kind of knowledge that is mechanical and fruitless. In the Corân it is likened to the lading of books upon an ass;—*ka masal il himdri yahmilu asfâran*; the ass is not a whit the wiser or the better for his load. See that this be not the case with any of you; but let the fruits be manifest in a god-fearing, honest and useful life.

I have often while in these Provinces lamented the custom by which the Females of India are left in ignorance, and have urged upon you the necessity, if you would really seek to elevate the social position of the people, of educating your girls. And here once more; I would advert to the subject, for I feel persuaded that until this is done no real advance will be permanently secured. I lately saw in the papers the account of an excellent school established at Cairo by one of the wives of His Highness the Khedive of Egypt. This lady erected for the purpose a beautiful building, and procured a lady from Syria called Sitt Rosa, with a staff of teachers: there are 200 boarders and 100 day scholars; and they are taught all kinds of needle-work, European and Oriental; besides reading and writing and useful knowledge. As

religious is imparted, the more is it assimilated with the constitution and the more efficacious it becomes.

Altius precepta descendunt, quae teneris imprimuntur ætatibus.

This dictum of the Roman Philosopher is true for all people and all ages. The branch retains its bent.

Then why it may be asked does our Government not recognize the principle? The reply is obvious. Many hold that even where a nation is of one faith, it is not the business of the State to introduce religion into its schools. But however this may be, it is evident that where there are different religions, the objections and obstacles are vastly multiplied and may become insuperable. Such is the case in India. If the State were to inculcate Christianity in its schools and colleges, the Hindoos and the Mahometans would naturally object; and a Christian Government could not inculcate the tenets of Hindooism or Islâm. The State in its schools is not indeed unmindful of the great and fundamental principles of morality; but religion the State must leave to be taught and enforced at home; it becomes the duty of the parents in their domestic training to supply the want. Many too would probably hold that any other course was inconsistent with the gracious assurance of the Queen who, when assuming the direct administration of this Government, declared that while herself placing a firm reliance on the truth of Christianity, and acknowledging with gratitude the solace of the Christian religion, disclaimed alike the right and the desire to impose Her own convictions upon Her Indian subjects.

But when, apart from any official relation to the Government, we come to act in our private capacity, we are free to follow our own convictions; and it is then our general practice personally to support those Institutions in which education is founded on religious principles. Believing ourselves in the divine origin of Christianity and the inestimable blessings it confers, we thus in our individual and private capacity support those Seminaries of youth in which education is based upon the truths of the Christian faith.

Now it is precisely because we hold these principles and make this our practice, that we can fully recognize the corresponding principles upon which, from a Mahometan point of view, this College has been founded, and can sympathize so far with the action of this Committee. And although, holding the Christian faith, we cannot ourselves contribute towards the inculcation of the tenets of Islâm, we can yet fully approve the wide and liberal basis upon which the college is established. And more than this, in so far as the teaching of secular learning, History, Science and Literature, are separately communicated to the students, I for one am prepared to aid in rendering this department of the College, as it promises to be, thoroughly efficient towards its end.

And, in truth, the grand benefits to be secured from the instruction of your pupils with a wide range of literature and scientific knowledge, are so great that they cannot possibly be over-estimated. It is thus that the mind and sympathies of the youth will be enlarged. The knowledge of history and of foreign lands will correct views otherwise narrowed by the sole contemplation of what is immediately around, and enable the youth to expatiate in the experience of other ages and of other nations than their own; their minds will be improved by acquaintance with the great discoveries, mechanical and scientific, of later times; and their view will be elevated and expanded by contemplation of the works of the Creator in the starry

XIX.

VISIT TO THE MAHOMETAN ANGLO-ORIENTAL COLLEGE AT ALLYGURH.

12th November 1875.

[IN URDOO.]

MY FRIENDS, MEMBERS OF THE COMMITTEE, NAVABS, AND SUPPORTERS OF THE MAHOMEDAN
ANGLO-ORIENTAL COLLEGE!

I am very glad to be here on this interesting occasion, and to be able to congratulate the Committee on finding that the institution has reached so practical and prosperous a stage; and I specially wish my friend SYED AHMED KHAN BAHADOOR joy at the desire he has so long cherished as the chief wish of his heart receiving the first fruit of its fulfilment.

I had two objects in making this visit to Allygurh. First, you have done me the honor of appointing me a VISITOR of this College, and in pursuance of that Office it was incumbent on me to inspect the Institution, observe its progress, and offer any advice which the circumstances might demand. Next, when I contributed to the funds of this project, it was on the condition that the amount should be appropriated strictly to the furtherance of secular studies, and of European Science and Literature; and I thought that it would be satisfactory, as well to the Committee as to myself, to inquire upon the spot how far the arrangements for the separate pursuit of these secular studies were in actual operation, before completing my donation. I need not say after the report which has just been read that the promised arrangements have been faithfully and fully carried out.

I take this opportunity of making a few remarks on the relations in which we English stand to this Mahomedan College, and the conditions under which it appears to me that it can be legitimately aided by us who profess the Christian faith. The great majority of mankind agree in this that the education of the young should be upon a religious basis: few dispute it as an abstract principle. The youthful mind is like a newly planted twig; bend the branch and in after years it will remain always crooked; train it straight and upright, so it will be hereafter. If childhood is passed without the inculcation of those high truths which influence the life,—the sense of a personal Deity, the consciousness of right and wrong, the doctrine of rewards and punishments,—the probabilities are that the restraints against vice and self-indulgence will be permanently weakened.—On the contrary, the earlier instruction moral and

COLLEGE. It was my earnest desire to found such an Institution, and my strenuous endeavours were for two or three years directed to this end. At one time, through the great liberality of my Friend here present, the MAHARAJAH OF VIZIANAGRAM, who offered the princely donation of £ 20,000 for the endowment of the projected MEDICAL COLLEGE, I had hoped that the design might have been realized ; but I failed in the endeavour. It seems to me that the inhabitants of THESE PROVINCES have an equal right, with those of BENGAL and the PUNJAB, to facilities for educating their youth for the higher walks of Medical practice. I trust that the design may be realized by my Successor, and I am sure that whenever it may again be set on foot, the liberality of HIS HIGHNESS and other leading men will not be wanting. And I heartily commend the design to YOUR EXCELLENCY'S notice.

It is now my pleasing duty to tender hearty thanks to the CHIEFS and GENTLEMEN who have responded with such ready liberality to the appeal which I made to them for help. And I refer with even greater satisfaction to the support received in smaller, but yet not inconsiderable, contributions from Citizens of all ranks throughout the country, because these are evidence that the need of this Institution is widely recognised among the people.

And, lastly, I have to offer to the COMMITTEE, and especially to you, SIR (Mr. Turner) as their PRESIDENT, and to MR. TYRELL, the SECRETARY, my warm acknowledgments of the able and devoted manner in which you and they have discharged the trust which four years ago I committed to your hands. I have also to thank you kindly for the distinction you have conferred by naming the CENTRAL COLLEGE after me, and thus rewarding my humble efforts in the cause of Education by an honor so distinguished. It will ever be my pride that my name has been associated with an Institution destined, as I trust, both now and in the far future, to benefit the NORTH-WESTERN PROVINCES. It is my earnest prayer,—an aspiration in which I am sure that all here, both HINDOO, MAHOMETAN and CHRISTIAN, will unite,—that the blessing of ALMIGHTY GOD may rest upon this Institution. From it may the bright beams of true knowledge be shed abroad over the land. May it prove one of the Eyes of Northern India. Around this place may there ever cluster all that is pure and noble, all that is true and virtuous and beautiful, in science and in literature. May it be a powerful means of aiding towards the social and intellectual elevation and regeneration of the people ; and prove a blessing, in the highest sense, to the inhabitants of these Provinces.

period be empowered to confer distinctive titles for proficiency in Oriental literature, may remain an open question; my present impression is that it will probably always be advisable to maintain the CALCUTTA UNIVERSITY as the fountain of academic honors and degrees. But not the less there is a present urgent need for this CENTRAL COLLEGE, and indeed I may say that it is essential to the perfecting of our educational system. It has two great objects in view—first looking upwards, as regards the UNIVERSITY; and second, looking downwards, as regards our VERNACULAR and MIDDLE SCHOOLS.

In respect of the former object, our aim has been to concentrate here, and so to improve and strengthen, the higher teaching agency which has heretofore been scattered, and in some measure frittered away, by the necessities of small and uncertain classes at the various out-lying Colleges. The BENARES COLLEGE, indeed, as has just been shown by MR. JUSTICE TURNER, is specially devoted to Sanskrit literature; and from its antecedents, and its position at the great Capital of Hindoo learning, it must continue to maintain its leading position in that respect. In this view, as regards Oriental learning, the CENTRAL COLLEGE at Allahabad may, with great advantage, devote itself more especially to the prosecution of the Mahometan classics and the languages of ARABIA and PERSIA. In this respect, then, and in the provision of a strong and effective staff for the University courses, we find the first duty of the CENTRAL COLLEGE.

The second object, that of watching over the Vernacular and Middle Schools, possesses perhaps even a higher interest. MY LORD, in respect of the higher learning, we are in these Provinces still very backward, and we cannot pretend even to measure our progress with that which has been attained in Bengal. But in our Vernacular and Lower Schools,—those which affect the great masses of the population,—it is our pride that we have made a real and great advance. The statistics which have just been recited by MR. JUSTICE TURNER, I think, give ample proof of this. Now, the object of the CENTRAL COLLEGE in respect of these Lower Schools, is by examination to test their progress, and to aid and advise the Government in the improvement of their curriculum and standards, in perfecting their system, and elevating their condition. To this CENTRAL COLLEGE, then, we look as a real and effective power in the fostering of our Middle-class Schools, and the advancement of the great cause of Vernacular education.

Now, MY LORD, it appears to me that this is, and must always be, the proper duty of the Local Administrations. They are responsible for the primary education of the masses; and to them, as the agencies best fitted—I might say alone fitted—to guide and watch over the progress of the Vernacular and Middle Schools, should, as I conceive, be left the task of testing their progress and awarding them degrees of merit. Then, for the students who emerge from these schools, and, by passing the Entrance Examination, prove themselves fitted to compete for academical honors and degrees, the UNIVERSITY OF CALCUTTA becomes responsible. Thus, while each Government attends to its own domestic requirements in the lower ranks of education, the UNIVERSITY will still maintain its proper position of testing the higher results, and of assigning to each GOVERNMENT its comparative place in successfully educating the people to compete in the race for academical distinction.

There is one regret, MY LORD, to which I must give expression. MR. TURNER has alluded to the idea of establishing a SCHOOL for MEDICINE and SURGERY in connection with the CENTRAL

XVIII.

LAYING FOUNDATION STONE OF THE MUIR CENTRAL COLLEGE, ALLAHABAD.

ADDRESS TO HIS EXCELLENCY LORD NORTHBROOK, G. M. S. I.

9th November 1873.

[IN ENGLISH.]

YOUR EXCELLENCY,—I wish to join with the HON'BLE MR. TURNER and the Committee in expressing my gratitude at your having consented to lay the foundation-stone of this building.

The establishment of a CENTRAL COLLEGE AT ALLAHABAD has been my earnest desire ever since I assumed my present office. Shortly after coming here, I found that a strong wish prevailed among the chief people of the place for better means of education at ALLAHABAD; and, being myself deeply impressed with the same conviction, I took occasion at the first Durbar, which I held here on the QUEEN'S BIRTH-DAY, the 24th of May 1868, to urge upon those present the necessity of showing that they were sincere and in earnest, by contributing to the work. The appeal was widely and liberally met, a considerable sum was subscribed, and an address was presented to me in 1869 praying for the establishment of a College here. I cheerfully accepted the prayer, and nominated the Committee whose address now read has traced the subsequent course of the movement. It is a matter therefore of the deepest satisfaction to me personally, to find my cherished desire at length receive so auspicious a confirmation; and to see the foundation-stone of this Institution laid by the hands of a STATESMAN who himself took a prominent part in the formation of the great Charter on which the educational policy of this country now stands.

MR. TURNER has said that this CENTRAL COLLEGE is, as it were, the "coping-stone" of our educational system. Perhaps we can hardly as yet lay claim to that title for the College; but, at any rate, we may say that it is a preparation for the coping-stone. It is not possible to forecast what precise part this Institution may occupy in the future of Upper India. But I may say at once, we do not contemplate that it should assume the functions of an University. Our advance in the higher literature would by no means warrant this at the present time; and indeed, my Lord, it appears to me that there will always be an advantage in maintaining the PRESIDENCY UNIVERSITY as the one body solely empowered with the functions of conferring degrees for all the Provinces on this side of India. Whether this College may not at some future

piercing as it were the sky; an emblem of monastic life which shuns the impurity and contamination of the world. But not as the purpose of the CREATOR. These snows fulfil a great and useful object. As the summer advances, they are thawed by the heat, and descending from the vast heights in myriads of rills, swell the torrents which you see foaming in the valleys far below. These again join the Ganges and the Jumna, and in the dry and scorching months fill our Canals and spread verdure and fertility over the land. And now, to apply the metaphor to your own social system. When your women are educated, and take up their place among you, as in all other civilized countries they do, in works of usefulness and kindly sympathy—and when they are permitted to enjoy the air and light of heaven, and the beauty of God's works as you do;—when, in fact, the half of the human race in India is permitted to take its proper place in the country, from which it is now excluded;—then, and not till then, will the metaphor be fulfilled and genial influences of enlightenment and social improvement spread a new life of freshness and elevation over the face of Indian society.

I know that the subject is surrounded with difficulties, and I would not urge any rapid or sudden change, or any usages inconsistent with the requirements of the country. But the object is one which I commend to your consideration. In other Oriental countries a partial freedom is found not inconsistent with the proprieties of female life. I leave the matter for your best consideration. Begin by educating your daughters, and gradually in the course of time they will be fitted for the greater liberty which I advocate, and without which, I again assert, the object of their existence is but imperfectly reached, and without which, moreover, even the other sex can never attain to any high degree of social excellence.

The Government is ready in every legitimate way to aid you: but in this, as in all great works of popular advancement, the effort must come from yourselves. And by such effort may the blessings of moral elevation and of social and intellectual improvement day by day make rapid progress among you.

ment, convinced that the growth of this independent power is beneficial in itself, and that there are certain branches of local administration which, from the more intimate knowledge you possess of your own interests and requirements, can be far better discharged thus than by the direct agency of Government. With this view Municipalities have been constituted in all the larger towns, and Local Committees in every district. It has been asserted publicly that the people are not yet ripe for municipal institutions or self-administration. In this there is some truth and some error. In certain Municipalities I know that the native members take an intelligent interest in their work, and assert the independent rights vested in them by the Legislature; and I gratefully acknowledge the valuable aid which these give to the Government in the discharge of their duties. But in the majority I am sorry to say that there is a want of independence and a tendency to lean wholly upon the Government; and this is altogether inconsistent with the possibility of self-government. There is too often no attempt at the assertion of individual responsibility: the eye is fixed on the presiding officer, and a blind assent given to his proposals. Let the reproach be wiped away. The system is on its trial. Let it be your endeavour to act a real and independent part in the direction of affairs, and to give your hearts and minds—whether as members of Municipalities or of Local Committees—to the devising and carrying out of the measures most calculated to promote the welfare of the country.

And of all the departments you have to deal with, that of education is perhaps the most important. For the first time in these Provinces, a place in public Durbar has been assigned to the graduates of the University, and I trust that you will join with the Government in recognizing their position. We have a special cause of congratulation this day in the high position achieved by the youth on whom I have just conferred distinction in your presence. LAL BAHADOOR, a citizen of Sumbhul in Rohilkhund, and a boarder at the Bareilly College, stood at the head of the whole list of candidates (2,144 in number) for the recent Entrance Examination of the Calcutta University. This is a triumph for the North-West, and may well be taken as a ground of encouragement. The youths of Northern India are well able to stand in competition with those of other parts of India, and the means of education in this Division of Agra are as abundant as in any other, if you will but use your influence in persuading the people to take advantage of them. We have in these six districts some 33,000 boys and 3,000 girls under instruction. There are ample inducements to stimulate exertion; employment and distinction are open to the educated youth of India on every side. If there be but fitness of character and education, there is no civil office in the country that is not open to their ambition, and it is the special and declared wish of the VICEROY that for this end every facility should be given.

And now I must refer to a subject which presses heavily on my mind,—and that is the condition of the women of India, shut out as they are from education and from their legitimate sphere of social duty and enjoyment. In no other country in the world are they secluded from all part and share in outer life, and caged within the four walls of the Zenana. GOD has made HIS creatures with an object, and the women of India while thus immured are prevented from fulfilling some of the great objects of their existence. If you visit the grand snowy range of the HIMALAYAS you find there inaccessible and snow-clad peaks of dazzling whiteness and unsullied purity, pointing upwards and

XVII.

DURBAR HELD AT AGRA.

2th February 1873.

[IN URDOO.]

RAJAS, TALOOKDARS, and CHIEF MEN of the Agra Division and of Allygurh!—

The last time I was among you was on the occasion of the visit of HIS ROYAL HIGHNESS THE DUKE OF EDINBURGH to Agra; and now, after the lapse of three years, I have returned here to hold my last Durbar.

During this interval I trust that the marks are visible of steady improvement and advance. In two Departments specially, great works have been started, and some progress in their execution made. The AGRA CANAL, drawn from the river below Delhi, will irrigate the Agra, Muttra, and Goorgaon Districts on the right bank of the Jumna, vastly increasing the productive powers of the dry and sandy tracts to be watered by it, and above all protecting them from the miseries of drought and famine. The GANGES CANAL is also in process of being enlarged and supplemented by a weir at Rajghat, and will thus be enabled to extend irrigation to several tracts in the Doab at present excluded from its benefits.

The other great work is the RAJPOOTANA RAILWAY, which will bring these Provinces, and specially Agra itself, into immediate communication—both social and mercantile—with Ajmere and the States of Rajpootana, and eventually with Bombay. The vast advantages which we shall derive from this great work in every point of view cannot be overrated. Apprehension was yesterday expressed at the conference which I held with the members of the Municipality that the Railway, by carrying traffic through, would injure the importance of this city. I cannot think that this will be the case—at any rate, the city will gain in other respects immensely. At present Agra is off the main line of communication, and is therefore less resorted to. When this Railway is carried out, Agra will again resume its position upon the trunk line of travel for the whole of Northern India, the stream of visitors to its beautiful buildings will be increased, and additional facilities will be afforded for traffic with the marts of Rajpootana and of Central India. The apprehensions of decadence seem, therefore, to me unfounded.

As this will be the last occasion on which I shall meet you in Durbar, I wish to leave with you (as I did at Meerut) some few words of advice. During the period of my administration, it has been my earnest endeavour to extend among you the sphere of self-govern-

The LOWER SUBORDINATE CLASS being composed entirely of Native students, the LIEUTENANT-GOVERNOR addressed them in the Urdu language. He pointed to the defects of listlessness and peculation as the failings before which the Lower Subordinates too often succumbed, and urged them to habits of activity, and to promptitude and energy in carrying out thoroughly the duties entrusted to them. There was endless scope for their employment in all the great engineering works now in progress or projected, and with integrity, skill, and energy they were sure to rise in their profession. He was glad to see so many candidates for employment from the schools in these Provinces. These, however, were mainly from the upper districts in this vicinity. It would be the care of Mr. Kempson, the Director of Public Instruction, to see that pupils were encouraged to come from the more distant provinces also, and to provide means and facilities for that purpose, so that the benefits of this useful Class might reach to every District.

In conclusion, SIR WILLIAM MUIR, turning to the Principal, MAJOR LANG, thanked him cordially for his devotion to the interests of the College. It was to his exertions, and those of his predecessor MAJOR MEDLEY, that he found the classes so crowded and the teaching so effective; and his thanks were due also to the several Professors and to the College staff in general. On this farewell visit it was to him a matter of regret and pain that he should not again be amongst them. He trusted that the measures which had now been devised would tend greatly to the efficiency of the College, and he would always look with interest for tidings of its prosperity and success. He was sure that it was proving a blessing to the country, and that it would answer its object in not only qualifying Europeans of every rank for the profession, but (a work beyond the power of any English College) in engrafting the Engineering science on the Native youth of Upper India.

a noble sight to see an Overseer with a real interest in the welfare of those about him,—known as a friend of the people, and instead of abusing them and driving and knocking them about, having them to follow and work, because they trust him, and respect and love him. Such a man will not only build his bridge or dig his canal well: he will be doing his duty as a moral agent, and adding his influence to build up with credit and honour the Christian and the British name in India.

“A better knowledge of Urdu will, I feel confident, tend to this good end. Too often the Overseer cannot understand his labourer or make himself understood; and so he loses his temper, and abuses or strikes, where a complete understanding of what was meant on either side would have obviated it all. Our two years' course of Hindustanee will cure this want. But something more is needed, and that is sympathy. I am well aware of the danger to those who are employed exclusively in the study of Exact science, Engineering problems, or material works, in the disuse of the finer sympathies of our nature; in all this there is a tendency, for the better susceptibilities to harden or deteriorate. Now, to counteract this tendency you should spend some part of your time in the cultivation of letters. The Poet says:—

‘Nourish Imagination in her growth,
And give the mind that apprehensive power
Whereby she is made quick to recognize
The moral properties and scope of things.’

I know that you have not much time for anything beyond your professional work; but still you may find some little opportunity daily for other reading, and even *a little*, if properly selected, will help to cultivate the affections and turn your minds to those ‘moral properties and scope of things’ which the Poet rightly urges us to cherish. But there is a better and a surer source of sympathy, and that is Religion. Don't be ashamed to study the Bible and to observe the Sunday. Take my advice, my men, and keep that day; keep it, as far as you can, free from secular intrusion. You will find in the sacred subjects suitable to it the surest springs of true humanity and sympathy:—softening and elevating influences to counteract the deteriorating tendencies of which I spoke. And, my friends, Religion will stand you in good stead in yet another way. It will help you to resist those temptations to which, especially in your lonely life, you will be exposed,—temptations to intemperance and dishonesty. Your self-restraint, integrity, and virtue will often be put severely to the test, and you will need higher motives than this world's morality to resist the trial. ‘Godliness,’ we are told, ‘has the promise both of this life and of that to come.’ I trust that you will seek it for the higher promise; yet that will surely bring the lower in its train. It has often pained my heart more than I can tell you, to receive the report of some otherwise good Overseer having become a victim to drink, and found myself forced to close the door of employment and promotion, and to send him back to his regiment a ruined and hopeless man. Seek, then, to fortify yourselves in sobriety, temperance, and virtue, and to steel yourselves against the temptations that will assail you by the high and powerful motives our holy faith supplies. And be sure that the Government is resolved at every step to weed out the bad men, and to insist that those who remain shall be temperate, as well as honest to the back-bone.”

myself that, as a whole, this class has not as yet fully answered the object of its existence. The men go forth trained, it is true, in the theory of their profession, but not in its practice. As practical Overseers they are for the most part found useless. I am far from saying that this inefficiency is universal; on the contrary, there are many marked exceptions of useful and practical subordinates, bringing, moreover, to their work the true English attributes of courage, promptness, and ready resource. For example, we have here to-day MR. KEAY, who has risen to the rank of Assistant Engineer, and holds Her Majesty's Commission of Ensign, and as Headmaster of the College has supplied one of the most valuable papers on the remodelling of this class. We have MR. PEART, who, as District Engineer of Goruckpore, takes his place as one of the officials of the district. We have CAERNARTON, MCARTHUR, PERY, MURPHY, LAING, BRADLEY, CONDUIT, INNES, and I could give many more names of good and useful men from this your College calendar. But after all, of the hundreds that have passed through the College, these form but a mere handful. The great majority fail: too often, I grieve to say, fail from want of steadiness, and sometimes even of integrity, but also for the most part from want of practical training. The remedy for this has long been a matter of anxious consideration, and yesterday it was discussed at a conference of the able and experienced Engineers whom we have assembled here. I will briefly mention the conclusions we have come to. The College course will be extended to two years; it will embrace a more thorough grounding in the profession, and also a knowledge of Urdu. At its close, the men, instead of being placed at once, without experience and training (as they now are) in charge of works, will pass the probation of a third year as student apprentices. They will be under the charge of an experienced and judicious Supervisor in small parties of five or six, at places where some great work may be in progress, and there gradually initiated in the practical duties which they will be called to discharge. At the close of this period, if found competent, they will be confirmed in the Upper Subordinate rank, or otherwise remanded.

"These are the main changes now proposed, and if sanctioned by the Government of India, I have every hope that they will prove an effectual remedy and means of practical training. But there are other, and I fear too often less remediable defects,—defects in tact and temper, in sobriety and integrity. There will now be a longer period for testing character, and the opportunity will be taken for freely weeding the ranks. No hesitation will be allowed in remanding to his regiment any man who, during these three years of probation, gives way to intemperance.

"Tact and temper, though often complained of, are less easily to be tested. There is too frequently an utter want of sympathy between the Overseer and his labourers. He does not feel for them, or even understand them. He pushes them and knocks them about as he would a wedge or a pickaxe. Now, there are two ways of getting your instruments to do their work, and this certainly is not the way to get it well done. If you treat them as fellow-men in a kind and friendly manner, taking an interest in their comfort and their well-being, they will serve you to far better purpose. And I would ask you what, after all, we Englishmen are here in India for? Is it simply to dig and build? Is it not rather that we should raise and elevate the people, make them the happier and the better for our being here? There is not a single man amongst you but will have it in his power to do so. The natives of the country judge very much of what an Englishman is by how you as a body treat them. It is

malarious influence from our cities and our villages. And this material prosperity will, if used aright, lead onwards to social elevation. To take but one department of those I have alluded to:—Railways have exercised a more powerful effect than perhaps all our educational institutions put together in enlightening the native mind; and if we could but encourage the middle and upper classes, by securing the privacy of female passengers, to give their women the advantages of travelling by railway, it would, I am convinced, do more than anything else towards the enlightenment of the people and the improvement of their social usages, by breaking down the cruel custom of seclusion, and admitting the women as well as the men of India to the benefits of travel, the enjoyment of the beauties of nature, and the free air and light of heaven.

Turning now to the Native students of the Engineering Department, SIR WILLIAM MUIR said this was the Class of all others to which MR. THOMASON looked for benefit to India, by engrafting the science and practice of the engineering art on the native mind, and so rearing an indigenous body of engineers capable of carrying out their own works. For this end Mr. Thomason had founded six scholarships, each of Rs. 50 per mensem. SIR WILLIAM MUIR had with the same view jealously guarded the appropriation of those scholarships to Native candidates, and rejected proposals for even their temporary application to other classes. As yet, however, he was sorry to say that the Class had not answered the expectations of its founder. For some years there were no native students at all, but latterly he was glad to see that the class had begun to revive. Last year there were two candidates from these Provinces, but they quitted the College before completing the course. Now we had five, of whom two were from the Punjab and three from Bengal. This class had produced one bright example of what might be achieved by native engineers in RAI KUNHYA LALL, a student of 1852, who was now the Executive Engineer of the Lahore Division, and as such, in charge of all the Military buildings there, and taking his position with the Civil and Military Officers of the Government. His services were so well appreciated that some years ago the title of "RAI" was conferred upon him by the Government of India. There were other names of useful Assistant Engineers which he could mention, and he trusted that the science and art might yet become popular among well educated native youths of social standing. There was no reason why it should not, nor why they should not aspire to the highest engineering offices of emolument and rank in India thus thrown open to their ambition. It were an object well worthy Native gentlemen possessing the means, to aid the benevolent designs of Government in establishing scholarships or prizes to encourage the youths of Hindustan in this noble aspiration. Instead of five or six, we ought to have at least fifty or sixty native students in this class; there was an ample opening for them, and he was sure that MR. KEMPSON, the Director of Public Instruction, would aid in every way in his power in encouraging well-qualified students to come forward from our Colleges and swell the ranks of the class.

The LIEUTENANT-GOVERNOR next addressed the UPPER SUBORDINATE CLASS, which is composed chiefly of soldier students. "Complaints," he said, "have not been wanting against the efficiency of the Supervisors from this class; and in the otherwise favourable orders of the Supreme Government mentioned before, I have been desired to consider how far these complaints are well-founded, and how they can best be remedied. On both these points we have corresponded widely with Engineering authorities; and I cannot conceal from

Although the College has been less than five-and-twenty years in being, hallowed associations already cluster around it. CAUTLEY, BAIRD SMITH, DYAS, and TURNBULL, were successively its Visitors, and they have all passed away from us. The site on which it stands is aptly chosen, looking down as it does on these noble monuments of engineering skill by which the Canal (itself no mean river) is carried from Hurdwar across the intervening valleys and mountain torrents,—a lasting memorial of the skill and daring of SIR PROBY CAUTLEY.

The College is also full of associations of the good and able Officers who have filled the office of Principal (an office so well discharged at the present moment by my friend, MAJOR LANG),—OLDFIELD, MACLAGAN, WILLIAMS, and MEDLEY; and also of distinguished students, of whom the memory of one, Lieutenant Lillingston (for two years my Private Secretary) who here acquired his knowledge and his love of engineering, is specially cherished by me.

But apart from personal associations, there is a reason which renders the present moment one of public interest. The establishment in England of an Engineering College for India has unsettled the minds of the public here as to the prospects of this Institution, and the continuance to it of the patronage of Government. It has been a subject of much anxiety to myself, and of correspondence with the Government of India. It is, therefore, with sincere satisfaction I am able to announce to you, and through you to those without who are interested in the THOMASON COLLEGE, that the Institution at COOPERS HILL will in no degree affect the relations of the Government of India with this College, nor the employment which has hitherto been guaranteed to its more successful students. Between the two Seminaries there will be no opposition or antagonism. The requirements of this great country are ample for both. I am sure that you will all with me be thankful to the GOVERNOR-GENERAL IN COUNCIL for the justice which has thus been rendered to the ROORKEE COLLEGE.

I will now address a few remarks to each of the several Departments, and first to the ENGINEERING CLASS, composed of Officers, Civilians, and Native students. It would be superfluous to exhort the high-minded British Officer to exertion; his spontaneous presence here is proof sufficient of the resolve that his career shall be a useful one. I have already mentioned one accomplished student now gone, whose example you may well set before you. You have another now present in CAPTAIN BROWN, V. C., some time Assistant Principal in the College and now Assistant Secretary in the Public Works Department; and if need were, other names might be given you. And so with the Civilian class—their aims and resolves, I am sure, will not be less high. And here, too, there are not wanting examples to set before you for imitation. We have CLINTON ANDERSON, a student of 1851, now Superintending Engineer; R. FORREST, a student of 1853, who has risen with credit through every grade, and who for several months officiated as my Chief Engineer in the Irrigation Branch; we have NELSON, EVANS, PALMER, and I cannot omit the name of that most meritorious student, WILLCOCKS, who passed last session with such distinction, and who will, I am sure, rise to an honourable position.

Gentlemen of the Engineering Class;—Yours is a noble profession, and for its exercise in India there is the widest scope. The material improvement of the country depends on your exertions. It is to you we look for roads to open up the country; bridges and buildings for its convenience; canals to avert the calamity of drought and to scatter prosperity and plenty over the land; railways to promote merchandise and traffic; and drainage to ward off

XVI.

VISIT TO THE THOMASON COLLEGE OF CIVIL ENGINEERING, ROORKEE.

28th November 1872.

[CHIEFLY IN ENGLISH.]

MAJOR LANG, PROFESSORS, and STUDENTS—

On previous visits to the College, I have contented myself with an inspection of the various classes, and have never as yet addressed you collectively as I now do.

The reason, you know, is that the ordinary opportunity for such an address, the Annual Examination and Distribution of rewards, occurs in September, a time of the year when it is not always convenient to visit this place. Two years ago I had arranged to preside on that interesting occasion, and was on the point of starting when I was prevented by an unexpected cause wholly beyond my control.

But I feel that I cannot pass over the present visit in silence. It is the last opportunity I shall have of visiting an Institution in which I have always felt the deepest interest; and there are associations connected with noble and distinguished men, some of whom have now passed away, which bind my affections closely with it. The College owes its origin to the wisdom and foresight of that great Statesman whose name it bears. In view of the vast and increasing necessities of India for engineering talent, both European and Native, MR. THOMASON projected this Institution to train up officers and civilian students to be Engineers of the highest class, and also to provide an opening for deserving soldiers and others in the lower grades: and, more than all, he felt that opportunity and encouragement should be given to the people of the country to qualify themselves for being their own engineers. Like all the great designs of that wise ruler, the scheme was one eminently fitted to grow and expand into practical usefulness and to be a blessing to the country. We need look no further than to what we see here to-day in proof of this. I well recollect with what lively pleasure MR. THOMASON received the full approval of the Honourable COURT OF DIRECTORS to the project, the details of which, with a sketch of this building as it was to be, he embodied in a prospectus; and it was one of my earliest official acts as his Secretary to affix my name to that prospectus with the intimation that it had been cordially sanctioned by the Honourable Court. In looking back to the origin of the College, we may well do so with an ever affectionate remembrance of its FOUNDER.

During the thirty years which had elapsed since he had been among them, great changes had occurred all over the land. Everywhere the country had advanced—in the extension and improvement of its cultivation, in the multiplication of the means of communication—in canals, railways, and telegraphs—and in education and enlightenment. Those of them who had travelled in the DOAB and elsewhere, must be very sensible how far behind they were on this side of the Jumna. In some respects, indeed, this was the misfortune of their position, and it was quite true that the railway might even prove injurious to them by diverting traffic into other channels. But they had still many advantages left them in their roads and rivers, and their ancient seat of commerce. The Government, on its part, would do what it could; and though there was no present prospect of either railway or telegraph, he was glad that there was a good hope of a canal being constructed, which, drawn from the Betwa near Jhansie, would run with many branches through the thirsty soil of the JALOUN District, reaching even to the town of CALPEE and the territory of BAONEE.

In education, too, there was, even on this side of the Jumna, a vast change since the days since he (SIR WILLIAM MUIR) was here as a Settlement Officer. He had found, on a reference to the subject in his Settlement report, that in Calpee there were then only 15 schools and 272 scholars. There were now in JALOUN nearly 3,000 scholars, of whom 2,000 were in Village (HULKABUNDEE) Schools scattered over the district, and 270 in TEHSEELEE or head-quarter Schools; and these schools were altogether of a different kind from the old schools which he remembered, confined, as those were for the most part, to the mere elements of cyphering and reading. Now the schools imparted a really good education. They had sent two or three pupils to the Colleges; and one of these, BRIJBULLUB, from their own town, had recently been gazetted as having passed the First Arts Examination.

A new era was thus dawning upon them, if they would only bestir themselves and be fellow-workers with the Government in its efforts to render more popular and efficient their Town and Village Schools.

He hoped this new school would take a prominent part in the good work. To make it the more efficient, they should have a boarding-house attached, in which the best scholars from the Village Schools might be placed; and they should also provide scholarships for sending the best scholars from the Zillah School to Agra, Cawnpore, or Allahabad. The LIEUTENANT-GOVERNOR then enlarged on the various employments and distinctions that would be opened up to their children by means of education, and referred to the recent instance in which Bengalee youths had competed successfully for the Civil Service. The same success might be achieved here as well as in any other part of the country; and he trusted that Calpee might yet become as distinguished for scholarship and enlightenment as it had been in bygone days for merchandise and commerce.

SIR WILLIAM MUIR cordially responded to the concluding sentiment of the address. He could never think of a town and district with which he was connected by so many early associations otherwise than with interest and regard, and the present occasion would not be one of the least of the many pleasing remembrances connected with it.

XV.

ADDRESS AT THE OPENING OF THE CALPEE ZILLAH SCHOOL.

10th February 1872.

[IN URDOO.]

Addressing HIS HIGHNESS THE NAWAB OF BAONEE, RAJAS, and CHIEF MEN of Calpee and Jaloun, SIR WILLIAM MUIR said:—

Having been employed more than thirty years ago in the Settlement of the Calpee District, he felt a deep interest in again returning to it, and in presiding on an occasion like the present, which gave such satisfactory evidence of the desire of the people to advance the cause of education.

The building, which was now declared open as a Zillah School, was spacious and elegant, and well-fitted for its purpose. The design was originated by COLONEL J. DAVIDSON, and had then been taken up by MR. P. WHITE, the Officiating Deputy Commissioner, with the support of the Municipal Committee. The work was begun only a few months ago, and its rapid completion was due to the constant care and energy of MR. HALL, the District Engineer, and to MR. WHITE and CAPTAIN T. QUIN, the Assistant Commissioner of Calpee. To all these gentlemen, but especially to CAPTAIN QUIN and MR. HALL, the LIEUTENANT-GOVERNOR offered his best thanks.

After Banda, (SIR W. MUIR proceeded) CALPEE was one of the largest towns in Bundelkhund, and it deserved to have a good English School. It was not enough, however, that the people should content themselves with contributing to its establishment and maintenance through their municipality. That was a very easy way of discharging their duty. They must aid the school each by his personal support, if it was successfully to accomplish its purpose. They must promote education in their own families and neighbourhood, and such as had the opportunity should take a real interest in its progress, in their places on the Committee. They could also give useful aid in arranging the course of instruction so as to make it popular and suitable according to the circumstances and requirements of the people. PERSIAN and SANSKRIT, and ARABIC would be taught if the parents desired; and local support might well be given to rendering these classes, if the subjects were popular, really efficient.

It was not intended to supersede the present Tehseelee School in the town. There was ample room for both. It would probably be best to remove it to the old town, and to make the lower classes free for the poorer portion of the population resident there.

Turning now to the address which had just been read, **SIR WILLIAM MUIR** expressed his thorough approbation of Literary Institutes or Associations like the present, which he was glad to say were now common throughout the country. Besides the advancement and enlightenment of the members themselves consequent on the discussion of social and political questions, the Government derived a sensible advantage from being thus made acquainted with the sentiments and wishes of the people. For he assured them that in all matters of government and legislation, the first desire of the Rulers of the country was that the laws and system of administration should be in accord with the habits and the wishes of the people, so far as it was possible with reference to the exigencies of the empire and the interests of justice to bring them so in accord. He trusted they would therefore continue to discuss such political and social questions, and as occasion required make their opinions known to the Government.

HIS HONOR then referred to the remarks of the Secretary on the Permanent Settlement, and said that that was a question much too large and complicated for discussion at such an assembly as the present; they might go on discussing it till day-light and yet be no nearer any satisfactory conclusion regarding it. But this much he would say, that if they really had the education of their children at heart, there was no lack of means. If they but spent in their education a fraction of the vast sums they squandered in marriage extravagancies, it would be well, and they would soon see the effect in the improvement of their children. The Government was providing facilities for education everywhere; let them begin by taking advantage of these; and let every man who could secure for his sons the advantage of an University Education, and if possible of University Honors. At the same time, **SIR WILLIAM MUIR** highly commended those who, having the ability, sent their sons to England for instruction; and turning to **SYUD AHMED KHAN, C. S. I.**, he pointed him out as an example in this respect, who had himself accompanied his sons to England, and who was now giving to one of them the best education which England could afford at the University of Cambridge.

HIS HONOR then impressed on the Institute the benefits of female education, and enlarged on the necessity of such training, if it were but in the interest of their sons whose early education could thus best be secured at the hands of their mothers; and he applauded the efforts of **MOULVIE SHAH ALLY** through whose exertions so many girls were now being trained in this city. He also spoke in high commendation of the great liberality of **HIS HIGHNESS THE NAWAB OF RAMPOOR** in presenting to the Bareilly Mission his City Mansion for the purposes of the Female Medical School where women were being trained up for the benevolent end of making them efficient and useful female practitioners.

In conclusion, **SIR WILLIAM MUIR** expressed his entire sympathy in the sentiment and hopes to which the Secretary had given utterance; and trusted that (to adopt the metaphor set forth by the Secretary) the brilliant illuminations they had witnessed was but a sign and omen of the light of intellectual and social advancement which would speedily be shed over this city of Moradabad and the whole Province of Rohilkhund.

Bengalee youths who have within these few weeks returned to India as Members of the Civil Service. To these, the whole range of the appointments in the service, from those of Collector and Judge up even to that of the High Court, is now open; and with good reason, therefore, these youths were received with feasts of rejoicing both at Allahabad and Calcutta. Are you, then, content to see other Provinces coming to the front, while you lie still in sloth and ignorance? I shall not probably, in the ordinary course of things, have the opportunity of again advising you; let my words, then, sink into your memory. I pray you to bestir yourselves, if it be only in the interests of your children.

“And recollect, that these religious factions and angry feuds will throw you back grievously in the career of progress. Intestine quarrels and bloodshed are like the sowing of evil seed, which, in due time, will surely yield a bitter crop; and they will postpone, indefinitely, that rich and precious harvest which your combined exertions might otherwise have reaped.

“And as it is from above alone that peace and good-will can come, let us evermore beseech the “RECONCILER OF HEARTS”* to put that blessed gift of charity, forbearance, and union in your hearts; so that religious discord and bloodshed be known no more, but in their place, be surely and steadily developed all that is good and virtuous and beneficent.”

Extract from the “Allypurrh Gazette.”

On the evening of the LIEUTENANT-GOVERNOR'S Durbar the city of Moradabad was brilliantly illuminated in honor of the occasion.

The LIEUTENANT-GOVERNOR and LADY MUIR drove through the main streets of the city and were received in the Manderson School by the Members of the Moradabad Institute. The grounds and the Hall of the School House were beautifully lighted up. With the Lieutenant-Governor were the Honourable MESSRS. STRACHEY and INGLIS, the Hon'ble R. DRUMMOND, and most of the other gentlemen who were present at the Durbar.

The Secretary of the Institute, GUNGA PERSHAUD, Deputy Collector, then presented to the Lieutenant-Governor a complimentary address, and enlarged on the services of the Institute and the questions discussed by it. He specially referred to the advantages derived by the inhabitants of Bengal in being able to send their sons to England; and he attributed their ability in this respect to the vast improvement in the country caused by the Permanent Settlement. He complained that in consequence of the existing system of settlements in the North-Western Provinces, the people were too poor to procure the same education as in Bengal, and advocated speedy introduction of the Permanent Settlement into the North-Western Provinces. He also dwelt on the question of widow marriages.

The LIEUTENANT-GOVERNOR rising to reply, expressed his gratification at the sight of the city so beautifully lighted up, and his recognition of the spirit of loyalty and attachment to the Government which had led to this demonstration. Assembled as they were in that beautiful School room, he could not but call to mind with sorrow the memory of the lamented Collector and Magistrate, MR. ROBERT MANDERSON, through whose perseverance and energy that handsome building had been erected; and he was sure the citizens of MORADABAD sympathized with him in this sentiment.

peace of those cities have met in the due course of law with condign punishment. I might, in consequence, have put an entire stop to these Processions on the public roads. Indeed, this course has been recommended to me even by some of your own religion; but the advice does not commend itself either to my feelings or my judgment. I do not wish that any new restrictions on the customs of the past, not absolutely necessary for the peace of the city, should be imposed under my Administration upon the citizens of Bareilly. And now that, through the variation of the calendar, the immediate cause has for another cycle passed away, I will trust to your better feelings that there shall be no recurrence of antagonism. I announce to you; therefore, that the rule which I prescribed last year shall still hold good. No procession shall pass through the Chowk or Main street of Bareilly: but processions may, as heretofore, be formed in any quarter of the town, and pass to the right or to the left, by the nearest road or by any line indicated by the Magistrate, to the outskirts of the city. But I warn you, that if any disturbances be raised in attack or defence of these processions, the party raising them must bear the consequences, involving, not only punishment on themselves, but also such further restrictions on the party which they represent as the security of the city might demand.

“And now, I may hope that the animosity of the past will be laid aside. If there be any rivalry or contention between the two faiths, let it be the generous contention of precedence in the race of well-doing and beneficence. Saying this, I address myself to the whole of Rohilkhund. Let Hindoo and Mussulman join in the common endeavour to promote the spread of civilization, the relief of want and distress, and the advancement of the Province. How many forms of pain and suffering, of ignorance and poverty, there are among God’s creatures around you. Do you, whether Mussulmans or Hindoo, strive to relieve their wants, and to ameliorate their condition. As the Poet says—

Shindsand bégana rá hamchú klesh,
Rahi ashté rá bigrand pesh.

‘Regard the Stranger as one of thine own blood;
And quicken thy step in the path of kindness.’

“Let us bear one another’s burthens, and lighten the sorrows and troubles of our neighbour, whatever be his race or faith. Are we not the children of a common Father? As your Poet Saadi writes so beautifully—

Bani ádam a’azde yak dígar and,
Ki afréwish zi yak gauhar and.

‘The sons of Adam are members one of another,
Framed by the Creator from one common Essence.’

“I have one word more to say to you. Look to the education of your children; let it be our care, that, when we shall have passed away, the succeeding generation shall be the better for our efforts and our sacrifices. Is it a satisfaction to you to think that then your children will be distanced and put aside by those of other Provinces? It is the wish of **HIS MAJESTY** that the people of India, of approved loyalty and fitness, should be promoted to posts of honour and emolument in their own country. In proof, I may point you to the three

“And it will be in your recollection that, when assuming the direct Government of India, the CROWN promulgated in the most forcible words its adhesion to the same policy. While avowing a firm reliance on the truth of Christianity, and acknowledging with gratitude the solace of the Christian religion, HER MAJESTY disclaimed alike the right and the desire to impose her convictions on her subjects; graciously declared that none should be molested or disquieted by reason of their faith or their observances, but that all should enjoy the equal protection of the law; and threatened Her Royal displeasure against any in authority under her should they interfere with the belief or worship of her subjects.

“Such are the principles of the BRITISH GOVERNMENT and its Officers. We value the Christian faith as our richest treasure; but, doing so, we can the better appreciate the existence of the same attachment in the breasts of both Mahometan and Hindoo to their respective faiths. We believe in the Old Testament and in the Holy Gospel, and we love and prize them as our Sacred Scripture; and so we know the Hindoo loves his Shasters, and the Mahometan his Corán. And, as we should not ourselves tolerate interference with our own belief, or with our own observances, neither will we permit interference in any shape, or in any degree, with the faith and observances of our subjects.

“And thus, the Mussulman, without let or hindrance, performs his Azán, and observes his Prayers and Festivals, his Mohurrum, his Fasts, and his Pilgrimages; and so also the Hindoo, of whatever sect, celebrates his worship with all its attendant conditions of Holy places, Fairs, and Bathings, in whatever manner he thinks proper. In short, every one throughout the land is absolutely free to serve God according to the dictates of his conscience.

“There is, indeed, one condition, but it is hardly needful to mention it to you; and that is, loyalty to the Government and obedience to the law.

“The British Government will not tolerate infringement of the laws of the land, nor disloyalty of action towards itself. It is able, by its great power, to suppress and punish these, and it will suppress them. But to you, both Mussulmans and Hindoos, the caution is superfluous; for I am well assured that you are actuated no otherwise than by a true and loyal spirit towards the British rule.

“The other point which I noticed is that, as the Government avoids interference itself, so it insists that no person, sect, or religion, shall interfere with the religious liberty of another. None may interpose betwixt the man and his religious convictions, or the manner in which he thinks it right to worship his Maker; and if any one attempts so to interpose, he is stayed at once by the arm of the law.

“There are, indeed, certain ceremonies, which, when performed in public, or on the Queen's highway, by one sect or religion, may under certain circumstances prove disquieting or offensive to the feelings or consciences of another. Such are the Mohurrum and the Ram-nowmie, when celebrated with the pomp and circumstance thought befitting the occasion, by the Mahometan and the Hindoo respectively. Here, the Government seeks to uphold the custom of the past: and it will continue so to do, on condition that the security and peace of the people are not disturbed.

“Unfortunately, as the proceedings of to-day testify, this condition was broken during the present year in the cases of Bareilly and Philibheet; and the offenders who violated the

XIV

SPEECH AT DURBAR HELD AT MORADABAD.

1st November 1871.

[IN URDOO.]

HIS HONOR first referred to the occasion which induced him, having already held a Durbar for the Province of Rohilkhund at Bareilly, in 1868, to select MORADABAD for the present assembly; and then expressed his pleasure at meeting His Highness the NAWAB OF RAMPORE, and the gratification, shared no doubt by all the citizens of Moradabad, at seeing their former Collector, MR. STRACHEY, after many years, once more amongst them, and in his present distinguished office honouring their Durbar with his presence.

The LIEUTENANT-GOVERNOR said that he had summoned the Native gentlemen and Chiefs of Rohilkhund to meet him at this Durbar, with the object of marking with the greater publicity and distinction the rewards about to be conferred, in the presence of their fellow-countrymen, on those persons who had distinguished themselves by their loyalty and gallant conduct in the late disturbances at Bareilly and Philibheet, and also in the recent outbreak in the Bareilly Jail.

The persons to be honored were then called up in succession, and received their *khilluts* and rewards at the hands of the LIEUTENANT-GOVERNOR, with an appropriate mention of their services. HIS HONOR especially commended the conspicuous loyalty and courage of AHMED YAR KHAN and SHERE MOHAMUD KHAN, Honorary Magistrates of Philibheet, who, at much personal risk, stood by and supported the Joint Magistrate at a critical time; and also the gallantry of NUNNEH KHAN, Jemadar, in attacking, with a small party of convict-warders, the rioters at the Bareilly Jail.

When the distribution was ended, SIR WILLIAM MUIR proceeded :—

“The opportunity is a fitting one for explaining to you the principles on which the British Government acts in the matter of religious rites and observances, and their public performance; and also the course which will be followed in this respect at Bareilly. The principle is, briefly, that Government affords, on the one hand, to every person the fullest liberty to act in accordance with the dictates of his conscience; and, on the other hand, requires that every one shall allow his neighbour the same liberty.

“From the earliest times, the EAST INDIA COMPANY scrupulously abstained from interference with the religion of its subjects.

SIR WILLIAM MUIR concluded by expressing the hearty hope that Rajah Dilsookh Rai's School would tend to the promotion of education throughout the District. There was no village the children of which could not be sent to a neighbouring Hulkabundee School. His Honor exhorted the Talookdars and Zemindars to encourage their tenantry to send their children to school. From the village schools the best boys should go on to the Tehseelee Schools; and from these again the best boys to the Zillah School; and then from the Zillah School the most forward should go to the Agra College and finally become candidates for the distinctions of the University course.

To open up the benefits of the Zillah School to the Scholars of the Village and Tehseelee Schools, a convenient Boarding House should be prepared for their accommodation at which they could lodge and prosecute their studies as if in their own houses. His Honor did not doubt that Rajah Dilsookh Rai would complete the good work by adding a suitable and substantial Boarding House to the premises, in keeping with the handsome structure now opened as a School House.*

The Lieutenant-Governor again assured Rajah Dilsookh Rai of the obligations under which he had placed His Honor and the Government; and the Assembly broke up.

* The Rajah has since constructed at his own expense a handsome and commodious Boarding-house, in immediate connection with the Zillah School [1876.]

followed by the leading men about him. His Honor further stated that he had heard with pleasure from the District Officer of the active interest which GUNGA SINGH of Mayasoor had displayed in the cause of education.

SIR WILLIAM MUIR then proceeded to say that probably he might not have another opportunity of meeting them again; and he would therefore add some words of counsel and advice. He earnestly besought them to give due heed to the education of their children. Without learning, there was no hope for them of honour and advancement. It was the desire of Government to employ the people of the country in offices of trust and emolument, if only they proved themselves fit for such offices by education and character, by enlightenment and integrity. There was no office or employment the road to which was closed to native gentlemen of this stamp. They must have heard of youths from Calcutta and Bombay having passed the Civil Service Examination, and thus made themselves eligible to become the Judges and Magistrates of the land. But if they failed to educate their children, there was no prospect of honor, promotion, and emolument. Without the stamp of the University Examination there was no hope of these. Successful competitors had gone up from almost all the districts in these provinces: but as yet none had appeared from Etah. But he hoped that that reproach would soon be removed, and that from this School candidates would come forward. It was true that Etah was no longer as formerly on the High-way of these Provinces, and was at some distance from the Railway; and thus was placed at a less advantage than some other districts. But that was no reason why the people should be debarred from the benefits he had adverted to. There were provided by Government in this district ample means of Education; labour and application were alone required. They should not only send their children to school, but stimulate them to study and exertion by setting before them the rewards which would follow. Let it not be said by their children in after-days that their parents had been neglectful of their interests, and had shut them out from blessings reaped by others.

The Lieutenant-Governor desired to add a word on the education of their girls. Rajah Luchmun Singh had shewn them a good example; he had above 200 girls under education in his schools. His Honor dwelt on the advantages to their children in receiving in their tender years such lessons and training as none but a mother was able to impart. He urged the blessing of their females being able to correspond with their relatives, and thus when separated from one another, gain tidings of them, and without the intervention of strangers make known their family concerns, their wants and wishes. It seemed to him strange and unintelligible that they did not perceive the advantages which other nations possessed in this respect, and that they were content to go on without any attempt to remedy this great want. His Honor then spoke of the great injustice which they did to the female sex in thus keeping them in darkness and ignorance, depriving them of the profits and privileges of mental cultivation. God had given them minds and intellects the same as to men; why then should they not equally enjoy the benefits and blessings which flow from the development of those faculties? Hitherto they had looked with suspicion on Female Education: but he trusted that this suspicion would gradually be dispelled by a conviction of the benefits and necessity of educating their women; and that he might yet one day hear in England that girls were everywhere being educated throughout these Provinces.

XIII.

OPENING OF A SCHOOL BUILT BY RAJAH DILSOOKH RAI, AT ETAH.

17th May 1871.

[IN URDOO.]

RAJAH PIRTHEE SING, RAJAH DILSOOKH RAI, RAJA LUCHMUN SING, and CHIEF MEN of
the District of Etah!

The occasion which has called me to be present for the purpose of opening this spacious and handsome edifice is one of no ordinary gratification to me. Rajah Dilsookh Rai has truly stated the origin of the design. About a year and a half ago, when on my circuit through this Division I halted at Etah, I found the Tehseelee School-house such as the Rajah has described, little better than a mud hovel, confined and close, and quite inadequate for the purpose. The Rajah was at the time spending large sums on the erection of a Temple. I told him then, that I could say nothing against the construction of a building which he considered a work of piety. But I urged him to devote some part of his means to the benefitting of those around him, and pointing to the Tehseelee School suggested that if he erected a proper School-house it would be a project of great utility, and would mark his name as a public benefactor. The Rajah consented. Too many of our leading men make promises and never fulfil them; how many, for example, give their word that they will reduce their marriage festival expenses, and altogether fail to act upon their promise. But Rajah Dilsookh Rai is a man of another stamp; with him to promise is to fulfil. Without delay he set to work, and sparing neither labour nor money rested not until this beautiful building, well worthy his beneficent design, and an ornament to the town, was brought to completion. Few towns like Etah are possessed of such an edifice. In the Rebellion, Rajah Dilsookh Rai bravely and loyally devoted his services to Government; and now in the days of peace, and in his old age, he equally devotes himself, with a high resolve, to aid the Government in works of public benefit. This building will materially forward the cause of Education; and will, I hope, remain a permanent memorial of the Rajah's name. The Rajah is a pattern for others to follow in his steps, and I trust that many will imitate his example.

The Lieutenant-Governor then said that he wished to take this opportunity of again publicly thanking RAJAH LUCHMUN SING, as he had done the day before at the opening of the Mynpoorie School, for the great interest taken by him in the cause of Education, and especially in the establishment of Schools for girls. He, too, offered an example which might well be

upon Jye Kishen Doss. Since then the Rajah had laboured with energy and success in various branches of the administration; and especially in the cause of education his services were highly appreciated.

“**RAJAH JYE KISHEN DOSS!**—The services rendered to the State by your family and by yourself have been graciously acknowledged by **HER MAJESTY QUEEN VICTORIA** in your appointment as a Companion of the Order of the **STAR OF INDIA**. Receive the Badge of that Order and let this mark of Royal favour stimulate you to still greater exertions in the service of the **CROWN**.”

When **BABOO SHIVA PERSHAD** was brought forward, **SIR WILLIAM MUIR** said:—“The character and merits of this gentleman are well known to all here, and indeed throughout these Provinces. Five-and-twenty years ago, while employed in the Simla Agency under **MR. W. EDWARDS, C.B.**, he afforded valuable aid in the first Sutlej Campaign. For his services in the mutiny he received the thanks of Government and a valuable jagheer. Since then, as Joint Inspector with **MR. GRIFFITH**, he has laboured in the Educational Department, and so satisfactorily has he conducted the duties of his office, that now, on the re-modelling of the 3rd Circle, he has been appointed sole Inspector. The promotion of **SHIVA PERSHAD** is a proof to you all that the Government is ready to confer dignity and office on those who show themselves worthy of it. He now holds a post elsewhere filled by English gentlemen; and I could wish that we had hundreds like him to promote to similar positions of authority, emolument, and distinction.”

The **LIEUTENANT-GOVERNOR** then presented to **SHIVA PERSHAD** the Insignia of Companion of the **STAR OF INDIA**, and thus addressed him:—“**BABOO SHIVA PERSHAD!** Receive this signal mark of your **SOVEREIGN**'s approbation; strive to show yourself worthy of it, and let the distinction excite you to still greater devotion in labouring for the good of your countrymen, and in the service of your **QUEEN**.”

towards which His Highness the MAHARAJAH OF BENARES and others have so handsomely contributed; and also from the projected Medical College at Allahabad, so munificently endowed by the MAHARAJAH OF VIZIANAGRAM. For the welfare of the country and the interests of your own children, I trust that you will all join vigorously in promoting and strengthening every such endeavour to extend the advantages far and wide of a sound and liberal education.

The LIEUTENANT-GOVERNOR next referred to two matters which had already formed the subject of discussion at the visit which HIS HONOR had paid that morning to the LITERARY INSTITUTE, namely extravagant expenditure at marriages and female education; enlarging on their duties in respect of the latter; thanking them, and especially the MAHARAJAH OF BENARES, for their exertions in checking marriage expenses; and trusting that they would now bring into immediate practical effect the rules they had framed and the promises which had been so widely given for their observance.

SIR WILLIAM MUIR then said that there were three gentlemen present whom he wished to do honour to in the presence of their fellow-citizens; these were RAJAH SUMBHOO NARAIN SINGH, RAJAH JYE KISHEN DOSS, and BABOO SHIVA PERSHAD.

There was one amongst them when HIS HONOR was last at Benares whose absence this day they all mourned. Some present would recollect the occasion, eighteen years ago, when at the opening of the Victoria College, Mr. THOMASON, then Lieutenant-Governor, conferred on DEONARAIN SINGH the title of Rao, for his efforts in quelling a disturbance in the city of Benares. During 1857-58 his services were of the utmost value, and were recognized by the conferment of the title of Rajah Bahadour and the Star of India; when subsequently summoned to the Supreme Legislative Council, Sir Rajah Deonarain Singh was no less distinguished by the wisdom and loyalty of his counsels. His loss to this city would be long and deeply felt. In recognition of the faithful and eminent services of this lamented Nobleman, the VICEROY had been pleased to continue the title of RAJAH to his son, now RAJAH SUMBHOO NARAIN SINGH, and the title would now be conferred in their presence.

RAJAH SUMBHOO NARAIN was then conducted to an antechamber, and robed in a dress of honour. When he was brought up, the LIEUTENANT-GOVERNOR addressed him as follows:—

“RAJAH SUMBHOO NARAIN!—I present to you the patent of the title which the VICEROY in recognition of the distinguished services of the late RAJAH DEONARAIN SINGH, has conferred upon you, his son. Let this mark of favour stimulate you to walk in the steps of your lamented father, and ever like him faithfully and loyally serve the British Government.”

RAJAH JYE KISHEN DOSS was next brought forward, when the LIEUTENANT-GOVERNOR said:—“This gentleman belongs to a family which did special service to the State in 1857. His elder brother, CHOWBEY GUNSHAM DOSS, was our constant and faithful counsellor at Allygurh and Agra; and, though palsied in body and with but imperfect sight, he displayed a rare and heroic courage. Posted on the banks of the Ganges beyond Soron, he secured the escape of many Christian refugees from Rohilkhund. While engaged in this brave and loyal work he was surprised by a troop of rebel horse from Furruckabad, and his head was cut off and stuck upon the gateway of the Tehseeldaree at Kaasgunge. Thus died Chowbey Gunsham Doss, a noble example of loyalty and heroism. His brothers also, and especially Jye Kishen Doss, gave valuable aid each according to his ability; and to mark his appreciation of the memory of GUNSHAM DOSS, the title of Rajah and a landed estate were bestowed by LORD CANNING

XII.

DURBAR AT BENARES.

27th January 1871.

[IN URDOO.]

RAJAHS AND CHIEF MEN OF BENARES!—It is now nearly three years since I last met you here. Since then it has been my lot to have travelled over the greater part of these Provinces. And now, comparing you with other places, I find that Benares and its vicinity are more forward than perhaps any other part of the North-Western Provinces. This I attribute in part to your proximity to Bengal and Calcutta. It has been imputed to us in certain quarters that we are jealous of the progress and success of Bengal. It is true that, belonging as I do myself to these Provinces, I have repeatedly used the success of Bengal as a legitimate argument for stirring up the people here to greater efforts for their own improvement; and have warned them, that otherwise they will be outstripped, even at home, by their brethren from Bengal. Far, however, from repining at it, their progress is, and should be, viewed by us with high satisfaction; for their progress is ours. We belong to the same country, and are fellow-subjects of the same* Queen. And, more than this, their advancement will tend indirectly to your own. Every step taken by them in the direction of enlightenment and civilization is felt distinctly here. The language also is so much akin to ours, that works composed in Bengalee may be easily adapted so as to add to the literature of these Provinces. Moreover, Bengal supplies us to some extent with well-educated masters for our Schools and Colleges. In all these ways the social and intellectual advancement of Bengal furnishes us with the means for promoting our own.

So far as the education of the agricultural classes is concerned, we have, I believe, the advantage of Bengal, by reason of our village-circle system of Schools. In my various tours, I have had the opportunity of seeing many thousands of boys enjoying at these Village schools a good primary education. But in the higher branches our advantages have been less, and we are far behind. At the recent examinations we passed but four students for the B.A. test, while 78 from Bengal were successful. The proportion for the Entrance Examination was somewhat better, being 107 against 889. And if every one aided according to their several ability, whether as members of the various Educational Committees, or as Landholders and men of wealth and influence, in encouraging the establishment of Schools and promoting their efficiency, the advance would be still more rapid and satisfactory. Something may also be hoped from the movement for the establishment of a Central or University College at Allahabad,

difficulties, and too often brought them to indigence and ruin. The **LIEUTENANT-GOVERNOR** mentioned the efforts which had been made elsewhere to effectually restrain this fruitless and most baneful custom; and trusted that the leading men of both districts would take up the same cause here with the devotion and energy which an object of such gravity deserved.

Another matter, of which he would speak, was the all-important one of **FEMALE EDUCATION**. This was not a subject which had yet approved itself to the national mind; and it was one in which, from the delicacy of the position in which those to be taught stood, the Government could not interfere. It was a work they must do for themselves; but in doing it, the Government was ready and anxious to aid them. There were three things to be remembered: *First*, that women were entitled to the same mental improvement and the same intellectual pleasures as men, and that it was not justifiable to deprive them of these, and to shroud their minds in ignorance. *Next*, it was only thus that when separated from them, a Native lady could hold direct communication with her husband, her father, or her brothers: how, otherwise, when at a distance could they be informed (without the intervention of a stranger) of domestic events, of the joys and sorrows, the anxieties or cares of each other, and thus receive advice and comfort, and also enjoy the satisfaction of confidential correspondence? *Lastly*, they valued the education of their sons; but the surest way of educating their sons was to educate the mothers; no teacher was so good or so effective as the mother of her children; and, if taught herself, she would be sure to communicate her knowledge to them while their minds were yet tender, and in the mood most impressive to receive it. Until they educated their women, it was vain to hope for the universal spread of education and enlightenment among the men.

Finally, **HIS HONOR** begged to offer his acknowledgments to the **MUNICIPAL COMMITTEE** of the City, which, associated with the Magistrate, was giving its aid in promoting cleanliness, drainage, and other municipal improvements. It was the wish of Government that they should administer their own affairs, and thus grow up into the habit of self-government. He rejoiced that this process was now going on in all large towns and cities; and he trusted that here, at **GORUCKPORE**, the leading men would thus devote themselves to the removal of whatever was detrimental to the health and comfort of the people, and to the promotion of all public improvements.

SIR WILLIAM MUIR said that, in the ordinary course of events, he could not hope again to visit **GORUCKPORE**; but he prayed them to allow the advice which he had given to take root in their hearts;—that they should promote the education of their own children, and aid in the spread of education among others; that they should join with Government in stamping out the crime of infanticide, and in restraining, within limits of economy, the expenditure at marriage ceremonies; that they should educate their girls; and that they should aid, according to their ability, in Municipal improvements. Thus, by their efforts so directed, the districts of **Goruckpore** and **Bustee** would advance in enlightenment, happiness, and prosperity.

classes Mathematics, Arithmetic, History, and Geography. The **LIEUTENANT-GOVERNOR** then pressed the advantages of educating their children on those present. There was a recent circumstance, he would mention, in proof of the distinctions to be gained by education. There were many **RAJAHS**, **TALOOKDARS**, and **CHIEF MEN** present; which of them had had the distinction of seeing his name in the *Gazette of India*? Only two, the **RAJAH OF BANSEE** and **BABOO SHIVA PERSHAD**; and that on their admission to the Order of the **STAR OF INDIA**, in recognition of the distinguished loyalty of the former, and the long and faithful service of the latter. Yet in the last *Gazette of India* the names of three citizens of Goruckpore were published. And who were these? **OODEY BHAN SING**, **BHAIRO PERSHAD**, **CHOTOO LALL**; they were youths of the Goruckpore Mission School, who had passed the University Entrance Examination; and if these lads continued to prosecute their studies with diligence, and pass successfully the higher examinations, they might rise to dignity, office, and emolument. If they valued the future advancement of their children, they would use every endeavour, and spare no expense, to secure for them a good education, and stimulate them to industry. And those who were possessed of means and influence would do their utmost to establish schools, and aid in the cause of education. There were not a few here present who did exert themselves in this excellent endeavour, and **SIR WILLIAM MUIR** had great pleasure in prominently noticing their names, and thanking them for their services.

Foremost was the **RAJAH OF BANSEE**, who had subscribed Rs. 5,000 to the **ALLAHABAD COLLEGE**, and contributed towards the support of an Anglo-Vernacular School. The **RAJAH OF TUMKOHEE** did the same, and also liberally aided a Girls' School in the city. The **RAJAH OF BUSTEE**, the **RANEE OF SUTTASSEE**, the **RAI OF PUDROWNA**, and **BABOO UMBICA PERSHAD NARAIN SINGH** of Suleymgurh, all contributed towards the cause; and the latter especially towards the education of girls in Goruckpore. **MOULVIE WUJAHUT ALLY**, Tehseeldar of Deoreya, had also afforded valuable assistance; and last of all, it was right to mention the name of **SHAH ROOKN-OD-DEEN**, Deputy Inspector of Schools, who had laboured with much intelligence, devotion, and success.

The **LIEUTENANT-GOVERNOR** then desired that **MOULVIE ALLY BUKSH KHAN**, Subordinate Judge of Goruckpore, should be brought up; and, addressing him, said, that he had learned from **MR. KEMPSON** and **BABOO SHIVA PERSHAD** that he had proved a staunch friend to education, and had assisted the Department here and elsewhere with substantial aid, both in money and influence; he had also started successfully a Girls' School at Goruckpore, which had been visited by **LADY MUIR**. **SIR WILLIAM MUIR** thanked the Moulvie cordially, and, as a mark of his approval, presented him with a watch bearing a suitable inscription, and a letter recounting his services.

The **LIEUTENANT-GOVERNOR** next referred to the subject of infanticide. He was glad to be informed that the crime was not prevalent among the Rajpoots of Goruckpore, but in certain parts of Bustee it still was rife. He thanked the **RAJAH OF BANSEE** for the vigorous efforts he had used to put a stop to the crime. Some success had followed these efforts; but it was of comparatively limited operation. The **GOVERNMENT** was now resolved to step in, and by a strong restrictive system crush out the crime entirely. The **LIEUTENANT-GOVERNOR** trusted that, both in Goruckpore and Bustee, all influential men would join in the movement that had begun elsewhere of checking extravagant expenditure at marriages. It was not only one of the causes which lay at the root of infanticide, but it also involved all classes in distress and

XI.

SPEECH AT DURBAR HELD AT GORUCKPORE.

6th January 1871.

[IN URDOO.]

Addressing the RAJAHS, TALOOKDARS, and CHIEF MEN of Goruckpore and Bustee, SIR WILLIAM MUIR said;—

The occasion of being at last able to visit their district, and to meet them in Durbar, was one of much satisfaction to him. It was now eighteen years since—in company with MR. THOMASON, then Lieutenant-Governor of these Provinces, on his annual circuit—he had visited this place. In the mean time there had not in these parts been so great an advance as in other directions. Cultivation, it was true, had made great progress, and jungles had been cleared away. Their beautiful and well-watered district abounded in lakes and streams and other means of irrigation, which were busily taken advantage of; the fields were rich and promising; and, by God's blessing, they were enjoying an abundant harvest. But the Gogra and other rivers lay between them and the rest of Hindoostan; and though they served to carry away their produce, they formed a barrier difficult to cross; and it might be long before they had the advantage of a railway. Still though thus cut off from the rest of the Provinces, and lying as it were in a corner of the land, there was no reason why improvement should not take place in the social institutions of these districts equally as elsewhere, and in the intellectual advancement of the people.

For example, His Honor observed, that success in education was not dependent on place or on facilities of communication. Industry and application could secure to their children the same advantages as in other districts. And in point of fact, SIR WILLIAM MUIR said, he was glad to find that good progress had been made. When he before visited the district, there were, he might say, no schools, but here and there a poor and rudimentary village school. Now by the village-circle system, good schools were scattered over all parts of the district, so that every one who chose had the opportunity of giving his boys the benefits of a good education. In proof of the great strides which had been made in this direction he might mention that at the five encamping-grounds at which he had halted in the Goruckpore District no fewer than 3,143 boys had been collected together for examination, and at the three stages in the Bustee District 2,100—in all 5,243 at the eight halting-places; and besides this some 700 boys belonging to the Mission Schools were collected for inspection at Goruckpore; and these were all enjoying the advantages of a really good education, embracing for the higher

To eradicate this curse Lalla Pyare Lal has devoted his life. As you have heard, he has travelled all over the country, and above 300 large meetings or Panchayats have been held for this end. He deserves the thanks of the Government and of the whole country, and what has been done elsewhere should surely not be left undone at the seat of Government. Rather let Allahabad set an example to the provinces; and I trust that this meeting will result in the passing of wise and well-devised measures to secure economy at marriages, and that when I again return to the Capital I shall find that full success has attended your deliberations.

You have asked me to foster and encourage your endeavours, and to become the Patron of the movement. I cheerfully accede to your request, and whatever can be done to aid and countenance so good a cause, will be readily and cheerfully rendered by me.

X.

ADDRESS AT A MEETING OF THE ANJAMUN-I-HIND (OR SOCIETY FOR CHECKING EXTRAVAGANCE AT MARRIAGES;) AT THE MAHARAJA OF BENARES' RESIDENCE, ALLAHABAD.

21st May 1870.

[IN URDOO.]

The object of my coming here was simply to witness the proceedings and by my presence to signify my approval and interest in them. I did not intend to say anything, nor is it now my wish to make any formal address. But I desire to tell you that I heartily approve this movement, and rejoice to find so large a number of influential men and so great a gathering from the villages* assembled together and resolved to put an end to the extravagant expenditure that prevails at marriages. All that Rai Bukhtawer Sing has so forcibly stated to you is most true and deserves your earnest attention. The subject, he says, is divided into three parts—excessive expenditure at marriages, and the resulting evils of infanticide, and the kidnapping of young girls. Now the two last it will be the province of Government to deal with. As regards infanticide the Rai Sahib has not painted its wickedness and barbarity in too black colors. Indeed, in saying that it brings down the people of India to the level of barbarians and wild animals, he has not put the case as strongly as he might. For even the brute beasts rear and cherish their young, while here man puts his offspring, the dearest gift of the Almighty, to death. The Government is now resolved to put a stop to this wicked and cruel custom, and effectual measures will be taken for this end. It is my wish and hope that before my administration closes, the crime will in these Provinces every where be crushed out.

But the Government cannot equally deal with that which has furnished the main inducement to infanticide—extravagance at marriages. The cure of this must be undertaken and carried out by yourselves; and it is on this account that I welcome meetings like the present. Rai Bukhtawer Sing has well exposed the folly of the practice—you have been familiar with it from your infancy; but to us coming from a foreign country it appears unreasonable and absurd beyond measure, that without any advantage whatever, people should beggar themselves by the expenditure of vast sums altogether beyond their means at every marriage; and the beggary occasioned thereby is the cause of great evils and distress throughout the country, and is at the root of infanticide.

* There were about 2,000 villagers present.

remains a learner all his life. And if you act thus, then there is hope that from amongst you some will arise to benefit their country by adding to its literature. On this point, more especially as the Members of the Institute who take a special interest in it are present, I will add a few words. In pursuance of the Government Notification, many scores of works are presented as competitors for reward, but a very small proportion come up to the mark; and as yet only two have merited the full prize of a Thousand rupees. In one respect, especially, I have been disappointed, and that is the want of originality. The works are all cast in the same old type. Authorship keeps slavishly to the ancient and established tracks; whereas in the boundless domain of learning there is free and ample opportunity for striking out new lines of thought and speculation; or, to change the metaphor, in quarrying for treasure you keep to one ancient mine that has been open for centuries, whereas the whole region is rich in mineral resources, and there is room for a thousand shafts, each leading to its mine of precious stores.

One special advantage anticipated from this school, is the accommodation which the Boarding-house attached to it will afford for the reception of the most deserving scholars of the Tehseelee and Hulkabundee schools. I daily meet with many village scholars well advanced in their studies, and filled with the praiseworthy ambition of completing their education at the zillah school, and eventually at Roorkee, Agra, or some other college; for these there will soon be ample accommodation close by the school, and a careful moral supervision.

Some have spoken in disparagement of these village-circle schools. I can only say that, in marching through the district, I have had ample means of satisfying myself that the education acquired at these village schools is generally good, and bears marks of labor and industry. In some, the upper classes are quite equal to the Tehseelee schools. I met yesterday, for example, a class which had read as far as the 10th Book of Euclid,—progress which few village schools in England could boast of. True, the numbers as compared with the population to be taught are altogether inadequate; instead of hundreds, we should in every pergunnah have thousands, and tens of thousands at our village schools. But the remedy does not lie in detraction. It lies rather in your own hands. If there be a better plan, let it be pointed out. I do not myself think there is a better; and Government is doing all that is in its power. But the work is vast: we have millions to deal with; and without your help it is comparatively little that will be accomplished towards the enlightenment of the masses. Let each, then, aid vigorously the efforts of Government according to his ability, and rapid progress will be achieved.

Once more I congratulate you on this building, which is an ornament to your town, and will, I trust, help to advance it greatly in cultivation and learning. And now I declare it to be open for the purposes of education.

IX.

ADDRESS AT THE OPENING OF THE HIGH SCHOOL, ALLYGURH.

7th February 1870.

[IN URDOO.]

RAJAH TEEKUM SINGH, RAJAH JEYKISHEN DOSS, AND TALOOKDARS AND CHIEF MEN OF ALLYGURH :

It affords me peculiar satisfaction to be present at the opening of this building, so elegant and spacious, and so well-adapted for the purposes of education. My acknowledgments are also due for the kind and flattering terms in which RAJAH JEYKISHEN DASS has just addressed me. And now, on the part of Government, I beg to tender my thanks to those who have assisted in the erection of this building. Its foundation was laid in April last by MR. GEORGE LAWRENCE; and that it has been so rapidly brought to completion, is due to the interest taken in the work by the MR. CHASE, Magistrate and Collector, by RAJAH JEYKISHEN DASS, and by LALA DEBEE PERSHAD, and especially to the assistance so kindly offered by MR. BLACKETT. To all these, and to the Municipality, who contribute one-half of the cost as well as a monthly sum of Rs. 300 towards the maintenance of the school, I offer my cordial thanks.

From the address just read, you have heard a brief account of the history of the school. It was established many years ago on a small scale, but after 1857 the establishment of the school at Roorkee was transferred here, and the new school became one of the best of its kind in these Provinces. And here I may mention what was been told me by my friend MR. KEMPSON, that the success of the institution is mainly due to the late teacher, LALA BENE PERSHAD, now deceased, who laid the foundation of its present prosperity; and it is right that on the present occasion his name should not be forgotten.

In 1868, three of the pupils passed the University examination; but I am sorry to observe that in the examination of 1869 none of the students succeeded. I trust that with the opening of this school-house a new era of success will begin. It will rest with you, students, to accomplish this. If you will apply yourselves with labor and diligence to your work, you are certain of success. And I trust that from this Institution many will go forth who will gain honors at the University, and distinction in the numerous liberal and honorable professions now open to your ambition. I would impress upon the pupils now before me the benefit of continuing your studies after you have left school or college. It is the too general practice then to cast aside books and learning. But the true student who really loves learning

reward. Let us seek the blessing of Him without whom nothing is strong and nothing is pure upon all our projects and arrangements; if that be vouchsafed, success shall crown our endeavours.

The Secretary then brought forward **MEEB MUDDUD ALLY**, Deputy Collector and Deputy Magistrate of Khyragurh.

The Lieutenant-Governor informed the assembly that it was one of the latest acts of Sir John Lawrence, as Governor General of India, to confer honorary titles on two meritorious subjects in the North-Western Provinces. One was the distinction of **RAJAH** given to Luchmun Singh, Talookdar of Keraolee, in the Mynpoory District, now present, for services during the mutiny, and for aid given to the administration in all departments, specially in the educational branch. The patent of the title was conferred on Luchmun Singh at the Durbar lately held at Agra by the Lieutenant-Governor.

The other title was that of **KHAN BAHADOOR** conferred on Meer Muddud Ally. This excellent officer had rendered most important services during the rebellion; and since that time had afforded such marked assistance in all branches of the administration, that the late Magistrate, Mr. Ricketts, and Mr. Court, the Commissioner, as well as the present Magistrate, had submitted his case as deserving of a special mark of recognition. The Lieutenant-Governor said that Meer Muddud Ally Khan Bahadoor had added to his claims upon the Government by his zeal and labours during the present year in superintending the works for the support of the famishing poor south of the Jumna; and His Honor had great satisfaction in now placing in his hands the patent of his well-merited distinction, and investing him with a *khillut* suitable to the occasion.

The Secretary to Government and Director of Public Instruction now brought up Pundit **BAPOO DEVA SHASTREE**, when **SIR WILLIAM MUIR** addressed the Durbar as follows:—

“It will be in your recollection that in the past year, with the view of encouraging the composition of works in the vernacular language of Hindustan, the want of which is one of the greatest obstacles to the spread of popular education, I caused a notification to be published offering rewards of Rs. 1,000 for meritorious treatises in Oordoo or Hindee. Bapoo Deva Shastree has composed a work called ‘Beej Gunit’ (or Algebra) in Hindee of singular merit; and it is the first to which the full reward of Rs. 1,000 has been adjudged. It is not from the mere desire of a pecuniary reward that the Pundit has devoted himself to literary enterprise: he is a scholar who loves science and learning for its own sake. It is now many years ago that he composed a treatise on the same subject—the nucleus, in fact, of the present—for which he received a gift of Rs. 2,000 from the late Mr. Thomason. He has ever since been prosecuting his studies, and with such success that he has achieved a reputation, not only among his fellow-countrymen (for his name as a scholar is well known in the Dekhan and as far as Bombay), but even among the *Savans* of Europe. Bapoo Deva Shastree, I present you, in the presence of your fellow-citizens and countrymen, with this purse of Rs. 1,000, and with a *khillut*, in honor of your literary success; and I earnestly trust that others many follow your example, and that this will prove the forerunner of many similar rewards for standard works written in the vernacular of these Provinces.”

whatever way it can. And, in truth, as Allahabad has now again become the seat of Government, it has a right to institutions of the kind. You will remember that, when a Governor was first appointed to these Provinces, Allahabad was the seat of Government, and here were the Courts and the Board of Revenue. Eventually the seat of Government and the Courts and Board were transferred to Agra; and now, after the mutiny, in the changes of fortune, the Government and the Board of Revenue have been again transferred to Allahabad; at last the High Court has joined us also. And hence this city should now become the largest and most important centre in India after the Presidency towns themselves. It is true that hitherto an excellent education has been supplied to you by the Mission Schools of Dr. Owen and Mr. Walsh, and of Mr. Davis; and the Government as well as yourselves are under deep obligations to these gentlemen for the valuable opportunities of learning which they have afforded to your children. But as the city is now rapidly extending, and assuming a fresh importance, it demands new institutions of a metropolitan character; and therefore I trust to your exertions to aid the Government, so that in due time Allahabad shall have its College, eventually its University, a Medical College, and other institutions becoming the capital of Northern India.

In all these things I invite you to evince a praiseworthy liberality. Men possessing great incomes are content with putting down a few hundred rupees, and having done so, they flatter themselves they have been very liberal—the *Hâtim Tâis* of the day. But I would have you look at the noble endowments which the rich men of other places, as Bombay, have contributed towards institutions for the benefit of their fellow-countrymen. I have heard that the Maharajah of Bulrampore has just now offered a lakh of rupees for the endowment of a hospital at Lucknow. Would that the worthy example might find imitators in these Provinces! Your wealth has been given you not simply for your own enjoyment, but for the benefit also of those around you; and for its use you shall hereafter have to render account. It is a trust from God, and what so evil as unfaithfulness in such a trust! By all means leave due provision for your families, but remember that there is a still higher obligation that devolves upon you:—to provide that their education, and that of the people around you, shall keep pace with the requirements of the day.

And while you forward the village schools, and the city schools and colleges, remember that, without female education, your efforts will be incomplete. I will not dwell at present on this subject. But as knowledge and enlightenment are the true ornament of a nation, what shall we say of that nation which deliberately excludes one-half of its number from the benefits of education? I do not speak now of the injustice thus inflicted on the female sex itself; but I will tell you that until your women become educated, your children will never be otherwise than backward in their attainments and enlightenment. The first and perhaps most important lessons which the child receives are in the family itself.

I will confess to you the ambition that the period of my administration may be marked by a real advance in the education and enlightenment of the people. It is well that your cities be ornamented by elegant and useful buildings, and that parks and gardens and roads be laid out for the convenience and comfort of the people; and it will afford me real satisfaction to see that such works make a material advance. But if only the foundations of education and social improvement and enlightenment be deepened, extended, and strengthened during the period of my incumbency in this Government, I shall have had my highest

I have every trust that by your continued exertions still greater results, tending to the welfare and comfort of the large communities entrusted to your charge, will year by year be achieved.

The other department in which the Government depends upon your co-operation is that of education. And here, if any among you will look back for thirty years, he must feel that a change among the people, far greater than that occasioned by roads and railways, has already been accomplished. When it was first my lot to come to these Provinces, and for many years after, there were, you may say, no means whatever available for the education of the people. There were then schools at few even of the chief towns; and in the interior you would meet only here and there at distant intervals with a village school in the verandah of some influential person, where the barest rudiments of learning were imparted. Now, as I myself have seen, we have the means of instruction scattered over the whole face of the country and in every Pergunnah, there are thousands of the young acquiring at the Hulka-bundee and Tehseelee schools a sound and useful education. But to carry on this work, we greatly stand in need of your co-operation; and I am sure that it will be freely given. You that are Talookdars and Zemindars can afford valuable aid to the Government in extending the village system of schools: in yourselves visiting them; and, by your influence, in inducing your tenantry to take advantage of the benefits which they offer.

In this respect there is ground to believe that we are much in advance of our neighbours in Bengal. But in another respect we are far behind them: and that is in the higher education of the upper classes. The Honors of the University are the surest test. While in Bengal they number their graduates by hundreds, you with difficulty can number them by units. And so with the prizes of influential and lucrative office: are they not to a great extent passing into the hands of the Bengalee Baboos? On whichever side you turn, the Railway, the Telegraph, the Medical, the Legal, the Engineer Departments, wherever an advanced knowledge of English and Science is required, that is, in all the highest and best remunerated posts, you have Bengalees for your successful competitors. They are now invading the land, and taking possession of that which is your birthright. You have no doubt observed in the papers the report that three or four young men from Bengal have lately passed for the Civil Service: thus you will have them for your rulers also. Well, if you are content with such a state of things, be it so. But I trust better of you. In thus seeking to stir you up to emulation, do I speak disparagingly of the Bengalee Baboos? Far from it. I praise and laud them for their enterprise and industry; and, what is more, I look to those of them who have settled here for material aid and assistance in helping forward our own institutions. But belonging to you myself, and not to Bengal, I am jealous for your interests and your honour; and I warn you that, unless you arouse yourselves from your slumber of indifference, you and your children will be left behind in all the walks of knowledge and enlightenment, and you will discover your mistake when it is too late.

For these reasons, it is with much satisfaction I have heard of the movement lately set on foot among yourselves to provide funds for a College at Allahabad. The names of Lalla Gya Pershad, of Baboos Pearee Mohun and Ramashree Doss, have been mentioned to me as foremost in this movement, and to them and to all of you engaged in the work I offer the thanks of Government. You will find the Commissioner, Mr. Court, the Director of Public Instruction, Mr. Kempson, and the Magistrate, Mr. J. C. Robertson, ready to aid and forward the project; and it will be the care of Government to foster the undertaking in

VIII.

SPEECH AT A DURBAR HELD AT GOVERNMENT HOUSE, ALLAHABAD, IN HONOR OF THE QUEEN'S BIRTHDAY.

24th May 1869.

[IN URDOO.]

MAHARAJA, RAJAHS, TALOOKDARS, and CHIEF MEN of the North-Western Provinces!

It has been my desire to meet you in Durbar,—those of you especially who have not already been presented to me in the course of my progress this year through the Rohilkhund, Agra, and Allahabad Divisions,—and to receive you at the Capital of these Provinces.

The day presents an auspicious and happy occasion for this Durbar, being the anniversary of the Birthday of our Most Gracious Sovereign Queen Victoria. As loyal subjects we meet to celebrate the day, and to pray that the Almighty may bless Her Majesty with long life and prosperity.

I have now visited the greater part of these Provinces, and have been impressed with the vast strides which have been made in improvements of every kind within the last thirty years. Those of you who have had the same opportunities of observation, will bear me testimony when I say that the advancement in the prosperity and comfort of the people has been very great. Roads have opened up the communications of the country, and almost everywhere afford facilities for bringing to market the produce and manufactures of the land. Canals have brought luxuriance and plenty where it was before unknown. The Telegraph connects all the chief cities of the Provinces; and now the Railway traverses their entire length. The wealth and capital of the people have greatly increased. All these benefits you owe to the care and efforts of a Government which has your best interests at heart.

But there are two other departments in which progress must always depend greatly on the efforts which you make yourselves.

The first relates to the Municipal arrangements by which our cities are improved, made healthy, and beautified, and endowed with institutions for the care of the poor and the sick. The main benefits which have been conferred of late years in this respect are owing, in a great degree, to the interest which you have yourselves taken in the work; and I tender on the part of Government hearty thanks to those gentlemen who, as Municipal Commissioners, have laboured in this cause,—and more especially (as being most of them present in this assembly) to the Committees of Benares and Allahabad, of Mirzapore and Cawnpore; and

tution in which he is being taught, the College of Bareilly; and I may add as a further proof of its excellence, that the three next on the list also belong to the Bareilly College.

“ Another fact deserves to be mentioned. Bhugwan Dass is an inmate of the Boarding House attached to the College; and out of sixteen students of the Bareilly College who passed in the recent University Entrance Examination, nine were boarders. I give prominence to the fact as illustrating the value of these Boarding Houses, and as a reason why you, the leading men of the country, should support them, and send your own sons to them.

* Fifty pupils from each of the three Colleges in Agra were present by invitation at the Durbar.

Pupils living in the Boarding Houses are encouraged to study out of College as well as in it, and by the evening lamp. To this I attribute the success of Bhugwan Dass. And I exhort you students* of the Colleges of Agra to follow his example.”

SIR WILLIAM MUIR then presented BHUGWAN DASS with a purse of five hundred rupees as the STAFFORD NORTHCOTE prize.

and leading men of these Provinces, to give that help which from your position and resources you can give, in the establishment of Schools, and persuading the people to send their children there.

But another great difficulty and drawback is the absence of a sound vernacular literature, without which it is vain to hope for the spread of learning and cultivation amongst the masses. And more especially is the want to be deplored in respect of female education. I have no hope for the moral and social elevation of India, until its women are educated. And in the way of female education in this land there are special difficulties;—mainly those connected with the seclusion of the females. But an almost equal difficulty lies in this same want of vernacular works suitable for the sex. It is not too much to say that there is no literature whatever, of any value, in their own tongue, fit to be put into the hands of the women of this country.

Therefore it is that I prize the higher any attempts to supply this pressing want. And it is for this reason that I have asked you to be present here this day, that the rewards to the authors of certain successful works may acquire a greater value and distinction from being conferred before this large and imposing Assemblage.

And lastly, it is right that in the great work before us, we seek the blessing of HIM who is the Fountain of wisdom and the Giver of every good gift. At HIS command the darkness will be dispelled, and the people now lying in ignorance enlightened with knowledge and understanding.

The Director of Public Instruction then brought forward MOHAMMAD NUZEER AHMAD, Deputy Collector of Settlements in Jaloun, when SIR WILLIAM MUIR spoke as follows:—

“This gentleman receives the reward of a thousand rupees as the Author of the BRIDE’S MIRROR, an admirable tale of domestic life among the Mahometans of India. It has the great merit of being well adapted for the women of this country. There is not an expression throughout the work that would jar on the finest feelings of modesty and virtue: and every page abounds with lessons calculated to improve and elevate the reader.

“MOHAMMAD NUZEER AHMED! It affords me sincere pleasure to present you with this purse of a thousand rupees; and the more to mark my sense of your merits, I give you, in my private capacity, this time-piece, on which you will find engraved an inscription expressing my estimation of your work.”

PUNDIT KASHEE NATH, Raees of Agra, and NAWAB NUBBEE BUKSH KHAN of DELHI, were also publicly rewarded for literary works of merit; and MEHNDEE HUSSAN, Tehseeldar in MIRZAPORE, and SHEO NARAIN, Secretary of the Municipality of AGRA, for excellent service in the famine of 1868-69. MIRZA AHMED ALLY BEG, Tehseeldar of Mohda in Humeerpore, received a present for efforts in establishing female schools.

Lastly, BHUGWAN DASS, a student of the BAREILLY COLLEGE, was presented; and SIR WILLIAM MUIR addressed the Assembly as follows:—

“During his incumbency as SECRETARY OF STATE for India, the Right Hon’ble SIR STAFFORD NORTHCOTE offered prizes for the best scholar in each of the Provinces of India amongst the candidates for the University Entrance Examination of 1869. Bhugwan Dass gained the prize for the North-Western Provinces. He has thereby done honor to the Insti-

VII.

SPEECH AT A DURBAR HELD AT AGRA.

26th January 1869.

[IN URDOO.]

YOUR HIGHNESS, MAHARAJAS, TALOOKDARS, AND CHIEF MEN OF THE NORTH-WESTERN PROVINCES!

You have assembled here from all parts of the North-Western Provinces, to do honor to His Royal Highness the DUKE OF EDINBURGH. The chiefest amongst you have been distinguished by being presented to HIS ROYAL HIGHNESS. And all the people assembled in the city, have had the opportunity of seeing THE QUEEN'S SON.

I pray you to consider the gracious thoughtfulness of HER MAJESTY THE QUEEN towards the people of this country in sending HER SON to visit Hindustan. I feel assured that the honor thus conferred will strengthen the bonds of your loyalty, and increase your attachment to the person of QUEEN VICTORIA.

Being assembled for the above purpose at Agra, I have asked you to remain, after His ROYAL HIGHNESS'S departure, for this DURBAR, in order that these presents might be conferred upon certain persons whom I wish to honor thus with the greater distinction.

But before I proceed, I must tender my grateful thanks to those who have so nobly responded to my appeal for aid towards the projected UNIVERSITY at ALLAHABAD. And foremost among them to the valued Friend upon my right, His Highness the NAWAB OF RAMPORE, who was the first to answer the call, and by a munificent donation set an example to the rest. I would also mention the MAHARAJAH OF BENARES; and the MAHARAJAH OF REWAH, who with many others have contributed largely to the fund. And above all, I thank my esteemed Friend, the MAHARAJAH OF VIZIANAGRAM, for his princely appreciation of the claims of learning in the gift of a Lac of rupees towards the College.

Great benefit may be looked for from the University and College in advancing the interests of the higher learning. But after all, it is only a small portion of the people whom this Institution will directly benefit. The great mass will have no access to it. There are millions around us in these provinces in utter ignorance, and so far as the cultivation of their minds is concerned, little removed above the animal creation. It is the business of Government to spread education and enlightenment among these vast masses. But in this great work, there are many difficulties to be faced; and alone, without your aid, it is but little that Government can accomplish. Therefore, I earnestly call upon you, the great Landholders

ship. We may reasonably hope that in this way works will be composed, elegant in their style, suitable to native mode of thought in their treatment, and above all sound in the character of the knowledge imparted. If, for example, the author of a work, for which we offer a prize, on the subject of ethics, philosophy, science, or literature, be thoroughly proficient in Arabic, Sanscrit or Persian as well as in English, we have a ground of rational expectation, that the power of elegant writing and of native illustration will be present, as well as the knowledge necessary to the successful treatment of the subject. It is with confidence that I request you to take this matter into your best consideration. The task is doubtless difficult, but will be accomplished by degrees and by patient exertions. We cannot by an order command or effect the success of the plan. The Rajah has well said that it is a plant of spontaneous growth which will bring forth its fruit in due season. We cannot *force* its growth; that is beyond our power. But we may foster it. We may dig about the roots and water them; and thus will the plant thrive and develop more rapidly. Let this then be our business.

As I said before, I did not come prepared to address to you at this time any formal remarks; but I may add a few words regarding the Educational question, a matter in which you have endeavoured to do much.

Your labours in this direction have already borne fruit. In consequence of your discussions and the address you submitted to Government, Committees have been established throughout the country for watching and fostering the education of the people. I consider the constitution of these Committees to be an important step, and one for the suggestion of which your Institution deserves the credit. Some of the points touched on in the memorial adverted to, may admit of variety of views, but all of them are undoubtedly of high importance and are most deserving of discussion. Differences of opinion will no doubt exist on many questions of vital importance; and herein consists one of the chief values of your Institution that various views and proposals shall be thoroughly discussed, and the ideas of every section and party fully and fairly represented.

I would urge upon you,—specially those of you who are talookdars and landholders,—that you should do everything in your power to promote the work of education. Increase the number of schools, and induce your ryots to resort to them. And yourselves in person visit them frequently. You may do much by your interest and zeal in aiding the efforts of the Educational Department.

In conclusion, I would again express the pleasure I have experienced in meeting here this large and influential assemblage. I trust that the Institution will continue to flourish, and to increase in practical usefulness; and that you will devote your special attention to the objects I have set before you.

the people should assemble together and converse on political matters, and I sincerely hope that this practice will be a cause of daily improvement in the administration of the country. It should tend to benefit the Revenue system, the Civil administration, and, above all, the Educational Department concerning which I shall have to say a few words presently. In case for example of new laws being proposed, your assistance to Government may be especially serviceable, inasmuch as Government may learn through your agency the views and ideas of the people of India respecting those laws, and might thus obviate in the minds of the common people many injurious notions and suspicions, and convince them that Government by its measures has no other object in view than the promotion of the interests and welfare of its subjects, and the increase of their happiness and comfort generally. In these ways you can materially serve the Government, and indeed you do already render it some considerable assistance.

The Rajah has said that the Society does not oppose the study of European science and art, nor the acquirement of an English education. I believe this, and accept the statement that on the contrary it is the great object of the Society to diffuse and make accessible to the people the benefits of European knowledge and literature. As the Rajah has affirmed, the translation into the Vernacular of works in English treating of European science and art cannot but prove highly useful to the Natives, and this is the task undertaken by the Society. The range however of works which can with advantage be translated literally is limited. For instance, literal translations of philosophical books would seldom be very valuable or much appreciated. As a general rule, many of the metaphors and allusions which occur in European works are suited only for the readers of that part of the world, and cannot be properly understood nor thoroughly appreciated by students in this country. It is well known to you that every country has its own institutions, customs and usages. The circumstances and habits, the modes of thought and the ideas of the European are distinct from those of the Asiatic. Thus for example, if in teaching a boy of this country we were to explain the subjects he studies by figures or illustrations peculiar to Europe, he would not understand us; whilst in the same manner to an European student the allusions, similes and methods of illustration proper to the East are not readily intelligible. Hence as I told the Rajah and the other gentlemen who visited me this morning, and with whom I have already discussed this subject, instead of formal and literal translations, we should aim at obtaining free and adapted translations, or rather compilations or new compositions founded on European works but suited to Indian readers. For such works I am prepared on behalf of Government to offer ample inducements in the shape of substantial prizes in money. I consider this work to be of the most pressing importance and am anxious to aid it by every means in my power. And on your part I am well assured that aid will not be wanting. You also might offer suitable prizes, and I will ask you to assist according to your means and power in this national undertaking in the same way as you already strive in other respects to further the interests of the native community.

Two important results may be expected from this undertaking: First, we shall secure an ample store from whence our students may draw knowledge and find means to increase their enlightenment and mental culture; secondly, from the desire to earn an honorable prize, able and competent men will devote themselves to vernacular compilations and author-

VI.

ADDRESS TO THE SCIENTIFIC SOCIETY AT THE ALLYGURH INSTITUTE.

9th May 1868.

[IN URDOO.]

RAJAH TEKUM SINGH, RAJAH JEYKISHENDASS, AND GENTLEMEN!

My Friends: In consequence of the shortness of my stay at this Station, and not being confident that I could have found leisure to be present at a meeting of the sort now assembled, I had informed Rajah Jeykishen Dass that my visit to the Institute would be private. The Rajah however told me this morning that many of the Society's members had come from long distances with the view of meeting me here, and consequently I could not refuse the invitation of the Society to a public meeting. Even then I was quite unprepared for so imposing a meeting as the present, or for the presentation of an address such as that which has just been read, and I must beg you to excuse me therefore from making any public reply of the same character. But although I shall not attempt to address the meeting in a set and formal speech, yet I wish to say a few words to you without any ceremony and purely in a conversational and friendly way.

I have derived much pleasure and satisfaction from seeing this handsome building in which we are now assembled. It is well and substantially constructed, and provided with an adequate stock of philosophical instruments as well as with a suitable Library. The Library contains books in the Arabic, Persian, Oordoo and English languages, and will no doubt prove of great use to the community. Four years ago when I happened to pass through this station, not even the foundations were to be seen of this goodly building which we now find well furnished with every thing which is essential to the purposes of the Institution. I am much gratified by meeting here the Rajahs and the chief inhabitants of this district. It is through your own generous ambition and high aspirations, that all these good things have been supplied which are a credit to you and a subject of congratulation. I believe the foundation of this Institute to be a boon to the district if it were only for this benefit alone that its members here meet from time to time and discuss the general topics of the day—a practice which must tend to enlighten their minds and enlarge their ideas.

The Rajah has said that the aims and objects of the Society are "political." This statement I cheerfully accept. It is certainly advantageous to the interests of Government that

cost of Rs. 6,000 a year: it rests with you to take advantage of the means thus presented, and to make your sons derive from it the profit which it offers.

Through the influence of the Institute and Educational Committee, I am glad to know that your attention is also being directed to the promotion of Schools for Girls, and I trust that you will seek to do your part in making Female education popular. This is peculiarly a work for yourselves, and it is a work of deep importance for your families. Educated themselves, the mothers are in the best possible position to impart education to their children; and believe me that no teaching can be so useful and valuable as that which the mother imparts to her children. With us it is looked upon as the best beginning and foundation of all other learning. Until you teach your women, this great benefit is entirely lost to your children.

Once more I beg you to believe that I have had sincere pleasure in attending at this meeting. I trust that you will give heed to what I have said; and make it your care that while other districts are advancing in light and knowledge and social improvements, Shahjehanpore shall not be left behind.

single youth educated in this town or district who has gone up, or is prepared to go up, even for the Entrance University test. Every where I find eagerness for education and good progress ; but here, excepting for the hopeful symptoms I now see around me, there is no progress and little life.

One reason of this want of success is that which I yesterday endeavoured to impress on the scholars themselves, namely, that they do not prosecute their studies sufficiently long and persistently. The prospect of any inferior office or employment tempts the scholars to quit school and give up their studies before their education is half completed. And hence no success is achieved. But the fault lies rather at the door of you, the parents yourselves, than of your children. You grudge the expense of maintaining your children at school or college, and the moment any petty office offers, you are glad to be rid of the charge. But the best interests of your children deserve other treatment ; and if you really wish them well, you will insist on their continuing at school till they have finished their course ; and you will encourage them thereafter, if you possess the means, to proceed to the Bareilly College or to Roorkee, and to enter upon an University career. The best legacy which you can leave behind you to your children is a good and liberal education, prosecuted to the utmost of your ability. If you have real affection for them, and desire their best interests, this assuredly is the course you must adopt.

But besides this, I am afraid that there is amongst you a lack of enlightened interest and liberality, such as I have met with more or less elsewhere. Endowments and contributions for educational objects have been freely and spontaneously made in other cities ; but in this respect there has been hitherto some backwardness in Shahjehanpore. Here, whatever has been done, has been done rather by your rulers than by yourselves ; and you have been content to stand and look on passively. I would not on the present occasion speak in any terms of displeasure ; I will only say that when, please God, I again visit Shahjehanpore, I trust that I shall find many instances of liberality and munificence to commend and reward.

But as matters now stand, it is clear that Shahjehanpore is being left behind by other districts. Without a good and advanced education no honor or promotion is to be hoped for in the present day. In other districts scholastic prizes are being sought for and won ; but from this district, as I have already said, not a single scholar has yet aspired to qualify himself in the University course. Look around and see who are crowding into the higher offices and employments : the Baboos from Bengal fill the posts which your own sons should hold. And thus it will be that others will gain the prizes of distinction and promotion, and (unless you bestir yourselves) in a few years your sons will be left behind.

My friends ! God has given us wealth and property to expend not merely on our personal comfort and gratification, rather it is our duty to endeavour thereby to benefit our people, and to leave some real good behind us. Let it be your object then so to use your means and energies, that when you shall have passed away from this scene, others may thereby be bettered, and that your children may hold an advanced position ; and the rising generation, instead of being left behind in the race of life, may be still to the front.

It is for this reason that I welcome the Institute. I look to it to promote an interest in education and to remove the imputation of backwardness and indifference that now attaches to you. Government has done its part. This school is maintained by the Government at a

V.

ADDRESS AT THE LITERARY INSTITUTE, SHAHJEHANPORE.

19th December 1868.

[IN URDOO.]

CHIEF MEN OF THE CITY AND TALOOKDARS OF THE DISTRICT OF SHAHJEHANPORE!

You have invited me to meet you here in your capacity of a Literary Association and of an Educational Committee, and as such you have presented addresses recounting the objects you have in view, and the progress you are making. It has been to me an honor and a pleasure to join your assembly under such auspices. And I purpose now to address you without restraint and formality, and to speak freely of some things in which amendment may appear to be necessary.

And first let me congratulate you on the establishment of the Literary Institute. I quite agree with what you have said in your address as to the advantages to be derived from the discussion of questions connected with the well being and progress of society, and I look with much expectation to this body as calculated to excite interest among the leading men, and to stimulate energy and zeal in the cause of education, and in other efforts for the benefit of those around them.

My Friends! Your efforts indeed are needed. Notwithstanding the many advantages enjoyed by Shahjehanpore in times past, I find it backward in its schools and education. Many able and zealous men have devoted themselves to your improvement. The name of James Barnes will be the first to rise to your recollection, since to him you owe this beautiful and spacious School house, and his memory is cherished among you for the many benefits he conferred both upon the town and district. My memory carries me still further back to the time when, thirty years ago, I first visited this district, and found my brother James William Muir engaged in the Settlement which is now expiring, the equity and moderation of which has made his name a household word among you. Such associations inspire the heart with a special interest for the welfare of this district. Of those who are still amongst us, few could have laboured with greater earnestness than Mr. William Probyn, and my friend sitting besides me Mr. Fendall Thompson, the excellent President of your Association; and the Hon'ble R. Drummond, now your Commissioner, and who, while Judge, aided and stimulated you in every laudable work.

And now when I ask myself whether Shahjehanpore has profited by all these advantages as it ought, I am forced to answer that it has not. Take education. Now there is not a

large city, containing nearly a hundred thousand inhabitants, there is room for many branch schools, which I trust will, by degrees, be built and endowed by your liberality.

This indeed is one of the most praiseworthy objects towards which you can contribute. It is one of those objects which you yourselves recognize as a work of merit. It is to such purposes as these that wealth and property should be devoted. The noble donors to this foundation will be remembered as those citizens who have been benefactors to their fellows. I mention with honour the names of the Nawab of Rampore, Rajah Sheoraj Singh of Kasheepore, Rajah Kalka Pershad, Baboo Gunga Pershad, Madho Rao, Kootbood-deen Ahmed, Lalla Luchmee Narain, Mahomed Oosman Khan and Mahomed Ally Asghur Khan of Rampore, and many other distinguished citizens, as amongst the liberal and munificent contributors to this building. And it is to your credit that so large a fund as Rs. 16,000 has been contributed to this object. You yourselves will look with greater real satisfaction on this investment of your money than if you had squandered it away on marriage festivals or such like empty pomp and pageantry. There is an excellent precept in the Koran which I will quote to you :

Wa lá tubazzir tabziran,

Inn al mubazzirna kánni ikhwán' ash-Shayátína.

“Squander not your wealth vainly; for verily they that squander their wealth vainly are brethren to the devils.” These words contain a weighty moral; and I trust that you will lay to heart the lesson. You are responsible to God for the use you make of your money; and I trust that I may hear of many noble foundations like the present.

And you can aid not only with your money but with your influence. Especially can those of you who are landholders do this with respect to the village population. There are thousands upon thousands who have no means of instruction; and for the enlightenment of these, it is in your power to afford material aid to the designs and efforts of the Government. And here I would pause to say that as your city is illustrated by its institutions and buildings, it has in my mind no more illustrious monument than the grave of James Thomason, the founder of that system by which we now possess these village schools,—a name every where revered and honored; and whose grave may well be visited, as a pious pilgrimage, by all who love and cherish the memory of the benefactors of this country. Following his great example, I trust that each of you will use such influence as he may possess towards the education of the rustic population. The village schools are still few and far between. The new Settlement will afford means for increasing their number. But to you the Government must look for aid in rendering them popular and efficient.

And now I conclude, expressing once more the pleasure and the honor I feel at meeting you here, at your summons to inaugurate so excellent a work. And I trust that if I have the fortune again to come amongst you, I may find a building reared upon the foundation which I have laid, goodly to look upon, and thronged with busy students.

IV.

SPEECH AT LAYING THE FOUNDATION STONE OF THE INGLIS' SCHOOL, BAREILLY.

5th December 1868.

[IN URDOO.]

CHIEF MEN, AND CITIZENS OF BAREILLY!

You have said that my coming to perform this ceremony has conferred upon you honor and distinction. I may rather say that honor and distinction have been conferred on myself in being called on to perform this ceremony.

CITIZENS of Bareilly! You have well determined to call the building, of which I have now laid the foundation stone, after Mr. Inglis; for your city has derived many and great benefits from him. He came to you on the re-occupation of Bareilly; and if I here allude to the mutiny, I would do so at this time only to call to mind the noble instances of courage and loyalty in the interests of the British Government displayed by so many, and by not a few here present. Coming here, as Mr. Inglis did, in the capacity of Magistrate, immediately after the mutiny, he studied at once the interests of Government and of the people by his justice and his moderation. In the hour of victory, he remembered mercy.

Mr. Inglis has done much towards the improvement and embellishment of Bareilly. It is to him and Mr. Edwards that we owe those public buildings which, while contributing to the service and convenience of the public, have made Bareilly one of the finest and most striking cities in these provinces. Mr. Inglis' endeavours have not been confined to the improvement of the city. As I noticed yesterday at the Durbar, he has exerted himself specially in the work of female education, and has rendered essential service in promoting, by every agency at his command, the intellectual and material advancement of the inhabitants. Therefore you have done well in naming this School after Mr. Inglis.

The object of this Institution is to be a feeder to the College. We wish to relieve the College entirely of the lower or School department, and to leave it free for the accommodation of the higher classes. But for this purpose one or more efficient Branch Schools must be established in the city. And this is the first of the Branch Schools which by your zeal and liberality it is purposed to erect. As I mentioned yesterday, female education is a work of difficulty, and our progress must be gradual. Like the ascent of a lofty edifice, it must be accomplished laboriously, step by step, and by slow degrees. But there is no such difficulty in the education of your boys. They are eager and anxious to crowd our schools. And in this

pleasure? Rohilcund is famous throughout Hindustan for the generosity and chivalry of its people; but is such treatment of your women, debarring them from these pleasures and advantages, and keeping them in darkness and ignorance, at all in keeping with that character? It is those powers and faculties which in your women you thus neglect that distinguish man from the lower creation; and it is unjust and unworthy of you to refuse to them that education by which alone their minds can be improved and cultivated.

But sensible as the Government is of the benefits of female education, it is well aware of the difficulties that lie in the way. These difficulties will however be greatly lessened if you yourselves are led by a sense of the importance of the object to bestir yourselves in the work. Indeed it is only by your own exertions that any success can be achieved. The Queen of England is deeply impressed with the benefits that education would confer on the women of India; and yet the Queen herself would not wish a single step to be taken that would offend your feelings or clash with your social habits. Many English gentlemen have helped towards this most desirable object, and none more than Mr. Inglis, your former Magistrate and Commissioner, in honour of whose name you are about to found a school, at the laying of the foundation stone of which I trust to meet you all to-morrow morning. The beginning must come from you, and though we can aid, it must be for you also to carry on the work yourselves.

And therefore it is that I wish to honour the three gentlemen, Kheirood-deen Ahmed Khân Bahadoor, Lalla Luchmee Narain and Baboo Gunga Pershad, who have taken the lead in this work; and to present them their khilluts in public Durbar. And I trust that when, please God, I again visit Barcilly, I may find many amongst you deserving similarly the thanks of Government for your interest and zeal in the same direction; and that I may see the fruits of your efforts in a real progress towards the education and enlightenment of the female sex throughout your province.

III.

SPEECH AT DURBAR HELD AT BAREILLY.

4th December 1868.

[IN URDOO.]

RAJAHS, CHIEF MEN, AND TALOOKDARS OF THE PROVINCE OF ROHILCUND!

It is my desire to honor these three men in the presence of their fellow citizens, and therefore I have chosen this public occasion to confer distinction upon them.

1. Kheirooddeen Ahmed Khan Bahadour.
2. Lalla Luchmee Narain.
3. Baboo Gunga Pershad.

Their exertions in behalf of FEMALE EDUCATION at Bareilly were brought to the notice of Government, and Mr.

Drummond, my predecessor in the Government of these Provinces, in recognition of their services, directed, shortly before his departure, that khilluts should be conferred upon them.

Unable myself, because of the custom of female seclusion, to test the progress of the schools, and thus estimate the degree and value of these services, or to depute any officer under my Government for the purpose, Lady Muir proceeded at my request with other Ladies of the Camp and Station, to the houses of a Hindoo and of a Mahomedan lady, both families of rank, where the girls were all assembled, and also a number of Native Ladies interested in the work. And I learn from the report thus communicated to me, that some real progress has been attained, some interest excited on the part of the ladies themselves for the education of their girls, and good hope for the future. Here in fact we find literally hundreds of girls, of good family and standing, being trained in the acquisition of substantial education.

And having thus satisfied myself of the reality of the movement, I feel no hesitation in thus publicly giving my countenance to those who originated and fostered it.

Chief men of Rohilcund! Let me speak to you of the benefits of female education.

God has given to woman mental faculties the same in kind as He has given to man. But it is only by education and training that these faculties are developed and perfected; and it is thus that by withholding from your women the benefits of education, you deny to them the means of cultivation and improvement, and check their intellectual growth. Again, it is every where admitted that intellectual pleasures are of a higher nature, and impart gratification more refined and worthy of mankind, than those of sense; is it then at all just treatment of those dearest to you to shut them out from this field of enjoyment and

as one of the main objects of the Association. It is indeed a reproach to the nation that its Vernacular should hitherto have proved so barren as to offer to the student hardly any works whatever of a standard character. It is my earnest hope that the efforts of the Association, and of the students trained at this and kindred institutions, may prevail towards supplying this great want. * * *

It is also my sanguine hope that the Association, and this Institution (founded as it has itself been by a native lady) may tend towards the introduction of female education. I have already at the Institute urged upon you to-day the cardinal importance of this subject. I know that the question is one of extreme delicacy, and that many difficulties surround the attempt; and among the rest is one to which I have just alluded—the present almost entire want of works in the Vernacular calculated to interest and improve the female reader. But this and other difficulties will, please God, be gradually removed. It would be neither wise nor warranted to force measures in this direction. Quite the reverse of this is what the Government desires. The movement must come from yourselves. I would merely remind you of the shame that must attach to a nation where the women,—in all parts of the civilized world the light and ornament of society and of the family,—are shut out into a lower life of ignorance and darkness.

My friends! the sterile and drought-stricken tract through which I have lately passed, with its sere and blighted fields, suggests to my mind the type of a land without knowledge,—a dreary and barren land.* What would be the life-giving effect of a river if brought, as it may yet be brought, through this tract! Just as its fertilizing influence would impart life, luxuriance, and plenty, so let us hope that this and kindred institutions may aid in swelling the flood of knowledge and civilization by which the face of society will be changed, and raised into a higher, nobler, and renovated life.

In accordance with the request of Mr. Manderson and the Committee, I now declare this building to be opened and devoted to the purposes of education.

* The District of Bijnore, then suffering from extreme drought. The East Ganges Canal was at the time in contemplation, to which reference is here made.

execution has been borne entirely by him ; and it is to his labor, energy, and resource that all difficulties have been overcome, and that we have this handsome and appropriate structure now ready to be opened.

The need of a building of this description for educational purposes in so large and populous and rich a city as Moradabad, is unquestionable.

It is true that there is already here a seminary under the auspices of the American Mission. This school I had the pleasure of visiting yesterday in company with many of the native gentlemen present here to-day, and I bear willing testimony to the zeal and efficiency with which it is conducted. It is also true that Christian philanthropists would ordinarily prefer to devote their private means towards the support of such an institution ; believing as they do, that the highest of all teaching is that which combines sound secular education with religious and moral training. But owing to the differences of religion prevailing in this country, the Government is bound to make neutrality the basis of its administration ; and in the schools established or directly supported by Government, religious teaching of necessity forms no part of the scheme. Yet the Government is not uninterested in these Mission Schools. Like all others, in which a sound secular education is imparted, they are assisted by means of grants in aid ; and upon this salutary principle, the Mission School to which I have alluded receives a monthly grant of Rs. 250. It is also the desire of Government, so far as the rules of the Department will admit, to open to the competition of private institutions the advantages of scholarships, &c., which are offered to the Government Schools ; so that all should have fair ground to stand upon, and no favor ; or rather that the favor of Government, in so far as their constitution admits, should be extended to all.

There is ample field for two Schools, and even for more, in this city with its 50 or 60 thousand inhabitants. And indeed there is this important advantage, that a healthy rivalry and generous emulation will exist between the two. Let no ill feeling or jealousy be suffered between them, but still in the race for excellence, let each seek to be first in the proficiency of the students they send forth ; and let the students themselves emulate each other in striving to attain the distinctions, honors, and success in life, which will impart a lustre to the seminary at which they were educated.

I trust that from this Institution many youths may go forth prepared to enter the higher Colleges, such as Bareilly, Agra or Roorkee, and achieve honor and distinction for themselves there. The tendency is too much for youths to quit school and abandon their studies the moment that any employment, however inferior, may offer itself. I would impress upon the parents here present, as well as on the youths themselves, the necessity, if they aspire to excellence and usefulness, of carrying on their studies to completion. I have been glad to learn that seven of the students just examined are now reading for the University course, and I trust that many more will follow their example. It is my hope that the system of University examinations for the conferment of honors may be made more suitable for these Provinces, and that eventually it may be possible to hold examinations in the Vernacular as well as in English. The subject is now under the careful consideration of Government. But in order that this idea should be realizable, it is absolutely necessary that we should have a Vernacular literature, both scientific and general. In the address which was just now presented to me on my visit to the Scientific Society, I was happy to observe this mentioned

II.

ADDRESS AT THE OPENING OF THE HIGH SCHOOL, MORADABAD.

November 1868.

[IN URDOO.]

LADIES AND GENTLEMEN AND CHIEF MEN OF THE CITY OF MORADABAD!

I am gratified at meeting you here together this day on the occasion of opening so spacious and elegant an edifice for the purpose of education.

You have just heard from Mr. Manderson an account of the origin and progress of the design. There is one point in what has been told you which to me possesses a peculiar significance and interest, namely, that the first conception of this school originated in the bequest of a Mahometan lady. In leaving her property to Government, I find it mentioned in Mr. Strachey's report that she "had named the establishment of a school as one of the objects to which she wished the money to be devoted." Here then, gentlemen of Moradabad, is a lesson for you. A native lady of your own rank was foremost in recognizing the paramount benefits of education; and shall you be backward in following the example and in seeking to extend the same benefits to the class of which one has thus given so practical a proof of her appreciation of them?

The offer was accepted, with his ready recognition of the value of education, by the Lieutenant-Governor Mr. Colvin. And the project was next taken up by an Officer to whom this city owes so much in the many improvements which provide for its convenience, and buildings which adorn it; I mean the Hon'ble John Strachey. By his influence a subscription list was set on foot, and a sum of no less than Rs. 23,000 collected; among the names I find, as subscribers each of above Rs. 1,000, the Nawab of Rampore; my friend whom I am glad to see here to-day, the Hon'ble Sheoraj Sing of Kasheepore; that staunch adherent of Government, Rajah Goorsuhai, who also granted the excellent site on which the building stands; Rai Pardoman Kishen; Chowbey Girdharee Lall; Sahoo Brijnath, and Mr. Strachey himself. I observe also, as usual foremost in the work of education, the name of my friend Syud Ahmud Khan, then Principal Sudder Ameen of this city, a gentleman who, wherever he goes, leaves his mark behind him in the interest he inspires, and the zeal he stimulates amongst his countrymen in the cause of education.

And lastly, but in the foremost place, the acknowledgments of Government are due to the Magistrate and Collector, Mr. Manderson. The burden of carrying the design into

whom devolves the responsibility of communicating the blessings you have received to your fellow-countrymen, is there anything of the kind to which we can point as the result of your labours? Is it not the case that we have hardly anything deserving the name of a vernacular literature, and that there is no sign of the expected fruit to supply this want from the Anglo-Sanskrit Students? I advance further: it was expected from persons versed in the philosophy both of the East and West, that they should be able to compare the methods of philosophical enquiry, and gradually to introduce the right method and system in a mode suitable to the requirements of popular thought in India;—nay, that the Truth itself should be presented in larger and fuller dimensions, and in a form homogeneous with the genius of the people, more easy to be recognized, more captivating to the Indian mind, than if presented in any European dress. And enlarging with the prospect, the warm and generous sympathies of Mr. Thomason, whose heart was devoted to the welfare of this land, anticipated the era of a brighter day, as I have read to you,—a day when this Institution should aid as a mighty lever in raising the nation, and prove one of the helps towards its regeneration. Something is being done elsewhere in stirring the depths of the national mind; why should you be backward here? You will perhaps say that Bengal has advantages in its University which you fail here to enjoy, and complain that it confers no distinction for attainments in Sanskrit literature and philosophy. My friends, I sympathize with you, and should be glad to see the study of Oriental learning stimulated by the action of the University. But, after all, is that a valid excuse for your failure? What real advantage would a B.A., or the title of Master in Sanskrit, confer upon you—what additional power? It is knowledge and goodness that constitute power. You remember what the poet says,—

“The rank is but the guinea stamp:
The man’s the gowd for a’ that.”

And so with Anglo-Sanskrit learning: if it does possess a virtue and power, such as was anticipated by Mr. Thomason, it will not fail simply from the want of collegiate honours and titles.

It thus appears, my friends, that Anglo-Sanskrit learning is on its trial, and it remains with you to give to the experiment fair and favourable opportunity. Is Sanskrit literature to remain shut up always within the cloisters of this building, or to be known only to the people of the land as an exponent of superstition and a low materialism; or rather, linked to occidental learning, is it not to aid in producing those great effects of a new national life to which the founders of the combined system so fondly looked? Is there any promise of this coming,—any ripple on the surface, the harbinger of the long-expected breeze?

Students of the Anglo-Sanskrit department! I leave these questions with you. May they stir within you the earnest desire to be yourselves instrumental in giving fulfilment to the noble aspirations of those great and good men whose sentiments I have read to you!

Once more I express the great pleasure I feel in having met so large and influential a body from amongst the community of this ancient city on the present occasion; and, from the increasing interest which here, as well as in the Institute, I find to be taken by you in the progress of enlightenment and education, I venture to hope for the best results.

who are in the pursuit of a knowledge of truth, though their languages differ, should assemble to carry on their operations in the same place, and should compare their respective methods of seeking for a knowledge of truth, and should profit each by the other. For example: in the Sanskrit College the pupils study the method of inductive judgment according to the rules of Gautama; and in the English College they study the same subject as set forth by Bacon. It is evidently desirable that they should not conceive any discrepancy to exist in respect of any point where the opinions of Gautama and Bacon concur exactly; and, on the other hand, that where a discrepancy may really exist, the truth should, by comparison, be determined and accepted. In this way, as regards other branches of learning also, it is desirable to decide what is right and what is wrong, and to accept what is right."

In the speech, too, which Mr. Thomason delivered on that day, he set before us as the object of aspiration "that here in this building Morality may be rightly taught, and that here Truth in all its majesty may prevail." And then, looking into the future, and to the transforming power which truth so inculcated should have upon the nation, and to the higher life in store for India, he added:—"From this place may this system spread throughout; nor is it vain to hope that the building in which we are assembled may be one instrument in the mighty change."

Permit me also to read an extract from a letter which Mr. John Muir addressed to the Students shortly after he retired from the direction of the Benares College:—

"I wish," he said, "that you should be devoted to study, not so much for the outward advantages it brings, as because you love that Truth to which it ought to lead; because you appreciate the most valuable results of education—I mean intelligence, enlargement of mind, the cultivation of your judgment and other faculties, acquaintance with the wonderful works of God, and the laws by which He rules the universe;—above all, because you find that sound instruction is auxiliary to moral improvement."

Then he alludes to the long roll of illustrious names in the annals of ancient Sanskrit literature, which should prove by emulation a stimulus to you, their descendants, to achieve something worthy of the race. And on one other point, the value of raising up an indigenous literature—a subject which, on Saturday evening, I had the pleasure of hearing discussed with much earnestness and intelligence at the Benares Institute,—he thus stated the expectations he entertained for the Benares College:—

"While I would urge you to prosecute the study of English with increased zeal, as the best means of extending your knowledge, and as opening up to you the sources of the purest, the most masculine, and most salutary truth, I would at the same time impress upon you the necessity of an accurate acquaintance with your own language, in order to your success in almost every department of exertion. English can never be the language of India. All the public business which affects the welfare of your countrymen is almost entirely conducted in the vernacular language; the enlightenment of the people, in which all of you, I hope, aspire in some way or other to assist, must be effected through the same channel; and it ought to be an object of earnest desire to you all to see the gradual creation of a vernacular literature, distinguished both by the soundness and value of the matter it contains and by the elegance of its vehicle."

And now, my friends, I would ask you whether these grand anticipations have been in any way realized. Year by year a large number of Students have passed through the Anglo-Sanskrit classes, and gone forth into the world. Has a remembrance of the great names which illustrate the literature of ancient India wrought in you, as was anticipated, a generous emulation to produce something worthy of their descendants; or is there no such feeling among you? Then as to the fostering of a vernacular literature, has anything been contributed for that end? You whose minds have been stored with European learning, and upon

I.

ADDRESS AT QUEEN'S COLLEGE, BENARES.

13th April 1868.

[DELIVERED IN ENGLISH.]

LADIES AND GENTLEMEN, AND STUDENTS OF THE BENARES COLLEGE,—

The present occasion is one to me of no ordinary interest, being the first, since my arrival in these Provinces, on which I have presided for a purpose like the present; and, looking at this great hall, crowded as it is with English and Native visitors, and with the Students of the College, I am forcibly reminded of a similar occasion fifteen years ago, when one whose name is loved and venerated among you—Mr. Thomason—opened this building. Some who were present then are now around me, and, among the rest, I see the Maharajah of Benares, and also Sir Deonarain Singh, who was on that occasion honoured by a special mark of the favour of Government for signal service rendered by him during a disturbance in the city. My personal associations with this Institution, indeed, carry me still further back, to the time, some four-and-twenty years ago, when my brother, Mr. John Muir, was the first Principal of the College.

The proceedings of this forenoon have been of a nature to afford satisfaction. The account which we have heard from Mr. Griffith shows that, in the English Department, the studies of the year have, upon the whole, been successful: the results are, I venture to think, very creditable and satisfactory.

But standing as I do in this building, and looking to the antecedents of the Institution, I would submit to you that its success is not to be judged of by the English Department. The Benares College, as a special Institution, must be tested by the results of the Anglo-Sanskrit Department: by these it must stand or fall.

Let us take a brief retrospect of its history. The Sanskrit College was established, as Mr. Thomason told us in his speech at the opening of this building, in 1791. In 1830, the English School was opened in a separate building. In 1844, the two departments were brought together under Mr. John Muir; and in 1853, on the 10th January, this noble edifice was inaugurated by Mr. Thomason. I hold in my hand an address in Hindee which was read on that occasion, and the following extract will show what was the grand object looked for from the Benares College:—"Observe that, though languages differ, truth and knowledge can nowise differ. Hence it is most desirable that all the persons in the Government College

THIS Pamphlet contains a Selection from the Addresses made by SIR WILLIAM MUIR while in the North-Western Provinces. The Collection has been re-printed as a token of remembrance for friends, Hindoo and Mahometan, whom a lengthened residence in Upper India has endeared to him. It may serve, perhaps, to remind them of some of the objects he had much at heart during the six years of his Administration, and the motives by which he sought to enforce them.

Such of the Addresses as were delivered in Urdu have been also re-printed in the Vernacular.

SIMLA, 1876.

W. M.

ADDRESSES

MADE IN THE

NORTH-WEST PROVINCES

BY

SIR W. MUIR.



By Authority.

SIMLA:
GOVERNMENT CENTRAL BRANCH PRESS.
1876.

Sydney and David Hill
C/S

Sept
1876

ADDRESSES

Wm -

MADE IN THE

NORTH-WEST PROVINCES

BY

SIR W. MUIR.



By Authority.

SIMLA:

GOVERNMENT CENTRAL BRANCH PRESS.

1876.

